عظمتِ اہلِ بیت علیہم السلام

تالیف ڈاکٹر ناصر بن عبد الرحمن بن ناصر الحمد

ترجمہ
محمد اختر صدیق
فاضل مدینہ یونیورسٹی

نظر ثانی
سید توصیف الرحمن راشدی

مکتبہ اسلامیہ ®

کتاب

عظمتِ اہلِ بیت علیہم السلام

تالیف

ڈاکٹر ناصر بن عبدالرحمن بن ناصر الحمد

ناشر ------------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ------------------- 2020ء

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ®

لاہور G/F-26 ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
0300-0997821-22-23-24 ، 042-37244973-37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
0300-0997826-27-28 ، 041-2631204-2641204

0300-8661763 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiainfo@gmail.com
www.maktabaislamia.com.pk

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی
اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی
اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

فہرست مضامین

فصل: 1 اہل بیت کون ہیں؟

فصل:2 اہل بیت علیہم السلام کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

فصل: 3 اہل بیت علیہم السلام کے مناقب وخصائص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف کتاب

یہ کتاب دراصل پی، ایچ ڈی کا مقالہ ہے جسے مولف نے ۱۴۳۱ھ کو سینٹرل وارینگٹن یونیورسٹی میں سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کالج کے شعبہ اسلامیات میں پیش کیا ہے اس مقالہ کے نگران ڈاکٹر ابراہیم ضاحی الضاحی ہیں اس کے پیش نظر مؤلف کو پی ایچ ڈی کی ڈگری درجہ امتیاز کے ساتھ عطا کی گئی۔

مقدمہ

الحمدلِله الذی هدانا للإسلام، وماکنا لنهتدی لو لا أن هدانا الـلـه، والـصلاة والسلام علی نبیه محمد المصطفی، الذی ترکنا علی المحجة البیـضاء، لیلها کنهارها لایضل عنها الا هـالك لا یسـلـکها الافائز ناج، من استمسك بها افلح ومن تـرکها ضل وهلك، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أما بعد!

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نہ دیتا تو ہم خود ہدایت نہ پاسکتے اور درود وسلام ہوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہمیں واضح راستہ پر چھوڑ کر گئے ہیں کہ جس کی رات بھی دن کی طرح سفید اور روشن ہے۔ اس راستہ سے برباد ہونے والا ہی ہٹ سکتا ہے اور اس پر وہی چلے گا جس کے مقدر میں کامیابی لکھی ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے منہ موڑا وہ گمراہ ہوگیا۔ امابعد:

جب میں نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ اہل بیت کے مقام ومرتبہ کا اعتراف نہیں کر رہے اور ان کے حق میں کوتاہی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور جو مقام اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے اس سے جاہل ہیں اور ان کے برعکس بعض لوگ آل بیت کی شان بیان کرنے میں غلو (زیادتی) جبکہ کچھ لوگ ان کے متعلق دجل فریب اور جھوٹ سے کام لے رہے ہیں تو میں

نے اس مقالہ میں ان کی عظمت وقدر کو بیان کرنے کا عزم کیا تا کہ ہر متقی اور پرہیز گار انسان ان کے مقام ومرتبہ سے واقف ہو سکے اور ان کے بارے میں غلو اور زیادتی سے کام نہ لے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا اور جو مرتبہ ان کو نصیب ہوا ہے اس کا اعتراف کر سکے اور ان کے متعلق افراط، تفریط اور کمی وزیادتی سے دور رہے۔

اہل بیتِ نبی ﷺ کے فضائل بہت زیادہ ہیں جن کا ذکر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں موجود ہے ہمارا مقصد ان لوگوں کا جائزہ لینا نہیں ہے جو اہل بیت کے متعلق غلو سے کام لیتے ہیں یا اہل بیت کی فضیلت کے نام پر صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں یہ موقع ان کے رد کا نہیں بلکہ ہم اپنی کتاب میں ان عمومی دلائل کا تذکرہ کریں گے جو اہل بیت کے فضائل پر مشتمل ہیں اور چند خصوصی دلائل کا تذکرہ بھی ہوگا جو کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ میں مذکور ہیں۔

میں نے سہولت اور فائدہ کے لیے اس بحث کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

پہلی فصل

یہ بیان کہ اہل بیت کون ہیں؟

دوسری فصل

اہل بیت کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل سنت کا عقیدہ۔

تیسری فصل

اہل بیت کے عمومی اور خصوصی فضائل ومناقب

میری خواہش ہے کہ میں ہر ایک کے لیے حجت قائم کر دوں اور اس معاملہ میں صحیح راستہ واضح کر دوں ایک اہم تنبیہ یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی اس بحث میں جہاں بھی لفظ (الرافضہ) یا (الروافض) استعمال کیا ہے تو میری مراد وہ شخص ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتا ہے یا اس کو جائز سمجھتا ہے البتہ جو شیعہ صحابہ کرام کو سب وشتم کا نشانہ نہیں بناتے اور نہ ہی اسے جائز سمجھتے ہیں اور نہ ہی گالیاں دینے والوں کو دوست رکھتے ہیں تو وہ میری مراد

نہیں ہیں۔ میں ایسا صحیح اور حق راستہ پر چلنے کی امید سے کہہ رہا ہوں، جہاں پر میں نے ایسے بعض لوگوں سے کچھ باتیں نقل کی ہیں تو میں نے ان کی عبارات کو من وعن نقل کیا ہے اور علمی امانت کے پیش نظر قائل کی اجازت کے بغیر اس میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی نہیں کی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس بحث کو حق کے موافق بنائے اور میری تمام ظاہری اور باطنی غلطیوں کو درست فرمائے اور اس کاوش کو خالص اپنی رضامندی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے منتخب فرمائے اور اسے لوگوں کے لیے دلیل اور رہنما بنائے کیونکہ وہی ارحم الرحمین (سب سے زیادہ رحم کرنے والا) ہے۔ آمین.

فصل 1

اہل بیت کون ہیں؟

یہ بحث مشتمل ہے:

- اہل بیت کی لغوی تشریح
- ان اہل بیت کا تذکرہ جن پر صدقہ (زکواۃ وغیرہ) حرام ہے
- وہ اہل بیت جن کو اللہ تعالیٰ نے رجس (آلودگی) سے پاک فرمایا ہے
- وہ اہل بیت جن پر نماز میں درود پڑھا جاتا ہے اور یومِ غدیر میں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی۔

اہل بیت کی لغوی تعریف

یہ بات مشہور ہے کہ اہل الرجل (آدمی کے اہل) سے مراد اس کی بیوی ہے اور لفظ التأھل ہے مراد شادی ہے یہ خلیل کی تشریح ہے۔ [1] اہل البیت سے مراد گھر میں رہنے والے، اہل الاسلام سے مراد اسلام کو دین ماننے والے [2] آل سے مراد (معجم مقاییس اللغۃ) میں ہے آل الرجل یعنی اس کے گھر والے مراد ہیں [3] ابن منظور کا کہنا ہے۔آل الرجل سے مراد اس کے گھر والے ہیں آل اللہ اور آل رسول ان کے اولیاء ہیں یہ لفظ اصل میں (اہل) تھا پھر ہمزہ، ہاء سے تبدیل ہو گیا لہٰذا یہ لفظ (آل) بن گیا جب دو ہمزے اکھٹے ہوئے تو دوسرے کو الف بنا دیا اہل البیت سے مراد گھر میں رہنے والے ہیں۔اہل الرجل سے مراد اس کے گھر کے خاص افراد ہیں لہٰذا اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد آپ کی بیویاں، بیٹیاں، داماد، میری مراد علی علیہ السلام ہیں اور یہ بھی کہا گیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں مراد ہیں اور وہ مرد حضرات مراد ہیں جو ان کی آل میں شامل ہیں [4] راغب اصفہانی کہتے ہیں: کسی آدمی کے اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ ایک نسب میں جمع ہوں یا دین میں ایک ہوں یا ایک گھر کے فرد ہوں یا ایک شخص کی اولاد ہوں یا پھر نسب یا دین کے قائم مقام کسی بھی چیز میں ایک ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے آل کلمہ اصل میں آل تھا۔ پھر ھاء ہمزہ سے تبدیل ہو گئی اور یہ اال ہو گیا پھر

---

[1] كتاب العين: ٤/ ٨٩۔
[2] الصحاح: ٤/ ١٦٢٨؛ لسانی العرب:١١ / ٢٨۔
[3] معجم مقاييلس اللغة:١/ ١٦١۔
[4] لسان العرب: ١١/ ٣١

تخفیف ہو کر آل ہو گیا۔ ❶

لفظ آل ایسی چیز یا ایسے کلمہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جس میں عمومی طور پر شرف وعزت کے معانی پائے جاتے ہوں لہٰذا یہ نہیں کہا جاتا آل حائک (آل جولاہا یا آل ملاح) البتہ اہل حائک کہا جاسکتا ہے۔

بیت الرجل سے مراد اس کا گھر محل یا عزت کی جگہ ہے۔ ❷ جب لفظ (البیت) مطلق بولا جائے تو بیت اللہ شریف مراد ہوگا کیونکہ مومنوں کے دل اس گھر کی طرف مشتاق رہتے ہیں اور دل اس گھر میں اطمینان پاتے ہیں اسے قبلہ کہتے ہیں زمانہ جاہلیت میں جب اہل البیت کہا جاتا تھا تو مکہ کے رہائشیوں خصوصاً قریش کی طرف اشارہ ہوتا تھا اور اسلام آنے کے بعد اہل بیت سے مراد آل رسول ﷺ ہیں۔ ❸

قاموس فقہی میں ہے اس سے مراد انسان کے گھر والے اس کی متبعین اور اس کے اولیاء ہیں اور آل بیت یہ لفظ علامت ہے آل محمد ﷺ کے لیے۔ ❹

آدمی کے اہل سے مراد اس کی بیوی ہے۔ التـأهل: التزوج، شادی ہے آدمی کے اہل سے مراد اس کے انتہائی خصوصی لوگ ہیں اہل بیت گھر کے رہائشی افراد پر بھی بولا جاتا ہے۔ ❺

بعض لوگوں کے مطابق لفظ آل اور لفظ اہل ایک ہی ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب (الآل) کی تصغیر بولی جائے تو اہیل ہے۔

قراء نے کسائی سے آل کی تصغیر اُویل بیان کی ہے۔ ❻

---

❶ المفردات فی غربب القرآن، ص:۳۰۔

❷ النهاية لابن الاثير: ۱/ ۱۷۰۔

❸ المفردات فی غریب القرآن۲۹؛ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس پر طویل بحث اپنی کتاب جلاء الافهام فی فضل الصلاۃ والسلام علی محمد خیر الانام میں کی ہے۔ اس کا مقدمہ اور یہ کتاب دیکھیے۔

❹ القاموس الفضلی: ۱/ ۲۹۔ ❺ المحيط فی اللغة۱/ ۳۲۰۔

❻ تهذيب اللغة۵/ ۲۰۰۔

آل مطلق بولا جائے تو اس سے تین معانی مراد ہوتے ہیں۔

① لشکر اور متبعین، جیسا کہ (آل فرعون) یعنی اس کے سپاہی اور متبعین۔

② خود نفس جیسا کہ (آل موسیٰ) اور (آل ہارون) خود ان کے نفس مراد ہیں۔

③ خصوصاً گھر کے افراد، آل اس کی اصل اہل ہے۔ یاء ہمزہ سے تبدیل ہوگئی پھر آل ہوا۔

آدمی کے گھر والوں سے مراد اس کی بیوی اس کی اولاد ہے اور اس میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو اس کے زیر کفالت اور ماتحت ہوں۔

خلاصہ:......اہل لغت کی تشریحات سے جو تفصیل سامنے آئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آل اور اہل ایک ہی معانی پر مشتمل ہیں آدمی کی آل سے مراد اس کی بیوی اس کی اولاد اس کے اقرباء ہیں جیسا کہ اہل لغت نے وضاحت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کی بیوی کے متعلق فرمایا:

﴿مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا﴾ (یوسف: ۲۵)

''اس کی سزا کیا ہوگی جو تیرے اہل کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے۔''

یہاں اس عورت نے خود اپنا آپ مراد لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ (طٰہٰ: ۱۰)

''جب (موسیٰ علیہ السلام نے) آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا تم ادھر ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔''

یہ بات موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہی تھی جو ان کے ساتھ تھی اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا:

﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝﴾

(ھود: ۷۳)

''اللہ کی رحمت اور برکت ہو تم پر میرے اہل بیت وہ تعریف اور بزرگی والا ہے۔''

ان اہل بیت کا تذکرہ جن پر صدقہ حرام ہے

تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جس شخص کی قرابت داری ہے وہ انتہائی اعلیٰ مرتبہ کا حامل ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری تمام قرابت داریوں اور رشتہ داریوں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ان کی محبت رشتہ داریوں سے بڑھ کر ہے۔ اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویاں اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان میں داخل ہیں:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

(الاحزاب: ۳۳)

''اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے آلودگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاکیزگی عطاء کر دے۔''

ان کے لیے باعزت اور باوقار مقام ہے اور ان کے لیے غدیر خم کی وصیت بھی ہے۔

اہل علم نے رسول اللہ ﷺ کے ان اہل بیت کے متعلق اختلاف کیا ہے جن پر اور ان کی آل پر صدقہ حرام ہے۔

پہلا قول:...... یہ غالب بن فھر، قصی اور ہاشم کی اولاد ہے یہ مالکیہ کا مذہب ہے۔

دوسرا قول:...... یہ ہاشم کی اولاد ہے یہ حنفیہ کا قول ہے یہ آل علی، آل جعفر، آل عقیل، آل عباس اور حارث بن عبدالمطلب کی آل ہے۔

تیسرا قول:...... ہاشم اور مطلب کی اولاد ہے یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہی ہے حنابلہ اور جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں۔

ہاشم کی اولاد میں سے ایمان لانے والے مراد ہیں اس کی تائید جبیر بن مطعم کی روایت سے بھی ہوتی ہے وہ کہتے ہیں میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کی کہ آپ نے بنو مطلب کو خیبر کے مال خمس سے عطا کیا ہے اور ہم کو نہیں دیا ہے حالانکہ ہم آپ کی قرابت کے لحاظ سے ایک ہی مرتبہ میں ہیں تو آپ نے فرمایا: بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ایک ہی ہیں جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنی نوفل کو کچھ بھی نہ دیا۔ [1] شیخ شنقیطی فرماتے ہیں: جب بنو مطلب بن عبد مناف بن ہاشم نے مدد کی اور بنو عبد شمس بن عبد مناف اور بنو نوفل بن عبد مناف نے ان کی مدد نہ کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جان گئے کہ بنی مطلب کی یہ مدد نسبی (خاندانی) ہے جس کا دین سے تعلق نہیں ہے۔ اس لیے مال غنیمت کے خمس سے آپ نے ان کو عطا کیا اور بنی ہاشم کو بھی دیا اور فرمایا ہم اور بنی مطلب جاہلیت اور اسلام میں ایک ہی ہیں جبکہ مذکورہ تمام لوگ عبد مناف بن قصی کی ہی اولاد ہیں۔ [2]

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل بیت کے متعلق صحیح قول کہ جن پر صدقہ حرام ہے وہ آپ کی آل ہے اور ہر وہ مرد اور عورت جو عبدالمطلب کی نسل سے ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اور یہ بنو ہاشم بن عبد مناف ہے۔ ان کے ساتھ بنی مطلب بن عبد مناف بھی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی مال غنیمت کے خمس سے عطا کیا تھا جیسا کہ جبیر بن مطعم کی روایت بخاری کے حوالہ سے گذر چکی ہے۔

مسلم کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے چچاؤں کی اولاد بھی آل بیت میں داخل ہے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ وہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ان دونوں کو صدقہ کے مال کے حصول پر مقرر کیا جائے تاکہ جو مال حاصل ہو اس سے وہ شادی کر سکیں۔ تو آپ نے فرمایا: آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ جائز نہیں ہے یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔ پھر آپ نے ان کی شادی اور مہر کے اخراجات خمس کے مال سے ادا کرنے کا حکم دیا۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری: ٣١٤٠۔ [2] اضواء البیان: ٢/ ١٩٩۔

[3] صحیح مسلم: ١٠٧٢۔

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہاشم بن عبدمناف کے ہاں شیبہ کی ولادت ہوئی اور یہ عبدالمطلب ہے اس کو عزت وشرف حاصل تھا۔ عبدالمطلب کے علاوہ ہاشم کا کوئی وارث نہیں ہے۔ [1] اس کی مزید تفصیل دیکھیں: جمهرة انساب العرب ١٥ ، ١٤؛ التبيين فی انساب القرشين لابن قدامه ٧٦ منهاج السنة لابن تيمية ٧/ ٣٠٤-٣٠٥ فتح الباری لابن حجر ٧/ ٧٨- ٧٩-

چوتھا قول:...... خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اولاد اور کنبہ مراد ہے اور ان سے مراد فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہمارے مشائخ کا کہنا ہے کہ جن پر صدقہ حرام ہے وہ بنو ہاشم ہیں اور یہ آل عباس آل علی، آل جعفر، آل عقیل، حارث بن عبدالمطلب کی اولاد، عبدالمطلب کی تمام اولاد اور ان کے موالی (آزاد کردہ غلام) ہیں ان لوگوں پر واجب صدقہ حرام ہے البتہ نفلی صدقہ میں حرج نہیں ہے۔ [2]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ حرام ہے اور ان کے موالی کو دینے میں حرج نہیں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب صدقہ حرام ہے نفلی میں حرج نہیں ہے۔

ثوری فرماتے ہیں بنو ہاشم کے موالی (آزاد کردہ غلام) بھی صدقہ نہیں لے سکتے اور فرض اور نفل صدقے میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

شافعی فرماتے ہیں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب پر صدقہ حرام ہے اور نفلی صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر ایک کے لیے جائز ہے کیونکہ آپ اسے وصول نہیں کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو صدقہ دینے کے متعلق اختلاف ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع فتاویٰ : ۲۲/۴۶۰، ۴۶۱) میں فرماتے ہیں:

---

[1] جمهرة انساب العرب: ١٤-

[2] مختصر اختلاف العلماء: ١/ ٤٧٧-

(وعلى آل محمد) کہنا اور کبھی کہنا۔ [1] (وعلى ازواجه وذريته [2])

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے کبھی یہ الفاظ فرمائے اور کبھی پہلے والے اسی لیے لفظ آل کی تفسیر میں ان الفاظ سے دلیل پکڑی گئی ہے۔ بہر حال اس میں دو قول مشہور ہیں۔

پہلا قول:...... یہ وہ اہل بیت میں جن پر صدقہ حرام ہے یہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے منقول ہے اس بنیاد پر آپ کی ازواج مطہرات کے لیے صدقہ حرام ہونے اور اہل بیت میں شامل ہونے یا نہ ہونے کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ سے دو روایات ہیں پہلی یہ ہے کہ ازواج مطہرات ان اہل بیت میں شامل نہیں جن پر صدقہ حرام ہے یہ زید بن ارقم کا قول بھی ہے۔

---

[1] یہ بخاری اور مسلم کی روایت کا ایک ٹکڑا ہے جو کہ عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہتے ہیں مجھے کعب بن عجرۃ ملے اور فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا ہدیہ دوں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا کیوں نہیں؟ مجھے ایسا تحفہ ضرور دو۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اہل بیت پر درود کیسے پڑھیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام کا طریقہ تو سکھلا دیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کہا کرو۔ اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر بھیجا یقیناً تو تعریف بزرگی والا ہے اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی یقیناً تو تعریف و بزرگی والا ہے۔

[2] یہ الفاظ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے منقول ہیں اور مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے جبکہ اس کے راوی ابی حمید الساعدی ہیں۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ! کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کس طرح درود پڑھیں تو آپ نے فرمایا: اس طرح کہ اللهم صَلِّ على محمد وعلى ازواجه وذريته كما صليت على آل ابراهيم وبارك على محمد وعلى ازواجه وذريته كما باركت على آل ابراهيم إنك حميد مجيد۔

جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے: ❶

دوسری یہ ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں اس کی دلیل یہی حدیث ہے ❷ جس میں آپ نے فرمایا: (وعلى ازواجه وذريته) اور قرآن مجید میں ہے:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾

(الاحزاب: ۳۳)

ابوسعود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ واضح ترین آیت اور روشن دلیل ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں یہ دلیل شیعہ کے موقف کو رد کر رہی ہے اور ان کے خلاف

❶ یزید بن حبان روایت کرتے ہیں میں اور حصین بن صبرۃ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس بیٹھنے کے بعد حصین کہنے لگے۔ اے زید رضی اللہ عنہ! آپ نے خیر کثیر حاصل کی ہے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کی ہے ان سے احادیث سنی ہیں ان کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے ہیں ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہے یقیناً آپ نے خیر کثیر حاصل کی ہے لہٰذا ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ انہوں نے کہا اے بھتیجے میں سن رسیدہ ہو چکا ہوں اور مدت کافی بیت چکی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ میں نے یاد کر رکھا تھا اس میں سے بہت سا بھول چکا ہوں لہٰذا جو میں بتا رہا ہوں اسے قبول کر لینا اور جو بیان نہ کر سکوں اس کے لیے مجھے مجبور نہ کرنا پھر فرمایا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام خم جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اما بعد! اے لوگو! میں بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا قاصد آئے اور میں داعی اجل کو لبیک کہہ دوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں پہلی تو اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں ہدایت اور نور ہے اللہ کی کتاب سے (دلائل) حاصل کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو (آپ نے کتاب اللہ پر عمل اور اسے اپنانے کی ترغیب دی) پھر فرمایا میرے اہل بیت میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں (۳ مرتبہ) حصین نے ان سے کہا اے زید رضی اللہ عنہ آپ کے اہل بیت کون ہیں کیا آپ بیویاں اہل بیت میں شامل نہیں؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں آپ کی بیویاں اہل بیت میں شامل ہیں مگر یہاں وہ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، انہوں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس، پوچھا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے تو زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں۔ (صحیح مسلم :۲٤۰۸)

❷ یعنی حدیث ابوحمید ساعری جو پہلے گزر چکی ہے اور اس میں لفظ میں (وعلى ازواجه وذريته)

فیصلہ کن ہے کہ اہل بیت سے مراد فقط فاطمہ علی رضی اللہ عنہم اور ان کے دنوں بیٹے ہی ہیں۔ [1]

اور قصہ ابراہیم علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ ﴾ (هود : ٧٣)

''اے اہل بیت تم پر اللہ تعالیٰ برکت اور رحمت نازل ہو۔''

اس آیت کریمہ میں سارۃ علیہا السلام بالاتفاق داخل ہے اور اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کی بیوی کو لفظ آل سے الگ بیان کیا کیونکہ وہ نافرمانی پر اتر آئی تھی اگر وہ آل میں داخل نہ ہوتی تو اس کو الگ سے بیان کرنے کا کوئی مقصد باقی نہیں رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ﴾

(الحجر : ٥٨ تا ٦٠)

''ان (فرشتوں) نے کہا ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر آل لوط، یقیناً ہم ان سب کو نجات دے دیں گے مگر ان کی بیوی وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔''

یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ بیوی آل میں شامل ہے اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آل میں سے الگ ذکر کیا ہے۔

چادر والی حدیث: [2] فقط اس بات کی دلیل ہے کہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین اہل بیت

---

[1] ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم للعمادی: ۷/ ۱۰۳؛ یہ تفسیر کی کتاب ہے۔

[2] صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کے وقت تشریف لائے ان پر سیاہ بالوں سے بنی موٹی چادر تھی۔ اتنے میں حسن بن علی آئے آپ نے ان کو چادر کے نیچے داخل کر لیا، پھر حسین آئے آپ نے ان کو بھی ان کے ساتھ داخل کر لیا۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں آپ نے ان کو بھی چادر کے نیچے داخل کر لیا پھر علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان کو بھی نیچے داخل کر لیا پھر فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ ⇦⇦

میں داخل ہونے میں زیادہ حق دار ہیں اس سے دوسروں کی نفی مراد نہیں جیسا کہ تقویٰ کی بنیاد پر بنائی گئی مسجد ❶ کے متعلق آپ کا فرمان ہے: ....

⇦⇦ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تھے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں ان کے ہاتھ میں مٹی کی ہنڈیا تھی جس میں گوشت کا سالن تھا آپ فرمایا: اپنے خاوند اور بیٹوں کو بلاؤ وہ کہتی ہیں علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم آئے اور آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگئے۔ آپ اس وقت ایک چبوترے پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے نیچے خیبری چادر تھی وہ کہتی ہیں میں حجرہ میں نماز پڑھ رہی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ وہ کہتی ہیں آپ نے چادر کا بقیہ حصہ اٹھا کر ان سب کو چادر کے نیچے لے لیا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور خاص لوگ ہیں ان سے رجس (آلودگی) کو دور کر دے اور ان کو پاک کر دے اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے آلودگی کو دور کر دے اور ان کا پاک وصاف کر دے۔ وہ کہتی ہیں میں نے بھی اپنا سر چادر کے اندر کیا اور کہا۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا تو بھلائی اور خیر پر قائم ہے مسند احمد: ۲۶۵۰۸؛ سنن ترمذی: ۳۸۷۱؛ اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں آپ نے فرمایا تو میری بہترین اہل ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں اللہ میرے اہل زیادہ حق دار ہیں امام حاکم نے کہا یہ حدیث شیخین کی شروط پر صحیح ہے اور اس کو انہوں نے ذکر نہیں کیا ہے امام ذہبی نے کیا یہ مسلم کی شرطوں پر ہے اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آیا کیونکہ میں علی رضی اللہ عنہ سے ملنا چاہتا تھا انہوں نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے ہیں میں انتظار میں بیٹھ گیا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ساتھ علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے آپ نے علی اور فاطمہ کو اپنے قریب کیا پھر حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھایا پھر ایک کپڑا ان پر پھیلایا یا فرمایا چادر ان پر پھیلا دی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

❶ تقویٰ کی بنیاد پر بنائی مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے:

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝﴾ (التوبة: ۱۰۸)

''البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (قبا) وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لیے) کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

(ھو مسجدی ھذا) ❶ اس سے مراد میری یہ مسجد ہے۔

یہ دلیل ہے کہ اس کی حقدار یہ مسجد ہے یعنی نبوی، جبکہ مسجد قبا بھی تقوی کی بنیاد پر ہی قائم کی گئی جیسا کہ آیت کریمہ کا سبب نزول اور سیاق کلام اس پر واضح دلیل ہے۔ ❷

❶ (یہ مسلم: ۱۳۹۸) کی ایک روایت کا حصہ ہے اور (ترمذی ۳۰۹۹) نے بھی ذکر کیا ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑے کہ اول دن سے تقویٰ کی بنا پر بنائی گئی مسجد کون سی ہے؟ ایک نے کہا یہ مسجد قبا ہے دوسرے نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری یہ مسجد ہے۔

❷ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ۝﴾ (التوبۃ: ۱۰۸)

''اور کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اس غرض کے لیے مسجد بنوائی کہ (اسلام) کو نقصان پہنچائیں اور اس میں (بیٹھ بیٹھ کر کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا اہتمام کریں جو اس سے قبل اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھائیں گے کہ بھلائی کے علاوہ ہمارا کوئی مقصد نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اس میں کبھی نماز کے لیے کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے تقوی پر رکھی گئی (قبا) وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لیے) کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

الشیخ عبدالرحمان سعدی اپنی تفسیر میں: ۳۵۱-۳۵۲) لکھتے ہیں قبا کے کچھ منافقوں نے مسجد قبا کے پہلو میں ایک مسجد بنائی، ان کا مقصد مسلمانوں کو نقصان اور تکلیف دینا تھا اور وہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں کو کھڑا کر کے بوقت ضرورت ایک قلعہ کی حیثیت سے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا راز فاش کر دیا اور ان کو سرعام بے عزت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے برے مقاصد کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا ﴿لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا﴾ یعنی آپ اس میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بے نیاز کر دے گا اور فرمایا: (وہ مسجد جو پہلے دن سے تقویٰ کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے) اس میں آپ نماز ⇦⇦

اس لحاظ سے آپ کی ازواج اہل بیت میں شامل ہیں اگرچہ ان کے موالی، ان کے آل کے موالی میں شامل نہیں اس کی دلیل بریرۃ پر صدقہ والی حدیث [1] ہے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ تھیں اور اس طرح ابورافع کو اس سے منع کرنا جو کہ عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے [2] اس قول کی بنیاد پر کیا آل مطلب ان کی آل میں سے ہیں اور کیا ان اہل بیت میں شامل ہیں جن پر صدقہ حرام ہے؟ اس بارے میں امام احمد سے دو روایات منقول ہیں۔

(ا) کہ وہ ان میں شامل ہیں اور یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

(ب) وہ ان میں شامل نہیں ہیں۔ اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب ہے۔

⇐ ⇐ پڑھیں اور اسلام اسی مسجد میں ظاہر ہوا تھا اور وہ مسجد قبا ہے جو دین خالص اور اللہ تعالیٰ کے دین اور شعائر اللہ کو قائم کرنے کے جذبہ کے تحت بنائی گئی تھی۔ اس میں کھڑے ہونے والے لوگ پاکیزگی اور طہارت کو پسند کرتے ہیں۔ یعنی نجاست، گندگی اور میل کچیل سے پاک وصاف رہتے ہیں۔

[1] یہ روایت (بخاری ۱۴۹۳) اور (مسلم ۱۰۷۵) میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرۃ کو آزاد کرنے کے لیے خریدنا چاہا تو اس کے مالکوں نے شرط لگا دی کہ ولا (آزادی کے بدلے کا تعلق) ہمارے لیے ہوگا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اسے خریدلو کیونکہ ولا کا تعلق اسی کے لیے ہوتا ہے جو آزاد کرتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بطور ہدیہ ملا۔ میں نے عرض کیا یہ تو بریرۃ کے لیے صدقہ تھا تو آپ نے فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ تھا اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

[2] یہ روایت (ابوداود ۱۶۵۰، ترمذی ۶۵۷) میں ہے اور حسن ہے۔ اسے (نسائی ۱۲/۶۷ احمد ۲۳۷۷۲) نے نقل کیا ہے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ۲۳۴۴ ابن حبان ۲۳۹۳ اور حاکم ۱۴۶۸ اور کہا یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ سب نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک آدمی کو صدقہ کے حصول کے لیے مقرر فرمایا تو اس نے ابورافع سے کہا میرے ساتھ چلو تمہیں کچھ مال مل جائے گا انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوں گا جب پوچھا تو آپ نے فرمایا: کسی قوم کے موالی ان میں سے ہیں۔ ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں۔

ابورافع قبطی ہیں ان کا نام مشہور قول کے مطابق اسلم ہے۔ یہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ دے دیے تھے۔ اسی لیے بعض لوگ انہیں مولیٰ عباس اور بعض مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے۔ (الاصابۃ: ۷/۱۳۴ نمبر: ۹۸۸۳)

دوسرا قول: آل محمد ﷺ سے مراد آپ کی امت ہے آپ کی امت کے متقی لوگ ہیں یہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے بشرطیکہ ان کی طرف یہ نسبت صحیح ہو۔ یہی قول امام احمد رحمہ اللہ کے بعض اصحاب کا بھی ہے ان کی دلیل خلال وتمام کی روایت کردہ حدیث ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ آل محمد ﷺ سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہر متقی مومن، مگر یہ روایت موضوع ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اگر ان پر صدقہ حرام ہوتا تو ان کے موالی پر بھی حرام ہوتا جیسا کہ بنی ہاشم پر حرام تھا تو ان کے موالی پر بھی حرام تھا۔

تو صحیحین میں یہ روایت ثابت شدہ ہے کہ بریرۃ کو صدقہ کا گوشت دیا گیا تو اس نے کھایا اور نبی ﷺ نے اس کو حرام نہیں بتایا حالانکہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خریدی ہوئی لونڈی تھیں۔

کہا گیا یہ اس آدمی کا شبہ ہے جو صدقہ کو ازواج مطہرات کے لیے حلال تصور کرتا ہے۔

اس شبہ کا جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات پر صدقہ براہ راست حرام نہیں تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ پر حرام ہونے کی وجہ سے ان پر بھی حرام ہوا جبکہ اصل میں ان پر صدقہ حلال تھا۔ اس حرمت کے حکم میں وہ رسول اللہ ﷺ کے تابع ہیں۔ موالی پر حرمت کا حکم اس کے آقا کے تحت ہوگا جب بنی ہاشم پر اصل میں صدقہ حرام ہے تو ان کے تابع ہونے کی وجہ سے ان کے موالی پر بھی حرام ہے جبکہ ازواج مطہرات پر صدقہ حرام ہونے کی وجہ ان کا تابع ہونا ہے تو ان کے موالی پر صدقہ حرام نہ ہوگا کیونکہ وہ تابع کے تابع ہیں۔ [1]

راجح یہی ہے کہ ان پر صدقہ حرام ہے۔ صدقہ ازواج مطہرات کی شان وعظمت کے

[1] جلاء الافهام: ٢/ ٢١٨ .

لائق نہیں ہے کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے اور وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ازواج مطہرات ہیں یہ حرمت تابع ہونے کی وجہ سے ہے اصل میں نہیں کہ اگر ان کا تعلق رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نہ بنتا تو ان پر صدقہ حرام نہ ہوتا اور ان پر درود رحمت نہ بھیجی جاتی۔ جب ان کا تعلق رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات گرامی سے بن گیا تو وہ بھی اہل بیت میں شامل ہوگئی ہیں اور وہ آپ کی طرح عزت کی مستحق ہیں۔لہذا ان کے موالی کے لیے صدقہ جائز ہے۔

وہ اہل بیت جن کو اللہ تعالیٰ نے رجس (آلودگی) سے پاک کیا

مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے کہ یہاں کون سے اہل بیت مراد ہیں؟

پہلا قول:

اس سے مراد علی، فاطمہ، حسن، حسین، رضی اللہ عنہم ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ ان کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت کریمہ ان پانچ لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے علی حسن، حسین، فاطمہ اور آیت کریمہ یہ ہے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ [1]

اس کے علاوہ بہت سی جھوٹی روایات موجود ہیں جن میں یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ [2]

دوسرا قول:

ان سے مراد علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی شامل ہیں اس کی دلیل مسلم کی روایت کردہ حدیث ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کے وقت گھر سے نکلے تو آپ سیاہ

---

[1] طبرانی: ۱۹/ ۱۰۱؛ اس کی سند ضعیف ہے اس میں عطیہ عوفی ضعیف ہے یہ شعیہ تھا اور تدلیس کرتا تھا۔

[2] دیکھیے: تفسیر ابن کثیر تفسیر سورۃ الاحزاب۔

بالوں سے بنی دھاری دار چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو چادر کے نیچے لے لیا۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو بھی چادر کے نیچے لے لیا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں آپ نے ان کو بھی چادر کے نیچے داخل کر لیا پھر علی رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو بھی چادر کے نیچے داخل کر لیا۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

ازواج مطہرات کا اہل بیت میں شامل ہونا مندرجہ ذیل وجوبات کی بناء پر ہے۔

پہلی دلیل:

آیت کریمہ کا سیاق (اس سے پہلی آیت) اس پر دلالت کرتا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

”ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو خطاب ہے کہ وہ گھروں میں سکون سے رہیں اور زیب وزینت کا اظہار ترک کر دیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب ذکر کیا: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ کہ اللہ تعالیٰ تم سے (آلودگی) کو ختم کرنا چاہتا ہے۔“

امام ابن عثیمین (ریاض الصالحین) کی تشریح (باب اکرام اھل بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وبیان فضلھم) کے تحت فرماتے ہیں کہ اہلبیت کی دو قسمیں ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی عزیز جو کہ کافر ہیں وہ تو اہل بیت میں ہرگز شامل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے حقیقی

بیٹے کے متعلق فرمایا تھا جب انہوں نے کہا تھا (رب ان ابـنـی من أهلی)، (انه لیس مـــن اهـــلك) کہ یہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔تو جواب ملا یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے۔لہٰذا نبی ﷺ کے قریبی کافر رشتہ دار اہل بیت میں شامل نہیں ہیں مگر آپ کے مومن رشتے دار جو قریبی ہیں وہ اہل بیت میں شامل ہیں جن میں سے آپ کی ازواج مطہرات بھی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے سیاق میں بیان فرمایا ہے:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ۳۲ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۚ۳۳ ﴾

یہ واضح دلیل ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں یہ رافضہ شیعہ کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں ہیں۔ان لوگوں کا یہ قول قطعاً صحیح نہیں ہے۔ بلاشک ازواج رسول ﷺ اہل بیت میں شامل ہیں رسول اللہ ﷺ کے مومن اہل بیت کے دو حق ہیں۔ایمان کا حق، رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا حق۔

ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ ﴾ (الأحزاب: ٦)

''نبی (ﷺ) مومنوں کے ان کی اپنی جانوں سے زیادہ حق دار ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ ﴾

جس نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی یا مومنوں کی ماں نہیں ہے تو وہ حقیقت میں مومن نہیں ہے۔ نہ تو وہ قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا ہے۔

ان بدبختوں پر تعجب ہے جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دیتے ہیں ان سے بغض رکھتے ہیں حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ محترمہ ہیں۔ آپ جس طرح ان سے محبت کرتے تھے دوسری کسی بیوی سے نہیں کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے آپ کے ہاں محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ پوچھا گیا مردوں میں سے آپ نے فرمایا: ان کے والد [1] یہ لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں دیتے ہیں ان کی توہین کرتے ہیں پھر ہم کیسے تسلیم کرلیں کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں۔ جبکہ وہ آپ کی محبوب ترین زوجہ محترمہ کے گستاخ ہیں۔ اور کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ وہ اہل بیت سے محبت کرتے ہیں یہ فقط جھوٹے دعوے ہیں جن کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم پر اہل بیت سے محبت کرنا اور ان کا احترام کرنا فرض ہے اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات کی قدر کرنا اور ان کی عظمت کا اقرار کرنا ہم پر واجب ہے۔

پھر مؤلف نے وہی آیت کریمہ ذکر کی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کردی ہے: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ یعنی ان کو پاک وصاف کرنا۔ یہاں نجس معنوی مراد ہے: ﴿ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ یعنی نجاست کو دور کرنا: ﴿ وَ يُطَهِّرَكُمْ ﴾ مصدر ہے یعنی مکمل طور پر پاک اور صاف کرنا۔

جس بدبخت نے رسول اللہ کی کسی بھی زوجہ محترمہ پر زنا کی تہمت لگائی (اعوذ باللہ) وہ پکا کافر ہے چاہے عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی بھی زوجہ محترمہ پر لگائے عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ تہمت لگانا جس سے ان کو اللہ تعالیٰ نے پاک اور صاف قرار دیا ہے کفر ہے اور ایسا کرنے ولا کافر ہے اس کا مال اور خون حلال ہے۔

---

[1] بخاری ۳٦٦۲۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ بھی کسی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے والا اہل علم کے نزدیک کافر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر اس سے بڑا ڈاکہ کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات پر زنا کی تہمت لگائی جائے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ﴾ گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں۔

یہ انتہائی نازک اور خطرناک مسئلہ ہے ہم پر واجب ہے کہ تمام اہل بیت اور ازواج مطہرات کے ساتھ سچے دل سے محبت کرنے والے ہوں یہ امہات المومنین کے متعلق بنیادی اصول ہے۔ ان کی قدر ومنزلت کا اقرار ایمان کی بنیاد ہے۔ یہ بات صحابہ کرام کے دلوں میں گھر کیے ہوئے تھی اور ازواج مطہرات کی عظمت ان کے ہاں ہر لحاظ سے موجود تھی عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں بیوی فوت ہوگئی ہے تو وہ سجدہ میں گر گئے ان سے پوچھا گیا آپ نے فوراً سجدہ کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کی وفات سے بڑی نشانی کیا ہوسکتی ہے؟ یہ الفاظ روذ باری کی روایت میں ہیں قاضی کی روایت میں عکرمہ کہتے ہیں ہم نے ایک آواز سنی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عکرمہ دیکھو یہ آواز کیسی ہے۔ میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ صفیہ بنت حُیی فوت ہوگئی ہیں؟ میں واپس آیا تو دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سجدہ میں ہیں حالانکہ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا میں نے کہا سبحان اللہ سورج طلوع نہیں ہوا اور آپ سجدہ کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا تو اپنی ماں کو گم پائے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرو اس سے بڑی نشانی کیا ہوسکتی ہے کہ امہات المومنین ہمارے درمیان سے اٹھ رہی ہیں اور ہم زندہ ہیں؟ [1]

---

[1] السنن الکبری للبیھقی: ٣/ ٤٧٧؛ ابوداود: ١١٩٧؛ امام سیوطی اور البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

دوسری دلیل:

عبداللہ بن وہب بن زمعہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو ایک چادر کے نیچے کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: (یہ میرے اہل بیت ہیں) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا مجھے بھی ان کے ساتھ داخل کریں تو آپ نے فرمایا تو تو میری اہلیہ ہے (بعض روایات میں ہے تو میری بہترین اہلیہ ہے) اور یہ میرے اہل بیت ہیں اور اے اللہ میری اہلیہ زیادہ حق دار ہے۔ [1]

امام حاکم نے مستدرک میں بھی یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شروط پر ہے۔

تیسری دلیل:

لفظ اہل لغوی اعتبار سے بیویوں پر بھی صادق آتا ہے ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ لفظ اہل بیویوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ خلیل کا قول ہے: (اهل الرجل زوجه والتاهل التزويج)

بندے کے اہل سے مراد بیوی ہے اور تاہیل شادی کو کہتے ہیں جب تو کسی سے سوال کرے گا (هل تأهلت) تو مطلب ہوگا کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟

اس معنی کی تائید مندرجہ ذیل دلائل سے ہوتی ہے۔

1. اللہ تعالیٰ نے لفظ (اہل) ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کے لیے بولا ہے جب ضعیف العمری میں بچے کی بشارت پر انہوں نے تعجب کا اظہار کیا تھا جبکہ ان کا خاوند بھی بوڑھا ہے:

﴿وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ

---

[1] طبری: ۱۹/ ۱۰٦؛ مسندرك حاكم: ۳۵۵۸۔

الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ (هود: ٧١، ٧٣)

ان آیات کا مفہوم ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری دی گئی تو ان کی بیوی نے تعجب کیا کہ اس عمر میں بیٹا کیسے ہوگا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ ''اے اہل بیت! یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت ہے'' بیوی پر اہل بیت کا لفظ اللہ تعالیٰ نے بولا ہے۔''

② اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ ﴾

(الذاريات: ٢٤، ٢٦)

''کیا تیرے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات آئی ہے؟ جب وہ اس پر داخل ہوئے تو انھوں نے سلام کہا۔ اس نے کہا سلام ہو، کچھ اجنبی لوگ ہیں۔ پس چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا، پس (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لے آیا۔''

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں فرشتے آئے تو وہ ان کے لیے بچھڑے سے مہمان نوازی کرنے کے لیے اپنی گھر والی کے پاس گئے۔''

فرمایا: ﴿ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ ﴾ ''یعنی وہ گھر والی کے پاس گئے'' یہاں اہل سے مراد بیوی ہے۔

③ اللہ تعالیٰ نے اہل کا لفظ لوط علیہ السلام کی بیوی پر بھی بولا ہے فرمایا:

﴿ وَ لَمَّآ اَنْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ ﴾

''اور جب ہمارے قاصد لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کے آنے) کی وجہ سے غم زدہ ہوا، اور ان کی وجہ سے (اس کا) سینہ تنگ ہوا، اور فرشتوں نے کہا: تو مت ڈر اور مت غم کھا، بلاشبہ ہم تجھے اور تیرے گھر والوں کو نجات دینے والے ہیں۔''

اس آیت میں لوط علیہ السلام کو تسلی دی جا رہی ہے کہ عذاب الٰہی سے ہم آپ کو اور آپ کے اہل کو نجات دیں گے پھر فرمایا:

﴿ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴾

مگر آپ کی بیوی جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے یہ دلیل ہے کہ اہل میں بیوی بھی شامل ہے مگر وہ اپنے اعمال کی بنیاد پر ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہوگی۔

④ اللہ تعالیٰ نے لفظ اہل کو بیوی کے لیے استعمال کیا ہے عزیز مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام پر الزام لگاتے ہوئے اپنے خاوند سے کہا تھا:

﴿ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(یوسف: ۲۵)

''کہ اس شخص کی سزا کیا ہے جو تیرے اہل کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے یا تو قید ہے یا دردناک عذاب ہے۔''

اس مقام پر لفظ اہل بیوی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں لفظ اہل کو بیوی کے لیے استعمال کیا ہے فرمایا:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴾ (القصص: ۲۹)

''پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے کوہِ طور کی ایک جانب سے آگ دیکھی، اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم (یہیں) ٹھہرو، بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمھارے پاس کوئی خبر یا آگ کا انگارا لے آؤں تاکہ تم تاپ سکو۔''

﴿ وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا

﴿لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰﴾

یہاں اہل کا لفظ بیوی پر بولا گیا ہے کیونکہ اس سفر میں ان کے ساتھ بیوی کے علاوہ کوئی نہ تھا اور اس پر مفسرین کا اجماع ہے۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے لفظ اہل ایوب علیہ السلام کے قصے میں بیوی کے لیے استعمال کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا نصیب فرمائی تھی فرمایا:

﴿وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ﴾

(الأنبياء: ۸۳، ۸٤)

اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو شفا عطا فرمائی اور یہاں لفظ اہل کو بیوی پر بولا ہے۔''

⑦ اللہ تعالیٰ نے ان تمام آیات میں لفظ اہل بیوی کے لیے استعمال کیا ہے یہ نا قابل تردید دلائل ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بیوی اہل میں شامل ہے ان دلائل میں انبیاء کا ذکر اور ان کے قصے ہیں۔

⑧ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ اہل کا استعمال اپنی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے کیا ہے۔ جب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں بعض صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں جب اہل افک نے ان کے متعلق طوفان برپا کر دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب، اسامہ بن زید کو بلایا جبکہ وحی بھی نہیں اتر رہی تھی۔ آپ اپنی بیوی سے علیحدگی کے متعلق ان سے مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کیونکہ وہ یہی کچھ جانتے تھے کہ (أهلك يا رسول الله) آپ کی زوجہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان کے متعلق بھلائی اور خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

((یـا مـعشر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اہل بیتی فواللہ ما علمت علی اہلی الا خیراً)) ❶

''اے مسلمانوں کی جماعت کون ہے جو اس شخص کو میری طرف سے جواب دے گا جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق تکلیف دی ہے۔ اللہ کی قسم میں نے اپنے اہل میں بھلائی ہی دیکھی ہے۔''

یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ اہل اپنی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے استعمال کیا ہے۔

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ((اللھم اجعل رزق آل محمد قوتاً)) ''اے اللہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق بقدر ضرورت بنا'' ❷ شارحین حدیث۔ اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں آل سے مراد آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔ کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے کہ ہمارے گھر کئی کئی دن چولھا نہیں جلتا تھا۔ ❸

⑨ صحیحین میں ہے کہ جب صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم کہا کرو، (اللھم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی آل ابراھیم وبارك علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما بارك علی ابراھیم انك حمید مجید) یہاں لفظ ازواجہ سے مراد آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مشہور ومعروف ہے ❹ ان واضح دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات لفظ آل میں داخل ہیں۔

اگر آپ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ ازواج مطہرات، علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور ان

---

❶ طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے: بخاری: ٦٢٣٧۔
❷ متفق علیہ۔
❸ بخاری: ٥٢٦٧۔
❹ جلاء الافہام ١/ ٢٩٣۔

کی اولاد اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو لفظ (آل) سے خارج نہیں کیا ہے ہر عاقل اس بات سے آگاہ ہے لغوی اور شرعی ہر اعتبار سے آپ کی ازواج اہل بیت میں شامل ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں کیونکہ اہل بیت کو خطاب لفظ (عنکم) اور (یطھرکم) میم مذکر سے ہے یہ مذکر ہے جبکہ ازواج مطہرات مونث ہیں اور ان کو خطاب بھی صیغہ نون نسوۃ تانیث سے ہے جیسا کہ (لستُنَّ، اتَّقیتنَّ، بیوتکُنَّ) وغیرہ۔

اس شبہ کا جواب:

لغوی اعتبار سے میم کے ساتھ عورتوں کو مخاطب کرنا صحیح ہے۔ خصوصاً جب وہ مردوں کے ضمن میں بیان ہوں قرآن مجید سے دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱: ﴿قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝﴾ (ھود: ۷۳)

اس آیت کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ہاجرہ علیہا السلام کو مخاطب کیا تو (اَتَعْجَبِيْنَ) کہہ کر (ن) نسوۃ کے ساتھ کیا مگر جب ان کے خاوند ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مخاطب کیا تو (میم) کے ساتھ (علیکم) کہہ کر کیا۔

۲: جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں پھینک دیا گیا اور فرعونیوں نے آپ کو نکالا اور محل میں لے آئے تو موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے کہا تھا:

﴿فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝﴾

”کہ میں تمہیں ایک گھر والوں کے متعلق بتاتی ہوں جو اس کی کفالت کریں گے تمہارے لیے اور اس کے لیے بہترین ہیں۔“

یہ خطاب فرعون اور اس کی بیوی کو تھا۔

۳: جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا کہ تم ادھر ٹھہرو میں آگ دیکھ کر آتا ہو تو فرمایا: ﴿ فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ﴾ مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ آپ کے ساتھ بیوی کے علاوہ کوئی نہ تھا۔مگر یہاں خطاب اس صیغہ سے ہے۔ ”لعلی آتیکم منها بخبر أو جذوة من النار لعلکم تصطلون“ یہاں پر لفظ آتیکم میم یعنی مذکر صیغہ سے ذکر کیا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ازواج مطہرات لفظ آل میں شامل ہیں فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ بد بخت غالی گمراہ، متعصب اور بے دین ہیں وہ ان کو اپنی مائیں نہیں سمجھتے، ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم اور اوڑھنا بچھونا آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا:

﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾

”کہ نبی ﷺ مومنوں کے ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر حق دار ہیں اور آپ کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔“

امام قرطبی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے۔ یعنی ان کی تعظیم، جلال، بزرگی ماؤں کی طرح ہے اور ان سے نکاح حرام ہے۔ صرف مردوں سے پردہ کرنے میں ان کا حکم ماؤں سے مختلف ہے۔ [1]

امام آلوسی کہتے ہیں ان کی قدر و منزلت اور مقام ماؤں کی طرح ہے اور ان سے نکاح حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اعلیٰ ترین الفاظ اور عبارات سے مخاطب کیا ہے اور انہیں انتہائی بلند نام سے پکارا ہے وہ (امھات المومنین) یعنی مومنوں کی مائیں ہیں اور رسول اللہ ﷺ مومنوں کے (روحانی) باپ ہیں۔

[1] تفسیر قرطبی: ١٤/ ١٢٣۔

وہ اہل بیت جن پر درود بھیجنا لازم ہے اور رسول اللہ ﷺ نے غدیرخم میں ان کے لیے وصیت کی تھی

ایک قول یہ ہے کہ وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ محمد ﷺ کی آل اولاد اور ازواج مطہرات ہی مراد ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کی آل اور قیامت تک آپ کے متبعین یہ قول ابن عبدالبر نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ آپ کی امت کے متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں

ان سب اقوال میں سے راجح یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد آل عقیل، آل عباس، آل جعفر، آل علی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے امام مسلم نے یزید بن حبان کی ایک روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں میں اور حصین بن سبرۃ وعمرو بن مسلم زید بن ارقم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا اے زید آپ کو بہت زیادہ بھلائی اور خیر حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے۔ ان کی احادیث کو سنا ہے ان کے ساتھ مل کر جنگ کی ہے اور آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کی ہیں اے زید رضی اللہ عنہ جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس میں میں سے کچھ احادیث ہمیں بھی سنایئے۔ انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے اللہ کی قسم میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور وقت کافی گزر چکا ہے مجھے آپ ﷺ سے سنی ہوئی بعض احادیث بھول چکی ہیں۔ جو میں تمہیں بیان کر دوں اس کو قبول کرو اور جو مجھے یاد

نہیں اس کے متعلق مجھے ذمہ دارانہ ٹھہرانا۔ پھر فرمایا ایک دن رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم کے چشمہ کے پاس جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور ہمیں وعظ نصیحت کی پھر فرمایا:

امابعد: اے لوگو! میں بھی ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجے گئے داعی اجل کو لبیک کہہ دوں میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔

① ایک اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے لہٰذا تم اللہ کی کتاب کو لازم پکڑو اور اسی کے ساتھ چمٹے رہو (آپ نے کتاب اللہ پر عمل کی ترغیب دی)

② میرے اہل بیت میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق نصیحت کر رہا ہوں (تین دفعہ) حصین کہنے لگے۔ اے زید رضی اللہ عنہ! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت میں شامل ہیں؟ انہوں نے فرمایا: آپ کی ازواج آپ کے بیت میں شامل ہیں اور ان کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے حصین نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا: آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس، حصین نے پوچھا ان سب پر صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ [1]

اہل بیت کی طرف جھوٹی خاندانی نسبت حرام ہے:

دنیا میں سب سے اعلیٰ اور افضل نسب محمد ﷺ کا ہے اور سب سے بہترین نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف اور آپ کے اہل بیت کی طرف ہے بشرطیکہ نسب صحیح ہو عرب وعجم میں بہت سارے لوگوں نے اپنے آپ کی نسبت اس عظیم نسب کی طرف کی ہے۔ جو اہل بیت کا فرد ہے اور مومن ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو فضائل سے نوازا ہے ایک ایمان اور دوسرا نسب اور جس نے اپنے آپ کو اہل بیت کی طرف منسوب کیا جبکہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو اس نے حرام کام کا ارتکاب کیا اس کی مثال ایسے ہی ہے جسے کسی نے کچھ نہ دیا گیا ہو اور وہ اعلان

[1] مسلم: ۲٤۰۸۔

کرے کہ مجھے سب کچھ دے دیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا آسودہ حال جس کو کچھ نہ دیا گیا ہو اس کی مثال جھوٹ کے کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔ ❶

صحیح حدیث میں ہے کہ اپنا نسب چھوڑ کر کسی اور طرف نسبت کرنا حرام ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے جان بوجھ کر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور طرف نسبت کی اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔ جس نے اپنے آپ کو کسی قوم کی طرف منسوب کیا جبکہ اس کے ساتھ اس کا تعلق نہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔'' ❷

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کہیں منسوب کرے یا پھر اس کی آنکھوں نے وہ دیکھا جو اس نے نہیں دیکھا (جھوٹا خواب بیان کیا) یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے۔ ❸

ابن تیمیہ فرماتے ہیں اہل بیت کے ساتھ نسبی تعلق کا اظہار فقط اسی شخص کے لیے جائز ہے جو واقعتاً اہل بیت کی طرف نسبت رکھتا ہے اور فرمایا اہل بیت کے لیے وقف چیز فقط وہی لے سکتا ہے جو اہل بیت سے نسبت رکھتا ہے ان سے پوچھا گیا کہ اس وقف کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جو اشراف کے لیے ہے اور وہ یہ کہے (کہ وہ اقارب میں سے ہیں) کیا اقارب شرفاء ہیں یا پھر شرفاء میں شامل نہیں؟ اور کیا وقف سے وہ کچھ لے سکتے ہیں یا نہیں؟

انہوں نے جواب دیا: الحمدللہ اگر وقف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے لیے ہے یا پھر بعض اہل بیت کے لیے ہے جیسا کہ علوی، فاطمی اور طالبی وغیرہ جن کے تحت بنوجعفر بنوعقیل اور عباسی وغیرہ داخل ہیں ان میں سے جس کا نسب صحیح اور ثابت ہو وہی لے سکتا ہے۔ اگر کوئی

---

❶ مسلم۲۱۲۹۔ ❷ بخاری :۳۵۰۸؛ مسلم: ۱۲۲۔

❸ بخاری: ۳۵۰۹۔

فقط دعویٰ کرے کہ وہ ان میں شامل ہے یا پھر اس کے متعلق واضح ہو جائیکہ ان میں شامل نہیں ہے تو وہ اس وقف کا مستحق نہیں ہے اگرچہ وہ دعویٰ کرے کہ وہ اہل بیت میں سے ہے جیسا کہ عبداللہ بن میمون قداح کی اولاد وغیرہ۔ نسب کا علم رکھنے والے علماء جانتے ہیں کہ یہ لوگ اہل بیت میں شامل نہیں اور علمائے حدیث وفقہ اور انساب بھی اس کی گواہی دیتے ہیں اور یہ امت مسلمہ کی معتمد کتب میں بھی موجود ہے۔

اسی طرح اگر کوئی اشراف پر وقف کرے تو عرف میں بھی اس لفظ میں فقط وہی لوگ داخل ہوں گے جن کا نسب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہل بیت کے ساتھ صحیح ثابت ہو۔

اور اگر وقف کرنے والا وقف کرتے ہوئے (بنی فلاں) یعنی فلاں کی اولاد کا نام لے کر کرے اور اہل بیت پر وقف کرنے کا ذکر نہ کرے تو ان لوگوں کے استعمال جائز ہوگا جن کا اس نے نام لیا ہے۔ [1]

[1] مجموع فتاوى ابن تيميه: ١٣/ ٩٣۔

فصل 2

اہل بیت علیہم السلام کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

اس فصل میں پڑھیے:

1. نبی ﷺ کے اہل بیت کی محبت کا حکم
2. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانی اہل بیت کی تعریف وتوثیق اوران کا دفاع
3. تابعین عظام رحمہ اللہ کی زبانی اہل بیت کی تعریف وتوثیق اوران کا دفاع
4. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوراہل بیت علیہم السلام کی آپس میں ازدواجی رشتہ داریاں
5. ابن تیمیہ اورمحمد بن عبدالوہاب کے تاثرات
6. اہل بیت کی زبانی صحابہ کرام کی مدح سرائی
7. خلفائے ثلاثہ کے متعلق علی رضی اللہ عنہ اوراہل بیت کا موقف

اہل بیت علیہم السلام کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ

اہل سنت والجماعت اہل بیت کی قدومنزلت اور فضیلت پر متفق ہیں جس کی وصیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیرخم پر کی تھی۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب العقیدۃ الواسطیۃ میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ اہل بیت سے محبت اور ان سے دوستی رکھتے ہیں اور ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی مکمل پاسداری کرتے ہیں کہ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیرخم پر فرمایا تھا: میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلا رہا ہوں۔ [1]

آپ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا تھا جب آپ کو یہ شکایت پہنچی تھی کہ بعض قریش بنو ہاشم کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھے ہوئے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم سے اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کے لیے محبت نہ کرنے لگیں۔ [2]

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل کو منتخب کیا ہے اور بنی اسماعیل سے کنانہ کو اور کنانہ

---

[1] مسلم: ۳٤۰۸۔

[2] مسند احمد ۱۷۷۲ ، ۱۷۷۷ ؛ فضائل صحابہ ۱۷٥٦ ؛ مصنف ابن ابی شیبہ ۳۲۲۱۳۔ احمد شاکر نے، اسے صحیح جبکہ شیخ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کی سند مرسل ضعیف ہے شیخ وصی اللہ عباس حفظ اللہ نے اسے موصولاً بیان کیا ہے (تعلیق فضائل الصحابہ) یہ سند صحیح ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے (اس شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جو تم سے اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے محبت نہ کرے ۳۷٥۷۔

سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا ہے اور بنی ہاشم سے مجھے چنا ہے۔ ❶

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: اہل سنت روافض کے طریقہ کار سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان سے بغض رکھتے ہیں اور اہل سنت نواصب کے عمل سے بھی لاتعلق ہیں جو اہل بیت کو اپنے قول وعمل سے تکلیف دیتے ہیں۔ ❷

محمد خلیل ہراس عقیدہ واسطیہ کی تشریح میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یہ آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس کے افراد ہیں یہ تمام لوگ بنی ہاشم میں شامل ہیں ان کے ساتھ بنو مطلب بھی ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ جاہلیت اور اسلام میں ہمارے ساتھ ہیں۔ ❸

اہل سنت والجماعت اہل بیت کی حرمت کا خیال رکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی پاسداری کرتے ہیں وہ ان کو ان کے اسلام اور اسلام میں سبقت کی بناء پر محترم سمجھتے ہیں اور جو انہوں نے اسلام لانے کے بعد تکالیف اٹھائی ہیں ان کا اعتراف کرتے ہیں۔

غدیر خم، خ کی پیش کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی کا نام ہے جو رنگریز تھا اس کو یہ جگہ یعنی غدیر خم پیش کی گئی تھی یہ جگہ جحفہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ خم، ایک درخت کا نام ہے جس کی طرف غدیر کی نسبت کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے چچا کے لیے یہ فرمان کہ ''وہ مومن نہیں ہو سکتے حتی کہ تم سے اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کے لیے محبت کریں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوگا حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اہل بیت سے محبت کرے کیونکہ وہ اولیاء اللہ میں شامل ہیں اور وہ اہل اطاعت ہیں جن کی محبت اور دوستی ہر مسلمان پر فرض ہے اور دوسری وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری ہے اور ان کے ساتھ نسبی تعلق ہے۔ ❹

---

❶ مسلم: ٢٢٧٦۔ ❷ العقیدہ الواسطیہ۔

❸ بخاری: ٢٩٧١۔ ❹ شرح العقیدہ الواسطیہ خلیل هراس: ٣٧٧۔

اہل سنت والجماعت اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں ان سے دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور غدیرخم پر جو وصیت رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق کی تھی اس کی پاسداری کرتے ہیں۔ ❶

اہل سنت ان سے محبت رکھتے ہیں اوران کی تکریم کرتے ہیں کیونکہ یہ محمد ﷺ کی محبت میں ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ سنت کی اتباع اور صراط مستقیم پر چلنے والے ہوں جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اوران کی اولاد، حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کی آل اولاد البتہ اگر ان میں سے کوئی سنت کی مخالفت کرے یا صراط مستقیم کی پیروی نہ کرے تو پھر اس کے ساتھ محبت اور دوستی کا سوال ہی پیدانہیں ہوتا اگرچہ وہ اہل بیت کا فرد ہی کیوں نہ ہو؟

اہل سنت کا موقف اہل بیت کے متعلق اعتدال اور میانہ روی پر مبنی ہے وہ اہل بیت کے ان افراد سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں جو اہل دین اور اہل استقامت ہیں اور اس سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جو سنت کا مخالف ہے اور دین سے منہ موڑ چکا ہے اگرچہ وہ اہل بیت کا فرد ہی کیوں نہ ہو؟ ان میں سے جو دین پر قائم نہیں اسے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کوئی فائدہ نہ دے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ (الشعراء: ٢١٤) تو آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو بچا لو میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا، اے عباس بن عبدالمطلب اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا، اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیہ میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا۔ اے فاطمہ بنت محمد ﷺ میرے مال سے جو چاہو لے لو مگر میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا۔ ❷

اور ایک حدیث میں ہے جس کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا اس کو اس کا نسب آگے نہ کر

---

❶ یہ بیان پہلے گزر چکا ہے۔

❷ بخاری ٢٧٥٣؛ مسلم: ٢٠٥۔

سکے گا۔ اہل سنت والجماعت ان لوگوں سے لاتعلق ہیں جو اہل بیت کی شان میں غلو (حد سے بڑھ جانا) کرتے ہیں اور ان کو معصوم جانتے ہیں اور وہ ان ناصبیوں سے بھی لاتعلق ہیں جو اہل بیت کو برا بھلا کہتے ہیں اور خرافاتیوں سے بھی بے زار ہیں جو اہل بیت کو واسطہ بناتے ہیں اور ان کو اللہ کے علاوہ رب مان لیتے ہیں۔ یعنی اہل سنت افراط وتفریط، سختی اور غلو سے بچتے ہوئے اہل بیت کا حق تسلیم کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو سے کام لیا تھا آپ نے ان کو زندہ جلا ڈالا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا حکم دیا مگر یہ تجویز کیا کہ ان کو تلوار سے قتل کیا جائے آگ میں نہ جلایا جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سبا کو قتل کرنا چاہا مگر وہ بھاگ گیا اور کہیں روپوش ہوگیا۔ [1]

باقلانی نے اپنی کتاب انصاف میں کہا ''مسئلہ: بہترین امت'' یاد رکھو کہ بہترین امت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور صحابہ کرام میں سے عشرہ مبشرہ افضل ہیں اور ان میں خلفائے اربعہ افضل ہیں ہم اہل بیت کے فضل اور ان کی قدر منزلت کے قائل ہیں۔ اسی طرح ہم ازواج مطہرات کی فضیلت کا بھی اقرار کرتے ہیں اور انہیں مومنوں کی مائیں تصور کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اعلان فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں واضح کیا ہے ہم ان تمام کے متعلق بہترین خیالات رکھتے ہیں۔ ہم اس شخص کو بدعتی، گمراہ اور فاسق سمجھتے ہیں جو ازواج مطہرات پر طعنہ زنی کرے یا ان میں سے کسی ایک کے بارے غلط زبان استعمال کرے کیونکہ کتاب وسنت کے بے شمار دلائل ان کی فضیلت، مدح اور مقام ومرتبہ پر موجود ہیں۔ جو ان دلائل کے خلاف بیان دے یا اس کے خلاف سوچ رکھے تو وہ فاسق وفاجر اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔ [2]

قاضی عیاض فرماتے ہیں جس نے اہل بیت، صحابہ کرام یا آپ کی ازواج مطہرات کو برا

---

[1] مسلم: ۲٦۹۹۔

[2] الانصاف: ۲۲۔

بھلا کہا وہ ملعون ہے۔ ❶

ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی بھی صحابی کی محبت کو کم نہیں سمجھتے اور کسی سے بھی لاتعلقی کا اظہار نہیں کرتے جو کوئی ان سے عداوت رکھے ہم اس سے عداوت اور بغض رکھتے ہیں اور جو کوئی ان کو اچھے الفاظ سے یاد نہ کرے ہم اس سے دشمنی رکھتے ہیں اور ہم ان کا تذکرہ خیر اور بھلائی سے کرتے ہیں اور فرمایا: جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ، ازواج مطہرات کے متعلق پاکیزہ خیالات رکھے اور اہل بیت کو رجس سے پاک خیال کیا تو وہ نفاق سے بری ہو گیا۔ ❷

امام حسن بن علی بر بہاری فرماتے ہیں: بنی ہاشم کی رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی بناء پر ان کی فضیلت کا اعتراف کرو، قریش اور عرب کے فضل کو تسلیم کرو۔ اسلام میں ان کے حقوق ہیں، قوم کے موالی ان میں سے ہی ہیں۔ ہر انسان کا اسلام میں حق پہچانو، انصار کا فضل جان لو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق وصیت کی ہے۔ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو بھی نہ بھولو ان کی فضیلت اور بزرگی کا اعتراف کرو۔ ❸

امام ابوبکر محمد بن حسین آجری کہتے ہیں: ہر مسلمان پر نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اور بنو ہاشم کی محبت واجب ہے۔ بنو ہاشم سے مراد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اولاد، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی آل اولاد، حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور ان کی آل اولاد، جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اولاد، حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد اور عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اولاد۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت ہیں ان کی محبت اور تعظیم واجب ہے۔ ان سے اچھا برتاؤ کیا جائے ان کے متعلق صبر وتحمل کا مظاہرہ اور ان کے لیے دعا بھی کی جائے۔ ❹

---

❶ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ.

❷ العقیده الطحاویة شرح ابن ابی العز: ٤٦٧.   ❸ شرح السنة بهاری: ٩٦۔

❹ الشریعة للآجری: ٩٦، ٩٧.

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ ازواج مطہرات کی عظمت ومحبت کا اعتراف کیا جائے اور ان کو مومنوں کی مائیں تصور کرنے پر اپنی رضا مندی ظاہر کی جائے اور انہیں ہر قسم کی برائی سے پاک، طاہر اور صاف سمجھا جائے۔ ان میں سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں جن کی پاک دامنی کا اعلان قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور وہ دنیا و آخرت میں آپ کی زوجہ محترمہ ہیں وہ آدمی جو اس زوجہ محترمہ پر زنا کی تہمت لگائے جس کی پاکدامنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتاری ہے وہ اللہ تعالیٰ ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ [1]

امام عبداللہ بن محمد اندلسی قحطانی نے نونیہ میں فرمایا: (اشعار کا ترجمہ)

''اہل بیت کے حقوق کی پاسداری کرو، علی رضی اللہ عنہ کی صحیح قدر پہچانو، ان کی قدر ومنزلت میں کمی زیادتی نہ کرو، ان کی وجہ سے ہی ایک گروہ کو آگ میں جلایا گیا، ایک گروہ تو انہیں خلیفہ تسلیم نہیں کرتا، اور دوسرے نے ان کو معبود بنالیا۔'' [2]

حافظ حکمی نے اپنے منظوم کلام میں فرمایا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور صحابہ کرام سے عار کو دور کرو، ہم ان کی محبت کا اعتقاد رکھتے ہیں، صحابہ کرام کے باہمی اختلاف کے متعلق خاموش رہنا ہی راہ حق ہے۔ ان میں سے ہر ایک اجتہاد کرنے والا ہے، رافضیوں کے لیے بربادی ہے اور ناصبیوں کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری ہے اور خارجیوں کے لیے تباہی ہے جو گمراہ ہو چکے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہیں۔ [3]

اس وضاحت اور بیان کے بعد اس شخص پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ اہل سنت والجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ بغض اور عداوت رکھتے ہیں حالانکہ اہل سنت کا عقیدہ

---

[1] لمعة الإعتقاد لشرح ابن عثيمين : ١٥٦ .

[2] الجوهرة الفريدة فى تحقيق العقيدة : ٣١۔

[3] كفاية الإنسان، ص : ٤١ .

اہل بیت کے بارے میں واضح اور صاف ہے۔مگر یہ سچ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک اہل بیت کے حق میں غلو (حد سے بڑھنا) صحیح نہیں ہے۔ یہ بات وہ ہر نبی اور رسول کے متعلق بھی کہتے ہیں۔ وہ اہل بیت، انبیاء، رسل اور صالحین کی قبروں کے طواف اور جانور ذبح کر کے قبور کی تعظیم کو حرام کہتے ہیں ان کے نزدیک قبروں پر عمارت بنانا اور ان کے تقرب کے لیے نذر و نیاز دینا حرام ہے، ان کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اہل بیت کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔

بعض غالی اور گمراہ قسم کے لوگ صحابہ کرام کے متعلق اہل سنت کے اس عقیدہ کا بھی انکار کرتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہیں اور ان کے نزدیک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے بہترین لوگ ہیں جن میں عشرہ مبشرہ افضل اور خلفائے اربعہ افضل ترین ہیں۔ یہ گمراہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام دین سے پھر گئے تھے اور انہوں نے اہل بیت کی فضیلت کا انکار کر دیا تھا اور اہل بیت سے خلافت چھین لی تھی۔ (نعوذبالله من ذلك)

اہل سنت کے ہاں غدیرخم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بہت اہم اور عظیم ترین ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے جسے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غدیرخم مقام پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا: امابعد! اے لوگو! میں بھی بشر ہوں قریب ہے کہ میں داعی اجل کو لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں پہلی اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور دوسری میرے اہل بیت میں اپنے اہل بیت کے متعلق تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ (3 دفعہ)

امام نووی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں بعض علماء نے فرمایا: آپ نے کتاب اللہ اور اہل بیت کی عظمت کی بنیاد پر ایسا فرمایا ہے کیونکہ ان کی شان بلند ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں اہل بیت کے لیے وصیت، ان کی محبت کی تاکید اور ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ہے، قرآن مجید کی اطاعت امت مسلمہ پر واجب ہے، یہ اصل ایمان ہے یہ وہ ہدایت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اسی طرح اہل بیت کی محبت فرض ہے ان کی محبت اور ان سے دوستی واجب ہے ان کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کی پاسداری کرنا لازم ہے۔ یہی وہ دو اہم چیزیں ہیں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے۔ [1]

امام قرطبی فرماتے ہیں: اس عظیم حدیث میں اہل بیت کی تعظیم کرنے کی وصیت ہے اور یہ کہ ان کا احترام واجب ہے اور ان کی تعظیم فرض ہے اور کسی مسلمان کو اس میں عذر خواہی کا اختیار نہیں ہے۔ [2]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اہل بیت کے متعلق کسی بھی وصیت کا انکار نہیں کرتے اور ان سے احسان سلوک کا جو حکم ہے اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں، ان کا احترام اور عزت فرض ہے کیونکہ وہ پاک نسل میں سے ہیں۔ ان کا نسب زمین میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے یہ لوگ حسب ونسب کے لحاظ سے بہت اعلیٰ ہیں خصوصاً جب یہ لوگ سنت کی اتباع کرنے والے ہوں جیسا کہ سلف صالحین میں سے عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اولاد علی رضی اللہ عنہ اور ان کی آل اولاد رضی اللہ عنہم۔

امام سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت اور ان سے دوستی رکھتے ہیں وہ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی مکمل پاسداری کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے غدیر خم مقام پر وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: میں تمہیں اپنے اہل بیت کے

---

[1] مجموع فتاوی: ٦/ ٤٢٢۔

[2] تفسیر قرطبی ١/ ٢٠١۔

متعلق اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ ❶

اور آپ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا جب انہوں نے بعض قریش کی بے رخی کی شکایت کی کہ وہ بنی ہاشم سے ناروا سلوک رکھتے ہیں:

''اللہ کی قسم کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک تم سے اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کے لیے محبت نہ کرے۔'' ❷

❶ اسی کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔
❷ تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کا حکم

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اہل بیت کی محبت ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اہل بیت کی محبت کے واجب ہونے پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلیل ہے۔

﴿ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ (الشوریٰ: ۲۳)

''کہہ دیجیے میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا مگر رشتہ داری کی محبت۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہل بیت کے حقوق کی پاسداری کرنے کی وصیت کی ہے آپ نے فرمایا: میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں [1] اور فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان کو پکڑو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک قرآن مجید اور دوسرا میرے اہل بیت یہ دونوں حوض تک پہنچنے میں کبھی جدا نہ ہوں گے پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔ [2] یہ حدیث دلیل ہے کہ آپ کے اہل بیت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو سکیں گے آپ نے فرمایا: قیامت والے دن میرے نسب اور میری رشتہ داری کے علاوہ تمام نسب ختم ہو جائیں گے۔ [3]

وہ امور جن کی بناء پر اہل بیت سے محبت کی تاکید ہے ان میں سب سے پہلے ان کا اسلام لانا اور اسلام کی طرف سبقت کرنا دوسرے نمبر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت تیسرے نمبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترغیب دینا کہ ان کے حق کی پاسداری کرو چوتھے نمبر پر یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سبب ہونا ہے اور یہ کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل کو چنا اور بنی اسماعیل

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ [2] ترمذی: ۳۷۸۸۔

[3] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا[1] آپ چنے ہوئے لوگوں میں سے بھی چنے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ میں شرف وفضیلت اور بزرگی کے تمام اوصاف کو جمع کر دیا ہے۔

اہل سنت والجماعت صحابہ کرام اور اہل بیت دونوں کی محبت کا اقرار کرتے ہیں اور ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں سمجھتے ہیں جیسا کہ بعض غالی قسم کے لوگوں کا خیال ہے، وہ اہل بیت کو برا بھلا نہیں کہتے جیسا کہ بعض ناصبیوں کا طریقہ کار ہے۔ یہ روش بنی امیہ کے دور میں چل نکلی تھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد کچھ لوگ جنگ جمل اور صفین کی وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کو برا بھلا کہنے لگ گئے تھے۔ ان کا یہ فعل بہت بڑا گناہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے باطل کر دیا۔ اس روش کو سب سے پہلے عادل خلیفہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ختم کیا انہوں نے برسرِ منبر علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کو برا بھلا کہنے سے منع کر دیا جس سے الحمدللہ یہ بدعت ختم ہوگئی مگر صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہنے کی بدعت باقی رہی اور اہل بیت کے متعلق غلو پروان چڑھا۔ اہل سنت والجماعت اہل بیت اور صحابہ کرام دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

وہ ازواج مطہرات کی بھی دل سے قدر کرتے ہیں اور ان کی تعظیم ومحبت کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ آخرت میں بھی یہی ازواج مطہرات آپ کی بیویاں ہونگی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی تمام اولاد ہے سوائے ابراہیم کے وہ ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے ایمان کا اظہار کیا اور ہر طرح سے آپ کا تعاون کیا۔ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے گوشت کی دوسرے کھانوں پر ہے۔ یہ دونوں افضل ہیں ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے صحیح بات یہ ہے کہ ہر ایک کی الگ الگ

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

فضیلت ہے اور اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ نبی ﷺ کے ساتھ تعاون اور اولاد کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو خدیجہ رضی اللہ عنہا اور علم وتعلم اور امت کو علمی فائدہ کے اعتبار سے دیکھیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا۔

اہل سنت رافضیوں کے طریقہ کار سے بھی بری الذمہ ہیں جو صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور طریقہ ناصبیہ سے بھی دور ہیں جو اہل بیت کو تکلیف دیتے ہیں۔

رافضیوں کا یہ نام اور لقب سب سے پہلے زید بن علی نے رکھا جو بنی عباس کی حکومت کے اوائل میں ظاہر ہوئے، بہت سے شیعہ نے ان کی بیعت کی ان لوگوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے لاتعلقی کا اظہار کریں مگر انہوں نے اس بات سے انکار کردیا جس کے نتیجے میں شیعہ ان کو چھوڑ کر دور چلے گئے تو انہوں نے فرمایا۔ (رفضتمونی) ''تم نے مجھے چھوڑ دیا ہے'' اس دن سے ان کو رافضہ کہا جاتا ہے یہ لوگ بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہیں ان میں سے کچھ غالی (گمراہ ترین) اور کچھ کم درجے میں ہیں۔ ان کے فرقے معروف ہیں۔

ابن ابی العز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کا یہ قول ہم کسی صحابی اور اہل بیت سے لاتعلقی کا اظہار نہیں کرتے جیسا کہ روافض کا طریقہ ہے۔ وہ اہل بیت سے محبت اور ان کی تعظیم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے لاتعلقی کی بنیاد پر نہیں کرتے۔ وہ ان سب کو مکمل وعدل انصاف کے ساتھ ان کے اصل مقام پر اتارتے ہیں وہ تعصب اور خواہش نفسانی سے کام نہیں لیتے کیونکہ ایسا کرنا سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کو پامال کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ﴾ (الجاثیہ: ۱۷)

''انہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی سرکشی کے۔''

صحابہ کرام کے اہل بیت کے لیے
تعریفی کلمات اور ان کا دفاع

جاہل لوگوں نے کس قدر صحابہ کرام پر الزام لگائے ہیں خصوصاً ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر کہ وہ اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے تھے یا یہ کہ وہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے تھے اور ان کو گالیاں دیتے تھے؟ اللہ کی قسم! وہ لوگ اس الزام سے بری ہیں، اور وہ اس قدر عظیم ہیں کہ ان پر ایسی تہمت کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور مصائب کا صبر وہمت سے مقابلہ کیا تعجب ہے کہ پھر بھی ان پر اہل بیت کو ایذاء رسانی کی تہمت لگائی گئی ہے یقیناً یہ بہت بڑی جہالت ہے اور حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش ہے لہٰذا میں نے سوچا کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان واضح اقوال کا ذکر کروں خصوصًا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال جو اہل بیت کے بارے میں ہیں تاکہ جاہل کے لیے کسی قسم کا کوئی بہانہ باقی نہ رہے۔ یہ بیان درج ذیل امور پر مشتمل ہے۔

اوّل: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت اور ان کی تعریف:

اہل بیت کے متعلق کی گئی وصیتوں میں سے ایک بہت بڑی وصیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اگر اس کی بنیاد پر پوری امت کے ایمان کے ساتھ ان کے ایمان کا موازنہ کیا جائے تو ان کا ایمان بھاری ہوگا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور وزیر ہیں بخاری رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی

آپ کے اہل بیت کا خیال رکھ کر حاصل کرو۔ ❶

حافظ ابن حجر اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے وصیت کی ہے کہ وہ اہل بیت کے حقوق کی پاسداری کریں ان کی حفاظت کریں، ان کو تکلیف نہ دیں اور ان کو برا بھلا نہ کہیں۔

بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو اپنی قرابت سے بھی عظیم تر خیال کرتے تھے۔ ❷ بخاری اور مسلم میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ ❸

یہ ہیں صدیق رضی اللہ عنہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری اپنی قرابت اور رشتہ داری سے زیادہ عزیز ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھا کر مسجد سے نکلے اور علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں آپ نے ان کو کندھے پر اٹھا لیا اور فرمایا میرے ماں باپ قربان ہو جائیں یہ (حسن) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے مشابہہ نہیں ہیں۔ (یہ منظر دیکھ کر) علی رضی اللہ عنہ ہنستے رہے۔ ❹

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں اس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور اہل بیت کے ساتھ محبت کا اظہار ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ کیسا الفت بھرا، بے تکلف رشتہ

---

❶ صحیح بخاری: فضائل الصحابه باب قرابة رسول الله: ٣١٧۔
❷ بخاری مع الفتح: (٣٧١٢) ٧/ ٧٨؛ مع الشرح: (١٧٥٩) ١٢/ ٣٢٢۔
❸ بخاری مع الفتح: (٣٧١٢) ٧/ ٧٨؛ مع الشرح: (١٧٥٩) ١٢/ ٣٢٢۔
❹ حدیث نمبر ٣٥٤٢۔

اور بھائی چارہ ہے مگر یہ ظالم لوگ کیسے طوفان باندھتے ہیں؟

شیعہ امامیہ کی کتاب میں بھی اس بات کا تذکرہ ہے شیخ مفید معروف شعیہ عالم نے لکھا کہ سیدنا ابوبکر صدیق ایک رات عشاء کا کھانا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاں دوسری رات حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں اور اگلی رات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں کھاتے تھے۔ ❶

یہ ہے تعلق صدیق رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے درمیان کہ جس میں کسی اختلاف اور جھگڑا کا کوئی تصور نہیں ہے ان دو گھرانوں میں کوئی دوری اور کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ لوگ جھوٹے دعوے اور بے بنیاد خبریں پھیلاتے رہتے ہیں، ہم شعیہ امامیہ کی کتب سے چند روایات ذکر کریں گے جس میں اہل بیت صحابہ کرام کی تعریف وتوثیق کرتے ہوئے نظر آئیں گے اور جن سے اس محبت اور تعلق کا گہرا ہونا ثابت ہوگا۔ ان روایات سے ثابت ہوگا کہ اہل بیت اور خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے درمیان انتہائی بہترین تعلق اور مکمل بھائی چارہ تھا۔

دوم۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اہل بیت کے لیے محبت اور ان کی تعریف:

آپ اس امت کے فاروق ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ ان سے راضی تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب کہا گیا کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کردیں تو آپ نے فرمایا: میں اس کام کے لیے ان چند لوگوں سے زیادہ کسی کو حقدار نہیں سمجھتا کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو ان سے راضی تھے پھر آپ نے چند افراد کے نام لیے۔علی،عثمان، زبیر،طلحہ،سعد،عبدالرحمان۔ ❷

عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ کی قسم جب سے آپ اسلام لائے ہیں تب سے آپ کا اسلام مجھے خطاب کے اسلام سے زیادہ عزیز ہے اگر وہ

---

❶ الإرشاد للشيخ المفيد ص: ١٤۔

❷ صحيح بخاری مع الفتح: (٣٧٠٠) ٧/ ٦١۔

اسلام لے آتا، اور یہ اس لیے ہے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا اسلام لانا رسول اللہ ﷺ کے ہاں خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ عزیز ہے۔ ❶

ابن عبدالبر نے اپنی سند سے سعید بن مسیّب کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ایسے مشکل فیصلوں میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے جن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہوتے تھے۔ ❷

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ جس قدر علی رضی اللہ عنہ سے عزت واحترام سے پیش آتے ہیں کسی اور سے نہیں آتے تو انہوں نے فرمایا: وہ میرے سردار ہیں۔ ❸

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت کے ساتھ محبت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جو کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد ہیں کبار صحابہ کرام جو کہ بدر میں شریک تھے کی مجلس میں بٹھاتے تھے جب کہ ان صحابہ کرام کے بیٹے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہم عمر تھے آپ اتنی عزت کسی اور نوجوان کو نہ دیتے تھے۔ اس سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علمی مقام اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی قدر ومنزلت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

بخاری رحمہ اللہ اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے کبار بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مجلس میں بٹھاتے تھے، کسی نے کہا۔ آپ اس نوجوان کو ہمارے برابر بٹھاتے ہیں حالانکہ ہمارے بیٹے ان کی عمر کے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ کن لوگوں میں ہیں؟ پھر ایک دن آپ ان کو اور مجھے بلایا مجھے اندازہ تھا کہ وہ میری (علمی حیثیت) ان کو دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اس

---

❶ طبرانی فی الکبیر: ۹/ ۸؛ ۱۳۰؛ وصحیحه الالبانی۔

❷ استیعاب: ۳/ ۹۳۔

❸ الریاض النضرة: ۳/ ۱۲۸؛ دار قطنی ابن عساکر: ۲٤/ ۲۳۵؛ مگر اس کی سند ضعیف ہے حسین بن حسن ضعیف راوی ہے شیخ البانی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں: ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ بعض نے کہا ہمیں علم نہیں بعض نے کہا ہمیں استغفار کا حکم ہے۔ جبکہ بعض نے کوئی بات نہیں کی آپ نے پوچھا ابن عباس تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں آپ نے پوچھا کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ تو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کی خبر دی ہے یہ اس وقت تھا جب اللہ کی مدد اور مکہ فتح ہو گیا۔ یہ تو آپ کی وفات کی علامت ہے لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کیجیے اور استغفار کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا بھی یہی خیال ہے جو آپ کا ہے۔ [1]

اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز استسقاء کے لیے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو ان کی قدومنزلت کے پیش نظر مقدم کیا۔ بخاری میں ہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قحط سالی ہوئی تو عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کے ذریعے بارش طلب کی اور فرمایا: اے اللہ! ہم تیری طرف تیرے نبی ﷺ (کی دعا) کا وسیلہ پکڑتے تھے اور تو بارش نازل فرما دیتا تھا اب ہم نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پکڑ رہے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما تو اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما دیتا تھا۔

یہاں عمر رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پکڑنا دعا کروانا ہے جیسا کہ بعض روایات میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ان روایات کا ذکر کیا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا انتخاب رسول ﷺ کے ساتھ قرابت اور رشتہ داری کی بنیاد پر کیا ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ! ہم نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پکڑ رہے ہیں یہ نہیں کہا کہ عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہم وسیلہ پکڑ رہے ہیں۔ یہ بات معروف ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں مگر عباس رضی اللہ عنہ رشتہ کے لحاظ سے آپ کے زیادہ قریب ہیں اگر رسول ﷺ کچھ مال چھوڑ کر جاتے تو عباس رضی اللہ عنہ وراثت میں مقدم ہوتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میراث حصہ داروں کو دو اور جو بچے وہ قریبی مرد (رشتہ دار)

[1] صحیح بخاری: ۱۰۱۰۔

کا ہے۔ ❶

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں جو آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: ''اے عمر کیا آپ کو علم نہیں ہے کہ انسان کا چچا باپ کی طرح ہی ہوتا ہے۔'' ❷ یعنی وہ ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر کیے تو لوگوں کے نام حسب ونسب کی بناء پر لکھے۔ آپ نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کے نام لکھے۔ پھر دیگر عربوں کے نام اور اس کے بعد عجمی لوگوں کا اندراج کیا یہ رجسٹر خلفائے راشدین، تمام خلفائے بنی امیہ اور عباس رضی اللہ عنہ کی آل اولاد کے دور میں ایسے ہی رہا بعد میں اس کو تبدیل کر دیا گیا۔ ❸

وہ مزید فرماتے ہیں: لوگو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ جب وہ رجسٹر میں نام درج کرنے لگے تو لوگوں نے کہا آپ سب سے پہلے اپنا نام لکھیے۔ آپ نے فرمایا: عمر کا نام اس مقام پر لکھو جو مقام اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے آپ نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز اوقارب کے نام لکھے پھر جو ان کے قریبی تھے اس کے بعد بنی عدی کی باری آئی۔ ان افراد کے نام قریش کے بہت سے قبائل کے بعد لکھے گئے۔ ❹

سوم: عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت اور ان کی تعریف:

امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ جب عباس رضی اللہ عنہ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرتے تو وہ دونوں اپنی سواری سے احتراماً اتر جایا کرتے تھے یہ

---

❶ مسلم: ١٦١٥۔

❷ مسلم: ٩٨٣۔

❸ اقتضاء صراط المستقیم ١/ ٤٤٦۔

❹ حواله سابقه: ١/ ٤٥٣۔

خلفائے راشدین اور رسول اللہ ﷺ کا آپس میں دامادی اور سسرالی رشتہ کی بناء پر تھا اور یہ بھی کہ خلفائے راشدین اور اہل بیت کا بھی آپس میں دامادی اور سسرالی تعلق قائم تھا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ پوری دنیا کے لیے یہ واضح ہے کہ خلفائے راشدین کا رسول اللہ ﷺ سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کو آپ کا سسر جبکہ عثمان غنی اور علی المرتضی رضی اللہ عنہما کو آپ کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ام المومنین عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کے سرتاج ہیں۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے نکاح کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے خود عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین راتیں مجھے خواب میں تم اس طرح دکھائی گئی ہو کہ فرشتہ تجھے ایک سفید ریشمی کپڑے میں لے کر آیا اور کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے جب اس کپڑے کو ہٹا کر دیکھا تو وہ تو تھی تو میں نے سوچا کہ اگر یہ اللہ نے فیصلہ کر لیا ہے تو یہ ہو کر رہے گا۔ [1]

سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے عقد میں رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں تھیں عثمان غنی کی شادی رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہو گئی۔ اسی لیے تو انہیں ذوالنورین کہا جاتا ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی شادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ کیا رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹیوں کی شادی بغیر کفو (برابری) کے کرنے والے تھے۔ ہرگز نہیں ایک روایت میں ہے آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں وہ بھی آپ کے نکاح میں دے دیتا۔ [2]

کیا رسول اللہ ﷺ نے بغیر سوچے سمجھے دو بیٹیوں کی شادی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

---

[1] بخاری: ٣٨٩٥؛ مسلم: ٢٤٤٨۔
[2] مسند احمد: ٧٨٢، ٨٣١۔

چہارم: صحابہ کرام کی اہل بیت سے محبت اور ان کی تعریف:

صحابہ کرام عمومی طور پر اہل بیت سے محبت رکھتے تھے ان کی قدر کرتے تھے اور ان کی عظمت کے قائل تھے اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

① جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ: ان کے متعلق عطیہ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ وہ ضعیف العمر تھے اور ان کی بھنویں ان کی آنکھوں پر گری ہوئی تھیں۔ میں نے عرض کیا ہمیں علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی بات بتائیں انہوں نے اپنی بھنویں اپنے ہاتھ سے اٹھاتے ہوئے فرمایا: وہ سب سے بہترین انسان ہیں۔ [1]

② ام المومنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا: سے ثابت ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتی تھی اور معاویہ اور علی رضی اللہ عنہ کے اختلاف میں علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتی تھیں کہ وہ حق پر ہیں حاکم نے اپنی سند سے جری بن کلیب العامری سے نقل کیا ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ صفین کی طرف نکلے تو میں نے قتال کو سخت ناپسند کیا میں مدینہ آیا اور سیدہ میمونہ بنت الحارث کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے دریافت کیا۔ کہاں سے ہو؟ میں نے عرض کیا کوفہ سے انہوں نے پوچھا کس قبیلہ سے؟ میں نے کہا بنی عامر سے تو انہوں نے کہا خوش آمدید آپ کا آنا مبارک ہو کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ صفین کی طرف روانہ ہوگئے ہیں جبکہ میں تو اس لڑائی کو ناپسند کر رہا ہوں اسی لیے یہاں آ گیا ہوں وہ کہنے لگیں کیا تم نے ان کی بیعت کی ہے میں نے کہا جی ہاں، تو وہ کہنے لگیں واپس جاؤ اور ان کا تعاون کرو وہ نہ تو خود گمراہ ہیں اور نہ ہی دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہیں۔ [2]

③ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا: مسلم میں ہے کہ شریح بن ہانی کہتے ہیں۔ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا کہ ان سے موزوں پر مسح کا مسئلہ دریافت کروں تو انہوں نے فرمایا: علی

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: (٣٢١٢٧) ٦/ ٣٧٣۔

[2] المستدرک: ٣/ ٤١٤؛ امام ذہبی کی موافقت ہے: ابن ابی شیبہ ٦/ ٣٧١۔

بن ابی طالب سے دریافت کرو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں جبکہ مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات تک مسح کی اجازت دی ہے۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاو وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

بخاری میں ہے عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بنی زہرۃ کے چند لوگوں کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قرابت کی وجہ سے ان سے انتہائی مشفقانہ رویہ اختیار کیا۔ ❷

④ فقیہ ابن فقیہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: بخاری میں سعد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کرنے لگا تو انہوں نے ان کے کاموں کی تعریف کی پھر فرمایا شاید تجھے میری بات اچھی نہیں لگی؟ اس نے کہا جی ہاں تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری ناک کو خاک آلود کرے۔ پھر اس نے علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ان کی بھی تعریف کی اور فرمایا ان کا گھر نبی ﷺ کے گھروں کے درمیان میں ہے۔ پھر فرمایا: شاید یہ بات بھی تجھے اچھی نہیں لگی؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے (ذلیل وخوار کرے) جاؤ میرے خلاف جو کر سکتے ہو کر لو۔ ❸

⑤ طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: طلحہ بن عبداللہ کہتے ہیں ابن عباس کو دین کا گہرا علم اور فہم شعور عطا کیا گیا تھا میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان پر کسی کو مقدم کیا ہو۔ ❹

---

❶ مسلم: ٢٧٦۔ ❷ بخاری: ٣٥٠٣۔

❸ بخاری مع الفتح، مناقب علی: ٧/ ٧٠؛ ٧١ (٣٧٠٤)۔

❹ الطبقات لإبن سعد: ٢/ ٣٧٠۔

⑥ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: رزین بن عبید سے نقل کیا جاتا ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا زین العابدین بن حسین بن علی تشریف لائے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پیارے باپ کے پیارے بیٹے کا آنا مبارک ہو۔ ❶

⑦ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: عمیر بن اسحاق کہتے ہیں میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا کہ ہماری ملاقات ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: مجھے دکھاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کہاں بوسہ دیا کرتے تھے تاکہ میں بھی دے سکوں انہوں نے اپنی قمیص اٹھائی تو ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ان کی ناف پر بوسہ دیا۔ ❷

صحیح بخاری میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مساکین کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والے جعفر بن ابی طالب تھے وہ مجھے اپنے ساتھ لے جایا کرتے اور جو کچھ ان کے گھر میں موجود ہوتا وہ کھلا دیا کرتے کبھی میرے پاس گھی کا ڈبہ لاتے جس میں گھی نہ ہونے کے برابر ہوتا تو اس کو توڑ ڈالتے جو کچھ اس میں ہوتا میں چاٹ لیا کرتا تھا۔ ❸

⑧ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ: شعبی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں زید رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھائی، میں ان کا خچر لے کر آیا کہ وہ سوار ہوسکیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سواری کی رکاب تھام لی زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ایسا نہ کرو تو انہوں نے کہا ہم اپنے علما کے ساتھ ایسے ہی کرتے ہیں تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا: ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم اہل بیت کے ساتھ ایسا سلوک کریں۔ ❹

⑨ امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حسن بن

---

❶ مسند احمد: ۸۹۰۷۔ ❷ مسند احمد: ۱۳۷۷۔

❸ بخاری: ۳۷۰۸۔

❹ المجالسة للدینوری: ١٣١٤؛ انساب الاشراف :٤/ ٤٦۔

علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تشریف لائے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خوش آمدید۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا آنا مبارک ہو اور ان کو تین ہزار درہم عطا کرنے کا حکم دیا۔ [1]

وہ ایک اور مقام پر ذکر کرتے ہیں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے ان کو دو لاکھ درہم عطا فرمائے اور کہا شاہد مجھ سے پہلے ان دونوں کو کسی نے اس قدر نہ دیا ہوگا تو حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے ہم سے افضل کسی شخص کو نہ دیا ہوگا۔ [2]

⑩ مسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ: مسور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بن حسن نے مسور بن مخرمہ کو ان کی بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ مجھے عشاء کی نماز کے بعد ملو۔ انہوں نے ملاقات کی مسور رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: اللہ کی قسم تمہارا نسب اور سسرال مجھے تمام حسب ونسب سے زیادہ عزیز ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے وہ جس سے تنگی محسوس کرے میں بھی اس سے تنگی محسوس کرتا ہوں جس سے وہ خوش ہو میں بھی اس سے خوش ہوتا ہوں۔ قیامت کے دن میرے حسب ونسب اور سسرال کے علاوہ سب حسب ونسب ختم ہو جائیں گے آپ کے نکاح میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں میں نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کیا تو وہ تکلیف میں زندگی بسر کریں گی لہٰذا وہ معذرت کر کے چلے گئے۔

---

[1] البداية والنهاية: ٢/ ١٤٠۔

[2] مسند احمد: ١٣٤٧۔

تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کی اہل بیت کے لیے تعریف اور ان کا دفاع

عمومی تعریف:

فاطمہ بنت علی بن ابی طالب بیان کرتی ہیں ان کو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا اے علی کی لخت جگر اللہ کی قسم! تم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مجھے عزیز نہیں اور تم مجھے اپنے گھر والوں سے بھی کہیں زیادہ عزیز ہو۔ [1]

ابن قیم رحمہ اللہ تاویل فاسد قبول کرنے کا بیان کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں: فاسد تاویل قبول کرنے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ تاویل کرنے والا اس کی نسبت کسی جلیل القدر اور بہترین نامور عقلمند معروف شخص کی طرف کرے یا اہل بیت میں سے کسی فرد تک اس کو پہنچائے یا اس شخص تک جسے امت مسلمہ کی طرف سے توثیق اور تعریف کا شرف حاصل ہوتا کہ یہ عام اور جاہل لوگوں کے ہاں بھی تسلیم کر لی جائے۔ کیونکہ لوگوں کے ہاں جس کی قدر ہو اس کی بات بھی تسلیم کرتے ہیں حتی کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر ترجیح دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہم سے زیادہ جانتے تھے۔

اسی طریقہ سے رافضی، باطنی، اسماعیلی اور نصیری اپنے باطل نظریات کی ترویج میں کامیاب ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے عقائد و نظریات کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی طرف کر دی وہ خوب جانتے تھے کہ لوگوں کے دلوں میں اہل بیت کی محبت اور عظمت

[1] طبقات ابن سعد: ٥/ ٣٣٣۔

موجود ہے اور وہ ان کی قدر و منزلت پر متفق ہیں۔ ان سے ایسی باتیں سننے والا سوچتا ہے کہ یہ اہل بیت کے دوست ہیں لہٰذا وہ لوگ اس کی آڑ میں اپنے باطل نظریات کی ترویج کرتے ہیں۔

جب تو اس سب پر غور کرے گا تو تجھے پتہ چلے گا اکثر لوگوں کے ہاں ان جھوٹے لوگوں کی بات تسلیم کرنے کی بنیاد فقط ایک گمان اور خیال کے سوا کچھ نہیں جس پر کوئی دلیل اور برہان نہیں ہے۔ یہ میراث ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو اپنے آباء واجداد کی آراء کے ساتھ متصادم کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مقابل اپنے آباء واجداد کی باتوں رکھا۔ یہی معاملہ ہر مقلد کا بھی ہے کہ وہ جس کی عظمت دل میں رکھتا ہے اسے حق کے مقابل لا کھڑا کرتا ہے اور قیامت تک ایسا ہی ہوگا۔ [1]

ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ شوری کی آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ (القربی) سے مراد قریش کے قبائل ہیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں بھی ہے پھر فرماتے ہیں ہم اہل بیت کے افراد کے لیے وصیت کا انکار نہیں کرتے ہیں، ان کے ساتھ احسان سلوک، ان کا احترام اور عزت لازم ہے کیونکہ وہ پاک نسل سے ہیں دنیا میں ان کا گھرانہ حسب ونسب کے لحاظ سے بہترین اور اعلی ہے بشرطیکہ وہ سنت کے پیروکار ہوں جیسا کہ ان کے اسلاف عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد ہے۔

انہوں نے اہل بیت کی عظمت کے متعلق ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا جو سلوک اور جو سوچ ان دونوں بزرگوں کی اہل بیت کے متعلق ہے وہ ہر مسلمان پر واجب ہے اس لیے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل ترین فرد ہیں بلکہ نبیوں کے بعد افضل ہیں اور تمام صحابہ سے ان کا مقام ومرتبہ زیادہ ہے۔

تہذیب الکمال میں ہے کہ ابوبکر بن ابی شبہ رحمہ اللہ نے فرمایا تمام اسانید میں سے

---

[1] الصواعق المرسلة: ١/ ٩٠۔

بہترین سند زہری عن علی بن حسین عن ابیہ عن علی ہے (ترجمہ علی بن حسین)

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں (علی بن حسین عن حسین بن علی عن علی بن ابی طالب) یہ صحیح ترین اسناد میں سے ہے اور جن لوگوں نے (عن ابیہ عن جدہ) سے نقل کیا ان میں سے قابل عظمت ہے۔

عباس بن عبدالمطلب کی تعریف:

امام ذہبی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ طویل قامت، خوبصورت، بارعب، گرج دار آواز والے مگر حلیم الطبع اور قوم کی قیادت کی صلاحیت رکھنے والے تھے۔ [1]

زبیر بن بکار کہتے ہیں: عباس رضی اللہ عنہ بنی ہاشم کے فقراء کو کپڑے دیا کرتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، لوگوں کی تہذیب سکھلاتے، مال خرچ کرتے اور مصائب میں ان کا تعاون کرتے۔

حمزہ بن عبدالمطلب کی تعریف:

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں وہ اسد اللہ اور اسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی کنیت ابوعمارۃ اور ابویعلی تھی۔ [2]

امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں: امام نڈر، اللہ کا شیر ابوعمارۃ، ابویعلی قریشی ہاشمی مکی، مدنی بدری، شہید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور ان کے رضاعی بھائی۔

علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی تعریف:

ابن عبدالبر نے فرمایا کہ احمد بن حنبل اور اسماعیل بن اسحاق القاضی نے فرمایا: جس قدر علی رضی اللہ عنہ کے فضائل قابل قبول سند سے مروی ہیں اور کسی کے نہیں اس طرح کا قول احمد بن

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۷۹؛ ۸۰۔

[2] الاستعاب: ۱/ ۲۷۰۔ حاشیة الاصابة۔

شعیب علی نسائی رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔ ❶

مزید فرمایا: حسن بن ابی الحسن البصری سے علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف عین نشانے پر لگنے والا تیر تھے اور اس امت میں اللہ والے انسان تھے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریبی اور صاحب فضیلت تھے، وہ اللہ کے حکم سے غافل نہ تھے وہ دین کے معاملے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال پر امین تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کو رہنما بنا کر بہت ہی کوشش اور ہمت سے کامیابی حاصل کی یہ علی بن ابی طالب کی شخصیت ہے۔ ❷

اور فرمایا: اصم نے عباس دوری سے بیان کیا وہ یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل ترین شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ ہیں یہ ہمارا مذہب اور ہمارے ائمہ کے اقوال کا خلاصہ ہے۔ ❸

مزید فرماتے ہیں ابواحمد الزبیری اور دیگر مالک بن مغول سے بیان کرتے ہیں وہ اُکیل وہ شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے علقمہ نے کہا کہ کیا تجھے علم ہے کہ اس امت میں علی رضی اللہ عنہ کی مثال کیا ہے؟ میں نے کہا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم کی مثال ہے کہ بعض نے تو اتنی محبت کی کہ وہ ان کی محبت میں برباد ہو گئے اور بعض نے ان سے دشمنی کی اور اسی دشمنی میں ہلاک ہو گئے۔ ❹

حضرت علقمہ نے خوارج اور رافضیوں کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں: امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے لوگوں نے اپنے درمیان موجود سب سے بہترین کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

---

❶ الاستيعاب؛ ٣/ ٥١۔
❷ حواله سابقه: ٣/ ٤٧۔
❸ حواله سابقه: ٣/ ٥٢۔
❹ حواله سابقه: ٣/ ٦٥۔

احمد بن حنبل فرماتے ہیں: جو ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اقرار نہیں کرتا وہ گدھے سے بھی بدتر ہے۔

اور فرمایا: پوری امت کا اجماع ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قبلتین رخ ہو کر نماز پڑھی ہے۔ ہجرت کی، بدر میں حاضر ہوئے، حدیبیہ اور تمام اہم مواقع پر موجود تھے، بدر میں ان کی آزمائش ہوئی خندق اور خیبر میں بھی آزمائے گئے انہوں نے مشکل وقت میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور ذمہ داری کو احسن طریقے سے سرانجام دیا، بہت سے مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم ان کے ہاتھ میں تھا اور بدر کے دن میں بھی بالا ختلاف ان کے ہاتھ میں تھا، جب احد کے دن مصعب بن عمیر شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم ان کے ہاتھ میں دیا۔ [1]

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ کی حد درجہ تکریم کرتے تھے وہ ان کو مال اور تحائف عطا کرنے میں مقدم رکھتے تھے بلکہ تمام بنی ہاشم کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔ وہ ہر لحاظ سے علی رضی اللہ عنہ کو مقدم رکھتے ان کے مرتبہ، عزت، حرمت اور تعظیم کی مکمل پاس داری کرتے تھے اور وہ ان کے ساتھ والوں کو بھی قابل عزت مقام عطا کرتے تھے جو کہ دوسروں کو حاصل نہ تھا، علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کا ان سے قطعاً کوئی جملہ منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے بھی کوئی بات منقول نہیں بلکہ ابوبکر رضی اللہ عنہما کے لیے تعریفی کلمات اور ان سے محبت کا اظہار ہی ثابت ہے۔ [2]

وہ مزید فرماتے ہیں: اہل سنت علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں اور وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ خلفائے راشدین میں سے ایک خلیفہ راشد ہیں۔ [3]

حافظ ابن حجر فرماتے ہین: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم الہاشمی، حیدر ابو تراب، ابوالحسین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے شوہر۔ سابقین

---

[1] حواله سابقه: ٣/ ٣٣۔
[2] منهاج السنة: ٦/ ١٧٨۔
[3] حواله سابقه: ٦/ ١٨۔

اور اوّلین میں شامل، جمہور اہل علم کے نزدیک سب سے پہلے اسلام لانے والے، عشرہ مبشرہ میں سے ایک، عربوں میں سبقت لے جانے والے، وہ چالیس ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے جبکہ وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے افضل شخص تھے اور اس بات پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ راجح قول کے مطابق ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ ❶

امام نعمان بن محمود بن عبداللہ ابو البرکات خیر الدین آلوسی سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا گیا جس کا دعویٰ یہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ اہل بیت میں شامل نہیں ہیں اور یہ کہ ان کو درود وسلام کے صیغہ میں شامل سمجھنا صحیح نہیں ہے تو انہوں نے جواب دیا: علی رضی اللہ عنہ اہل بیت میں شامل ہیں اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے یہ مسئلہ اس قدر واضح ہے کہ دلیل طلب کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہ اہل بیت میں سے افضل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ چادر کے نیچے داخل کیا تھا اور فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے رجس (گندگی) کو دور کردے اور ان کو پاک وصاف کردے۔ ❷

علی رضی اللہ عنہ کے پندرہ بچے اور اٹھارہ بچیاں تھیں۔ یہ بات العامری نے اپنی کتاب ''الریاض المستطابة فی جملة من روی فی الصحیحین من الصحابه'' میں صفحہ نمبر ۱۸۰ پر نقل کی ہے۔ پھر اس نے ان بچوں کے نام اور ان کی ماؤں کے نام بھی تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ آخر میں کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کی نسل، حسن، حسین، محمد، عمر اور عباس سے چلی ہے۔

حسن بن علی بن ابی طالب کی تعریف:

مساور السعدی بیان کرتے ہیں: ''جس دن حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اس دن میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں روتے دیکھا اور وہ اونچی آواز سے فرما رہے تھے۔

اے لوگو! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب دنیا سے رخصت ہو گیا ہے تم سب افسوس کا

---

❶ تقریب التهذیب۔

❷ اس کی تخریج گذر چکی ہے۔ مزید دیکھیے: جلاء العینین فی محاکمة الأحمدین: ۱/ ۷۹.

اظہار کرو۔

ابن عبدالبر نے کہا: یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا یہ میرا سید بیٹا ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ صحابہ کی جماعت سے یہ بات منقول ہے جیسا کہ ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: یہ دنیا میں میرا پھول ہے۔ [1]

اس شخص سے بڑا سید کون ہوسکتا ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے سید کا لقب عطا فرمایا ہو؟ وہ متقی، پرہیزگار، خوف خدا رکھنے والے انسان تھے۔ اپنے تقوی اور زہد کی بنیاد پر انہوں نے حکمرانی اور سلطنت کو ٹھوکر مار دی اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اختیار کرلیا وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! جب سے میں نے سنا ہے کہ یہ سلطنت نہ فائدہ دے سکتی ہے۔ نہ نقصان تو میں نے کبھی نہیں چاہا کہ امت محمد ﷺ کا ایک قطرہ خون بہا کر حکمران بن جاؤں، وہ حضرت عثمان کا تعاون کرتے اور ان کا دفاع کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔

ابن کثیر روایت کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کی جب بھی حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی تو فرماتے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کا آنا مبارک ہو، خوش آمدید اور تین ہزار درہم عطا کرتے اور جب بھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوتی تو فرماتے رسول اللہ ﷺ کے حواری (زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) کے بیٹے اور پھوپھی زاد کا آنا مبارک ہو اور ان کو ایک ہزار درہم عطا کرتے۔ [2]

آجری نے زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد حسن بن علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا اگر آپ کو یزید پر فقط یہ فضیلت ہی حاصل ہوتی کہ آپ کی والدہ قریش سے ہیں اور اس کی ماں بنی کلب سے ہے تو

---

[1] الاستیعاب: ۱/ ۳٦۹۔

[2] البدایة والنهایة: ۸/ ۱۳۷۔

کافی تھی جبکہ آپ کی والدہ تو رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر ہیں۔ [1]

امام ذہبی فرماتے ہیں امام سید، رسول اللہ ﷺ کے پھول اور ان کے نواسے، نوجوانان جنت کے سردار ابو محمد قریشی، ہاشمی، مدنی شہید اور فرمایا وہ بردبار، عاقل سخی دیندار ممدوح، متقی، پرہیزگار اور عظمت والے تھے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو انتہائی قابل عزت مقام عطا فرماتے، ان کی تکریم کرتے، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ حسن وحسین رضی اللہ عنہ کی بہت عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں محصور کر دیا گیا تو حسن رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ان کی حفاظت کے لیے نکل آئے مگر عثمان رضی اللہ عنہ ان کے متعلق خوف زدہ ہو گئے اور ان کو قسم دی کہ وہ گھر واپس چلے جائیں وہ علی رضی اللہ عنہ کا سوچ کر خوف زدہ ہوئے اور ان کو واپس جانے کا حکم دیا۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی تعریف:

حسین بن علی رضی اللہ عنہ شہید، خوش بخت وخوش نصیب، امام ابن امام ابوعبداللہ اپنے بھائی کی طرح نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ ابن عبدالر فرماتے ہیں: حسین رضی اللہ عنہ ایک فاضل انسان تھے جو کہ انتہائی دیندار، نماز، روزہ اور حج کا اہتمام کرنے والے تھے۔ [2]

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم دن میں شہادت سے سرفراز فرمایا: یعنی یوم عاشوراء اور ہر اس شخص کو ذلیل وخوار کر دیا جو ان کو شہید کرنے میں ملوث تھا یا اس نے اس میں تعاون کیا یا ان کی شہادت پر راضی ہوا ان کی شہادت ہر بعد میں شہید ہونے والے کے لیے اسوہ حسنہ ہے، وہ اور ان کے بھائی نوجوانان جنت کے سردار ہیں ان دونوں کی تربیت اسلام پر ہوئی انہوں نے ہجرت، جہاد، صبر اور ہمت جیسے فضائل حاصل کیے، انہوں

---

[1] کتاب الشریعة: ٥/ ٢٤٦٩؛ اس کی سند حسن ہے۔

[2] الاستیعاب: ١/ ٣٧٧۔

نے جس قدر تکالیف کا سامنا کیا اہل بیت کے کسی اور فرد نے نہیں کیا ہے، ان کی شہادت عظیم سانحہ ہے اللہ تعالیٰ نے بہر حال مصیبت کے وقت صبر کرنے پر خوش خبری دی ہے:

﴿وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ: ١٥٥، ١٥٦)

''صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دو کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے رحمت اور سلامتی ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں: صاحب عزت، کامل امام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، دنیا میں ان کے محبوب اور پھول ابوعبداللہ حسین بن امیر المومنین ابی الحسن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی قریشی ہاشمی۔ [1]

ابن کثیر فرماتے ہیں: مقصود یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں زندگی گزاری اور ان کے ساتھ رہے۔ جب آپ فوت ہوئے تو ان سے راضی تھے وہ ابھی کم عمر تھے کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے پھر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی عزت اور تکریم کی پھر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی ان کی عزت کی وہ اپنے باپ کے ساتھ رہے اور ان سے احادیث بیان کیں وہ تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہے آپ انتہائی معزز اور قابل توقیر ہیں۔ [2]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تعریف:

بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بٹھاتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ آپ ان کو کیوں ہمارے ساتھ بٹھاتے ہیں جبکہ یہ ہمارے بچوں کے ہم عمر ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا عنقریب یہ بات واضح ہو جائے گی۔ پھر ایک دن انہوں نے مجھے بلایا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ میرا مقام ان کو

[1] السیر: ٣/ ٢٨٠۔
[2] البدایۃ النہایۃ: ١١/ ٤٧٦۔

دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ نے پوچھا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ ﴿ إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴾ کسی نے کہا اس میں تو ہمیں حمد وثناء اور استغفار کا حکم دیا جا رہا ہے اور بعض نے کچھ بھی نہ کہا پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تو میں نے کہا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اشارہ ہے اور ان کو حکم ہے کہ وہ کثرت سے حمد وثناء اور استغفار کریں تو عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں بھی وہی جانتا ہوں جو آپ کہہ رہے ہیں۔ ❶

ابن سعد طبقات میں سعد بن ابی وقاص سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بڑھ کوئی صاحب شعور، عقلمند، صاحب علم اور بردبار انسان نہیں دیکھا وہ انتہائی حاضر دماغ تھے اس لیے عمر رضی اللہ عنہ مشکل مسائل میں ان سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور فرمایا: طلحہ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دین کا گہرا فہم اور شعور عطا کیا گیا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان پر کسی کو مقدم نہ سمجھتے تھے۔ ❷

وہ مزید فرماتے ہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا: لوگوں میں سے سب سے بڑا عالم رخصت ہوگیا، سب سے زیادہ بردبار چلا گیا، اس امت کو ایسی مصیبت پہنچی ہے جس کا ازالہ ممکن نہیں۔ ❸ ان کی وفات پر رافع بن خدیج نے کہا: آج وہ شخص دنیا سے چلا گیا ہے کہ مشرق ومغرب میں موجود ہر انسان جس کے علم کا محتاج تھا۔ ❹

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: کہ مجاہد رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کسی کا بہترین فتویٰ نہیں سنا ہے مگر یہ کہ کہنے والا کہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اسی طرح کا قول قاسم بن محمد سے بھی منقول ہے۔ ❺

---

❶ بخاري: ٤٩٧٠۔
❷ طبقات: ٢/ ٣٦٩؛ ٣٧٠۔
❸ طبقات: ٢/ ٣٧٠۔
❹ حوالہ سابقہ۔
❺ الإستيعاب: ٢/ ٣٤٤، ٣٤٥۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کبار صحابہ کرام کی مجلس میں بٹھاتے اور فرمایا کرتے قرآن مجید کا بہترین ترجمان عبداللہ بن عباس ہیں اور جب وہ تشریف لاتے تو آپ فرماتے بہترین فتویٰ دینے والا، فصیح اللسان اور فہم وشعور والا تشریف لا رہا ہے۔ ❶

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی تعریف:

بخاری میں ہے کہ وہ مساکین پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ مساکین پر سب سے زیادہ خرچ کرتے وہ ہمیں اپنے ساتھ گھر لے جاتے اور جو میسر ہوتا کھلایا کرتے حتیٰ کہ وہ کبھی گھی والی تھیلی لے کر آتے جس میں سے گھی ختم ہو چکا ہوتا تھا ہم اس کو پھاڑ کر جو کچھ اس میں ہوتا چاٹ لیا کرتے تھے۔ ❷

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ بات عام ہے جو عکرمۃ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعفر بن ابی طالب سے بہتر کسی نے بھی نہ جوتا پہنا اور نہ ہی بہتر انداز سے سواری کی۔ ❸

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے متعلق نقل کیا: سید، شہید، عظیم المرتبت، مجاہدین کا علم ابوعبداللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد عبدمناف بن عبدالمطلب بن ہاشم عبدمناف بن قصی الہاشمی، وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور ان سے بیس سال بڑے ہیں۔ انہوں نے دو دفعہ ہجرت کا اعزاز حاصل کیا ایک دفعہ حبشہ اور ایک دفعہ مدینہ کی طرف، خیبر کی جنگ کے بعد چند ماہ مدینہ میں ٹھہرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوہ موتہ میں لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور وہ اس معرکہ میں شہید ہو گئے جب مدینہ آئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور جب وہ شہید ہوئے تو آپ انتہائی غمگین ہوئے۔ ❹

ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں ان کے متعلق فرمایا: جعفر بن ابی طالب ابوالمساکین

---

❶ البداية والنهاية: ١٢/ ٨٨۔ ❷ بخاری: ٣٧٠٨۔
❸ ترمذی، فتح الباری: ٧/ ٧٦۔ ❹ السیر: ١/ ٢٠٦۔

ذوالجناحین جلیل القدر صحابی، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ۸ھ کو غزوۃ موتہ میں شہید ہوگئے صحیحین میں ان کا ذکر موجود ہے۔

ان کو ذوالجناحین (دو پروں والے) اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب ان کے دونوں بازو غزوہ موتہ میں کٹ گئے اور وہ شہید ہوگئے تو انہیں جنت میں دو ہاتھوں کے بدلے دو پر عطا کیے گئے جن کے ذریعے وہ فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے ملتے تو فرماتے: اے دو پروں والے کے بیٹے السلام علیکم۔ ❶

اس حدیث کی تشریح میں ابن حجر فرماتے ہیں: اس میں حدیث عبداللہ بن جعفر کی طرف اشارہ ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے مبارک ہو تیرا باپ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ ❷

یہی روایت انہوں نے ایک اور سند سے بیان کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جعفر جبرائیل اور میکائیل کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دو پر ان کے ہاتھوں کے بدلے میں عطا فرمائے ہیں۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی تعریف:

عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس آتے تو اہل بیت کے بچے ان کے استقبال کے لیے نکلتے۔ ایک دفعہ آپ سفر سے تشریف لائے میں سب سے پہلے ان کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لخت جگر آیا جسے آپ نے اپنے پیچھے سوار کر لیا پھر کہتے ہیں ہم تینوں اس طرح ایک سواری پر مدینہ میں داخل ہوئے۔ ❸

---

❶ بخاري: ۳۷۰۹۔ ❷ طبرانی۔

❸ صحيح مسلم: ۲٤۲۸۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے متعلق فرمایا: سید، عالم، ابوجعفر قریشی، ہاشمی حبشہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ میں قیام فرمایا: سخی باپ کا سخی بیٹا، ذوالجناحین کا لخت جگر ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ سے روایت کا شرف حاصل ہے۔ صغار صحابہ میں شامل ہیں جب ان کے والد موتہ میں شہید ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کفالت کی۔ ❶

مزید فرمایا کہ وہ بہت بلند مقام اور عظمت والے مہربان، سخی اور امامت کے لائق ہیں عامری کا کہنا ہے کہ ابان بن عثمان نے ان کی نماز جنازہ پڑھی جبکہ وہ والی مدینہ تھے۔

ابان نے خود ان کا جنازہ اٹھایا اور روتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم تو بہترین تھا تیرے اندر کوئی برائی نہ تھی تو شریف، فاضل اور نیک تھا۔ ❷

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف:

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں میں نے چال چلن اور گفتگو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ حضرت فاطمہ کو دیکھا۔ ❸

ابونعیم بیان کرتے ہیں: وہ عبادت گزار، برگزیدہ، متقی لوگوں سے منتخب شدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدۃ بتول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہہ، ان کے جگر کا ٹکڑا، آپ کی تمام اولاد میں عزیز، آپ کی تمام اولاد میں سے سب سے پہلے ان کے پاس پہنچنے والی۔ دنیا سے بے رغبت اور اس کی اونچ نیچ کو خوب سمجھنے والی تھیں۔ ❹

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اپنے زمانہ میں دنیا کی تمام عورتوں کی سردار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر، شکل وصورت میں آپ کے مشابہہ سید الخلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف کی لخت جگر، قریشیہ، ہاشمیہ، ام الحسنین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شدید محبت کرتے تھے ان کی تکریم کرتے اور ان سے راز کی باتیں کہتے تھے

❶ السیر: ٣/ ٤٥٦۔
❷ الرياض المستطابة: ٢٠٥۔
❸ ابو داود: ٥٢١٧۔
❹ السير: ٢/ ١١٩، ١١٨۔

ان کے مناقب عالی ہیں آپ انتہائی صابرہ، شاکرہ، دیندار اور قناعت پسند تھیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کی کنیت ام ابیھا ہے مشہور روایت کے مطابق آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں ان کے بعد آپ کی اولاد میں سے کوئی نہ رہا اسی لیے ان کا اجر عظیم ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا دکھ برداشت کیا ہے۔ [1]

ام المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی تعریف:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ام المومنین اپنے زمانہ میں دنیا کی تمام عورتوں کی سردار، ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد کی ماں، سب سے پہلے ایمان لانے والی اور آپ کی تصدیق کرنے والی اور آپ کو تسلی دینے والی ہیں ان کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ وہ کامل ترین عورتوں میں سے ایک ہیں وہ انتہائی عقلمند معزز، دیندار، پرہیز گار، رحمدل اور خاتون جنت ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت زیادہ تعریف کیا کرتے تھے اور ان کو تمام امہات پر ترجیح دیتے تھے اور ان کی حد درجہ تعظیم کرتے تھے۔ [2]

ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے ان کے ہوتے ہوئے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی ہے اور آپ کی اکثر اولاد ان کے بطن سے ہے ان کے رخصت ہو جانے کے بعد آپ کو اس بات کا شدید احساس ہوا کہ وہ بہترین ساتھی تھیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو جنت میں ایک محل کی بشارت دیں جس میں کوئی شور وغل نہ ہوگا۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ان کے امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی زبانی ان کو سلام کہا: اور یہ بھی فرمایا: اللہ کی قسم یہ خاص آپ کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ وہ امت کی سب سے بہترین عورت ہیں۔ حضرت

---

[1] البداية والنهاية: ٩/ ٤٨٥۔

[2] اليسر: ١٠٩١، ١١٠۔

عائشہ رضی اللہ عنہا پر ان کی فضیلت کے متعلق تین اقوال ہیں: جبکہ تیسرا قول توقف (خاموشی) کا ہے۔ میں نے اپنے شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: دونوں کی الگ الگ فضیلت ہے خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام کے لیے شروع میں فائدہ مند ثابت ہوئی ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتی تھیں، اپنا مال خرچ کرتی تھیں اسلام کی روشنی حاصل کی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تکالیف برداشت کیں اور شدید ضرورت کے وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرمائی جو کہ کسی عورت کے حصے میں نہیں آئی، جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا آخری ایام میں اسلام کو فائدہ پہنچایا، انہوں نے دین میں تفقہ حاصل کیا، علم دین میں مہارت حاصل کی، امت کو دین پہنچایا اور امت مسلمہ کے افراد کو جس قدر فائدہ پہنچایا کسی اور عورت نے نہیں پہنچایا۔ یہ ان کے کلام کا خلاصہ ہے۔ [1]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف:

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ اور کسی کنواری سے شادی نہیں کی اور جس قدر ان سے محبت تھی کسی اور عورت سے نہیں تھی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ مطلق طور پر کسی عورت کے پاس اتنا علم نہ تھا جتنا ان کے پاس تھا۔ کوئی عورت ان سے زیادہ علم نہ رکھتی تھی اور مزید فرمایا علی بن اقمر روایت کرتے ہیں جب مسروق عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے تو فرماتے:

((حدثتنی الصديقة بنت الصديق حبية حبيب الله المبرأة من فوق سبع سماوات فلم اكذبها)) [2]

''مجھے صدیقہ بنت صدیق اللہ کے محبوب کی محبوبہ، جن کی بے گناہی ساتویں آسمان کے اوپر سے بیان ہوئی نے بیان کیا، میں کبھی بھی ان کو جھٹلا نہیں سکتا۔''

---

[1] جلاء الافهام: ٣٤٩۔

[2] السير: ٢/ ١٤٠، ١٨١۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کے فضائل وخصائص تو بہت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، آپ کی تمام بیویوں میں سے اکیلی کنواری تھیں، آپ ان کے بستر میں بھی ہوتے تو وحی نازل ہو جایا کرتی تھی۔ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو آپ نے سب سے پہلے ان سے ہی بات کی اور ان کو اختیار دیا تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار فرمایا: بقیہ ازواج نے ان کی سنت پر عمل کیا اللہ تعالیٰ نے خود ان کو تہمت سے بری کیا، ان کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید نازل ہوا جو قیامت تک مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے محرابوں اور نمازوں میں پڑھا جاتا رہے گا، اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ وہ پاک دامن ہیں اور ان سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا: اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی عاجزی دیکھیں کہ وہ فرماتی ہیں: میری سوچ کے مطابق میرا مرتبہ اس سے کہیں کم تھا کہ میرے متعلق قرآن نازل ہوگا جو (قیامت تک) پڑھا جاتا رہے گا، جب کبار صحابہ کرام کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں اور ان کی باری والے دن فوت ہوئے، آپ ان کے گھر (حجرہ) میں دفن ہوئے۔ فرشتہ ایک ریشمی کپڑے میں ان کی تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو یہ کام ہو کر رہے گا جب آپ کی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہوتی تو لوگ تحائف بھیجا کرتے اور اسی دن کا انتظار کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تمام عورتوں سے بڑھ کر آپ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرتے ہیں۔ [1]

سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کی تعریف:

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ نے ان سے شادی کی تین سال آپ نے ان کے ساتھ گزارے اس کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، آپ سیدہ،

[1] جلاء الافہام: ۳۵۱، ۳۵۵۔

معززہ، پاکدامن، اور بھاری جسم کی مالک تھیں، آپ نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت کا احساس تھا۔ ❶

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کی عمر زیادہ ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا مگر انہوں نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی جس سے آپ نے طلاق کا ارادہ بدل لیا یہ ان کی خاصیت ہے کہ انہوں نے اپنے آپ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی کو ترجیح دی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب اور محبت حاصل رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیگر بیویوں کے لیے باری تقسیم کرتے مگر ان کے لیے نہ کرتے اس کے باوجود یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی پر راضی تھیں۔ ❷

ام المومنین ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا کی تعریف:

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدہ، باپردہ، پاکدامن، پہلے مہاجرین میں شامل اور صحابیات میں سے فقیہ شمار کی جاتی ہیں۔ ❸

یحییٰ بن ابی بکر العامری فرماتے ہیں وہ انتہائی فاضلہ اور حد درجہ بردبار خاتون تھیں انہوں نے ہی صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر منڈانے اور قربانی کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ انہوں نے جبرائیل علیہ السلام کو دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا تھا۔ ❹

ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی تعریف:

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: باپردہ، پاکدامن، امیر المومنین ابی حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی لخت جگر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس وقت نکاح کیا جب وہ خنیس بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ سے عدت گزار کر فارغ ہو چکی تھیں جو کہ ایک مہاجر صحابی ہیں۔ آپ نے ان سے ہجرت کے تیسرے سال نکاح کیا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ تمام ازواج مطہرات میں سے یہ میرے

---

❶ السیر:۲/ ۲٦٥، ۲٦٦۔
❷ جلاء الافهام ۳٥۰۔
❸ السیر: ۲/ ۲۰۱، ۲۰۳۔
❹ الرياض المستطابة: ۳۲٤۔

برابر کی ہیں۔ ❶

ام المومنین زینب بنت خزیمہ الھلالیہ رضی اللہ عنہا کی تعریف:

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کا لقب ام المساکین ہے کثرت سخاوت کی وجہ سے ان کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ ❷

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کو ام المساکین کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو یا تین مہینے ہی زندہ رہیں اور دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ ❸

ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی تعریف:

ام المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی تھیں۔ ان کے فضیلت کے لیے یہی کافی ہے جو ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کے خاندان کے سیکڑوں افراد کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا یہ لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی عزیز ہیں۔ یہ ان کی اپنی قوم کے لیے برکت اوران پر احسان ہے۔

ام المومنین صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا:

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا: تو نبی کی کی بیٹی ہے تیرے چچا بھی نبی ہیں اورتو نبی کی بیوی ہے۔ ❹

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ انتہائی شریف النفس، عقلمند، حسب ونسب والی خوبصورت دیندارتھی اور کہا صفیہ رضی اللہ عنہا بردباراورانتہائی باوقارتھیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا،، جوکہ ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں اور وہ موسی علیہ السلام کے بھائی تھے۔ ❺ انہوں نے مزید فرمایا:

---

❶ السير: ٢/ ٢٢٧۔ ❷ السير: ٢/ ٢١٨۔ ❸ جلاء الإفهام: ٣٧٦۔
❹ جامع ترمذی: ٩١٣۔ ❺ جلاء الإفهام: ٣٧٧.

ان کے امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرمایا، اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر مقرر فرمایا قیامت تک یہ سنت جاری ساری ہے کہ مسلمان اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس کی آزادی کو ہی اس کا مہر بنا سکتا ہے وہ اس کی بیوی ہوگی جیسا کہ امام احمد بن حنبل سے منقول ہے۔ ❶

ام المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت أبی سفیان رضی اللہ عنہا کی تعریف:

ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: باپردہ پاکدامن سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا وہ ایک خاص مقام اور جلالت والی خاتون تھیں خصوصا اپنے بھائی (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے دور حکومت میں ان کی عزت اور وقار قابل بیان ہے۔ ان کے بھائی کا ان کی وجہ سے ایک مقام ہے اور ان کو خال المومنین (مومنوں کے ماموں) کا لقب عطا کیا گیا تھا۔ ❷

ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ امہات المؤمنین میں سیدات میں سے شامل ہیں، پاکدامن پرہیزگار اور عابد خواتین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی تعریف:

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ انتہائی متقی، پرہیزگار اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں، وہ مزید فرماتے ہیں کہ وہ انتہائی قابل احترام خواتین میں شامل ہیں۔ ❸

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تعریف:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ وہ میرے برابر کی خاتون تھیں میں دینداری میں زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی ہے وہ سچائی میں مقدم، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، بہت زیادہ خرچ کرنے والی، اللہ کے تقرب کے لیے حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرنے والی تھیں ان کی طبیعت میں گرمی تھی مگر جلد ہی غصہ تھوک

❶ حوالہ سابقہ۔ ❷ السیر: ۲/ ۲۱۸۔ ۲۲۲۔
❸ السیر: ۲/ ۲۴۴۔ ۲۳۹۔

دیتی تھیں۔

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح اپنے پیغمبر سے خود کتاب اللہ کی نص کے ذریعے کیا، اور ولی اور بغیر گواہوں کے کیا۔ وہ اس بناء پر امہات المؤمنین پر فخر کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی جبکہ میری اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش پر سے کی،، یہ حدیث بخاری میں ہے۔ (۷۴۲۰)۔ ❶

وہ مزید فرماتے ہیں وہ اپنے دین، تقوی، پرہیزگاری، سخاوت اور نیکی کی بنا پر سادات (سردار) عورتوں میں شامل تھیں اور فرمایا: ''وہ انتہائی نیک، روزہ رکھنے والی تہجد گزار اور مہربان تھیں اور انہیں ام المساکین کہا جاتا تھا۔ ❷

رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کی تعریف:

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صفیہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی بنت عبدالمطلب ہاشمیہ، حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن اور نبی ﷺ کے حواری (خاص ساتھی) زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ۔

اور مزید فرمایا: صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھیوں میں ان کے علاوہ کسی نے بھی اسلام قبول نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کا جسدِ خاکی ٹکڑوں کی صورت میں دیکھا مگر صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھی، ابتدائی مہاجرین میں شامل ہیں۔ ❸

محمد بن علی بن ابی طالب المعروف (ابن الحنفیہ) رضی اللہ عنہ کی تعریف:

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ افاضل اہل بیت میں شامل ہیں۔ ❹

احمد بن عبداللہ العجلی کہتے ہیں تابعی، ثقہ، دیندار، پاکباز، ابراہیم بن عبداللہ الجنید نے کہا: محمد بن حنفیہ سے بہتر سند روایت حدیث میں نہیں کیونکہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ محمد ﷺ

---

❶ السیر: ۲/ ۲۱۱۔ ❷ السیر: ۲/ ۲۱۷۔
❸ السیر: ۱/ ۲۷۰۔ ❹ ثقات التابعین: ۵/ ۳٤۷۔

سے روایت کرتے ہیں۔ ❶

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسرائیل، عبدالاعلی بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن علی کی کنیت ابوالقاسم تھی اور وہ انتہائی متقی اور بہت زیادہ علم رکھنے والے تھے اور مزید فرمایا کہ وہ سید، امام، ابوالقاسم، ابوعبداللہ ہیں۔ ❷

علی (زین العابدین) بن حسین بن علی بن ابی طالب کی تعریف:

ابن سعد فرماتے ہیں: علی بن حسین ثقہ، عالم، بہت سی احادیث کے راوی، متقی پرہیزگار اور بلند مقام تھے۔ ❸

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں علی بن حسین کبار تابعین میں شامل ہیں اور وہ دین اور علم دین میں ان کے سردار ہیں۔ ❹

امام مزی کی تہذیب الکمال میں ہے کہ سفیان بن عمیر رحمہ اللہ زہری رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین سے افضل کسی قریشی کو نہیں دیکھا۔ اسی مفہوم کی عبارات انہوں نے زید بن اسلم، مالک، یحییٰ بن سعید الانصاری رحمہ اللہ سے نقل کی ہیں عجلی کہتے ہیں علی بن حسین، ثقہ تابعی تھے زہری نے کہا، علی بن حسین اہل بیت میں سے افضل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں سب سے بڑھ کر ہیں اور مروان بن حکم اور عبدالملک بن مروان کے ہاں انتہائی محبوب تھے۔

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''سید، امام زین العابدین، ہاشمی، علوی، مدنی۔'' ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں کہا ''ثقہ، ثبت، عابد، فقیہ، فاضل، مشہور''

ذہبی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: وہ انتہائی عظمت کے حامل تھے اور وہ واقعتاً اس کے حقدار بھی تھے، وہ خلافت کے اہل تھے کیونکہ وہ سردار، سید، ذہین اور عقلمند تھے۔

---

❶ تهذيب الكمال۔
❷ السير: ٤/ ١١٠۔ ١١٥۔
❸ الطبقات: ٥/ ٢٢٢۔
❹ منهاج السنة: ٤/ ٤٨۔

جب ہشام بن عبدالملک خلیفہ بننے سے چند روز پہلے حج کے لیے آیا تو حجر اسود کو چومنے کا ارادہ کیا مگر وہاں لوگوں کا بہت رش تھا۔ اسی اثناء میں علی بن حسین تشریف لائے تو لوگ حجر اسود سے پرے ہٹ گئے انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف مکمل کیا۔ یہ دیکھ کر ہشام بن عبدالملک جو کہ خلیفہ کا نائب تھا غصے میں آ گیا اور کہنے لگا یہ کون ہے میں اسے نہیں جانتا؟ تو اس کے پہلو میں معروف شاعر فرزدق تھا جس نے چند اشعار کہے۔

یہ وہ شخص ہے جسے وادی بطحاء اچھی طرح جانتی ہے، بیت اللہ اور حل حرم بھی پہچانتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا نور نظر ہے۔ یہ متقی، پاکباز، طاہر اور صاحب علم ہے جب اسے قریشی دیکھتے ہیں تو کہنے والا کہتا ہے اس صاحب مکارم پر جود وکرم کی انتہاء ہے، قریب ہے کہ اس کی ہتھیلی کو تھام لے حجر اسود اور حطیم جب یہ استلام کے لیے آئے، ان کے حیاء اور ہیبت کی وجہ سے لوگ نظریں جھکاتے ہیں اور جب وہ ہنستے ہیں تو لوگ بات کرتے ہیں اگر تجھے علم نہیں تو یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر ہیں۔ ان کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں۔

محمد (الباقر) بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی تعریف:

جابر بن عبداللہ انصاری نے ان کی عظمت کا اظہار حج کے موقع پر کیا طویل حدیث میں ہے جعفر بن محمد اپنے باپ (ابن علی بن حسین) سے بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے تمام لوگوں سے تعارف کیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے عرض کیا میں محمد بن علی بن حسین ہوں انہوں نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔ پھر میرا اوپر والا بٹن کھولا۔ پھر نیچے والا بٹن کھول کر اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا جبکہ میں ان دنوں نوجوان تھا پھر کہنے لگے: اے بھتیجے مرحبا (خوش آمدید) کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ۔ میں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا طریقہ بتایئے۔ پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے متعلق طویل حدیث بیان فرمائی۔ [1]

---

[1] مسلم: ۱۲۱۸۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوجفر محمد بن علی نامور اہل علم اور اہل دین میں سے ایک تھے کہا جاتا ہے کہ ان کو الباقر کے نام سے موسوم کیا گیا۔ کثرت سجود کی وجہ سے نہیں بلکہ علمی عقدے حل کرنے کی وجہ سے ان کو اس نام سے پکارا جاتا تھا۔ ❶

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ سید امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی علوی فاطمی، مدنی، زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی ذات میں علم وعمل، سرداری، شرف، بزرگی، تقویٰ اور فضیلت جمع تھی۔ وہ خلافت کے حقدار تھے وہ ان بارہ اماموں میں سے ایک ہیں جن کی شیعہ امامیہ کے ہاں بہت قدر ہے اور وہ ان کی معصومیت کے دعویدار ہیں ان کو پورے دین کی معرفت حاصل تھی۔ لیکن معصومیت تو فقط انبیاء اور ملائکہ کو ہی حاصل ہے کسی اور کو نہیں ہر ایک سے غلطی بھی ہو جاتی ہے اور وہ حق بات بھی کہہ سکتا ہے، اس کی بات لی بھی جاسکتی ہے اور چھوڑی بھی جاسکتی ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ وہ وحی کے ذریعے بولتے ہیں اور روح القدس کی تائید ان کو حاصل تھی۔ ابوجعفر باقر کے نام سے معروف ہیں عربی بقر العلم کہتے ہیں یعنی علم کی حقیقت کو حاصل کرنے والے اور اس کے رازوں کو جاننے والے ابوجعفر وقت کے امام اور مجتہد تھے۔ کتاب اللہ کی کثرت سے تلاوت کرنے والے، بلند عظمت اور شان والے تھے۔ ❷

وہ مزید فرماتے ہیں امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کو مدینہ کے کبار تابعین میں شمار کیا ہے اور حفاظ حدیث ان سے روایات لینے پر متفق ہیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: اس امت کے نامور علماء میں سے ایک ہیں جو علم وعمل، سرداری شرف وعزت اور وقار کی وجہ سے معروف ہیں۔

جعفر (الصادق) بن محمد (الباقر) بن علی علیہ السلام کی تعریف:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جعفر چند بہترین علماء اور اصحاب دین میں سے ایک تھے،

❶ منهاج السنة: ٤/ ٥٠
❷ السير: ٤/ ٤٠١-٤٠٢

عمرو بن ابی المقدام نے کہا۔ میں جب جعفر بن محمد کی طرف دیکھتا تھا تو مجھے واضح ہو جاتا تھا کہ وہ انبیاء کی نسل کے چشم و چراغ ہیں۔ ❶

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ (فضل اہل البیت وحقوقہم) میں صفحہ ۳۵ پر فرمایا ''امت کے علماء کے شیخ (استاد) ہیں۔

ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: امام، الصادق، بنی ہاشم کے شیخ ابوعبداللہ قریشی ہاشمی، علوی، نبوی، مدنی، نامور عالم۔ مزید فرمایا کہ وہ خود اور ان کے والد گرامی مدینہ کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ ❷

ان کا ہی قول ہے ''شافعی اور یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ ثابت کیا ہے۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا ہے ابوحاتم نے کہا: وہ ثقہ ہیں ان کے ہم پلہ کوئی عالم نہیں ہے۔ ❸

علی بن عبداللہ بن عباس علیہم السلام کی تعریف:

ابن سعد فرماتے ہیں: علی بن عبداللہ بن عباس اپنے بھائیوں میں سب سے کم عمر تھے، وہ روئے زمین پر سب سے خوبصورت قریشی تھے وہ کثرت سے نماز کا اہتمام کرنے والے تھے ان کی کثرتِ عبادت اور اس فضل کی وجہ سے ان کو سجاد کہا جاتا تھا۔ ❹ انہوں نے مزید کہا: وہ ثقہ ہیں مگر ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں۔

مزی کا بیان ہے کہ علی نے کہا وہ ثقہ ہیں یہی قول ابوزرعہ کا ہے عمرو بن علی کہتے ہیں وہ بہترین لوگوں میں شامل ہیں۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ❺

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام، سید، ابو الخلائف ابومحمد، ہاشمی، سجاد، وہ صاحب علم و عمل تھے وہ علم بھی رکھتے تھے اور اس پر عمل کرنے والے بھی تھے وہ بھاری جسم کے مالک طویل

---

❶ منهاج السنة: ٤/ ٥٢۔٥٣۔
❷ السير: ٦/ ٢٥٥۔
❸ تذكرة الحفاظ: ١/ ١٥٠۔
❹ الطبقات: ٥/ ٣١٣۔
❺ تهذيب الكمال۔

القامت اور پر ہیبت شخصیت کے مالک تھے۔ [1]

موسیٰ (الکاظم) بن جعفر (الصادق) علیہم السلام کی تعریف:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ عبادت اور مناسک ادا کرنے میں انتہائی مشہور ہیں۔

ابوحاتم الرازی کہتے ہیں: ثقہ، صدوق اور آئمہ مسلمین میں سے بہت بڑے امام تھے

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ کثرت سے عبادت کرنے والے اور بہترین عادات کے مالک تھے۔

علی (الرضا) بن موسیٰ (الکاظم) علیہم السلام کی تعریف:

ابن حبان کہتے ہیں: اہل بیت کے سرداروں میں سے ایک اور ان کے عقلمند وذہین ترین افراد میں شامل ہیں۔

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ انتہائی عظمت وشان کے مالک اور خلافت کے حق دار تھے۔

محمد بن علی بن موسیٰ (الجواد) علیہ السلام کی تعریف:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ بنی ہاشم کے مشہور ومعروف افراد میں سے ایک تھے وہ سخاوت اور سرداری کی صفت سے معروف ہیں اسی لیے ان کو جواد (سخی) کہا جاتا ہے۔

[1] السیر: ۵/ ۲۵۲۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کے مابین سسرالی اور بچوں کے ناموں کا تعلق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت علیہم السلام کی آپس میں محبت اور تعلق کی ایک دلیل ان کی آپس میں شادیاں اور اپنی اولادوں کے نام بھی ہے۔

اوّل: سسرالی رشتے:

سب سے پہلے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:

① آپ نے عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے شادی کی جن کا تعلق تیم قبیلہ سے ہے۔

② آپ نے حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا جو کہ بنی عدی سے ہیں۔

③ آپ نے ام حبیبہ رملہ بنت اَبی سفیان رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا جو کہ بنی امیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

④ آپ نے اپنی لخت جگر رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان بن عفان سے کیا۔ وہ بنی امیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

⑤ جب آپ کی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا خاوند فوت ہو گیا تو ان کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا جبکہ ان کی پہلی بیوی فوت ہو گئیں تھیں۔

⑥ آپ نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح عاص بن ربیع سے کیا جو کہ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے تعلق رکھتے ہیں۔

⑦ پھر دیکھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سے کیا۔

⑧ علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوہ اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا۔

⑨ علی رضی اللہ عنہ نے امامۃ بنت عاص بن ربیع سے شادی کی جبکہ ان کی خالہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

⑩ محمد بن علی بن حسین (الباقر) نے ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق سے نکاح کیا اسی لیے جعفر بن محمد بن علی بن حسین الصادق کہا کرتے تھے میرا نسب دولحاظ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے،، ان کی ماں ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں جبکہ ان کی نانی اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ [1]

⑪ ابان بن عثمان نے ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے شادی کی۔ [2]

⑫ سکینہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب سے مصعب بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے نکاح کیا، اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے رشتے موجود ہیں۔ [3]

دوم: بچوں کے نام:

① علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بعض بچوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں۔ [4]

② حسن بن علی کے بعض بچوں کے نام ابوبکر ہے۔ [5]

③ علی بن حسن کی اولاد میں عمر نام ہے۔ [6]

④ موسیٰ بن جعفر کی اولاد میں بعض بچوں کا نام، عمر وعائشہ ہے۔ [7]

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ٨/ ٥٥٢۔

[2] الشیعة وأهل البیت، ص: ١٤١۔

[3] الطبقات الكبرى لابن سعد: ٥/ ١٨٣۔

[4] كشف الغمة فی معرفة الأئمة: ٢/ ٦٧۔

[5] حواله سابقه: ٢/ ١٩٨۔ [6] حواله سابقه: ٢/ ٣٠٢۔

[7] حواله سابقه: ٢/ ١٩٨۔

میں ہر قاری کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی انسان اپنے بچوں کے لیے اپنے دشموں کے ناموں کا انتخاب کرتا ہے۔

اللہ کی قسم: اہل بیت نے اپنے بچوں کے نام ابوبکر، عمر، عائشہ فقط ان سے شدید محبت کی بناء پر ہی رکھے ہیں یہ نام انہوں نے خوف نفاق یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے نہیں رکھے وہ لوگ بہت ہی بہادر، نڈر اور بے خوف تھے اور کیوں نہ ہوں؟ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔

امام ابن تیمیہ اور امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے نزدیک اہل بیت کا مقام ومرتبہ

میں نے شیعہ کی بہت سی کتب پڑھی ہیں اور اکثر میں یہ بات موجود ہے کہ وہ علمائے اہل سنت کو ناصبی کے نام سے پکارتے ہیں اور ان کو اہل بیت کا دشمن ظاہر کرتے ہیں اور جن دو اہل سنت علماء کو وہ زیادہ تر نشانہ بناتے ہیں۔ ان میں سے ایک ابن تیمیہ رحمہ اللہ جبکہ دوسرے محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ہیں۔

اسی لیے میں نے ان کا ذکر الگ سے کرنا مناسب سمجھا تاکہ میں اہل بیت کے متعلق ان کا عقیدہ واضح کرسکوں۔ میری سوچ یہ ہے کہ یہ تحریر ہر اس آدمی کے لیے دلیل بن سکے جو حق اور صحیح بات تک رسائی چاہتا ہے یہ باب الگ قائم کرنے کی بنیادی طور پر دو وجوہات ہیں۔

نمبر۱: یہ دونوں آئمہ کرام اہل غلو کے سامنے ایک بند اور مضبوط چٹان کی طرح ثابت قدم رہے ہیں، یہ مندرجہ ذیل حدیث شریف کا مصداق بنے ہیں۔ ((إیاکم والغلو)) ''اپنے آپ کو غلو (حد سے بڑھنا) سے بچاؤ۔'' [1]

نمبر۲: انہوں نے لوگوں کو شرکیہ امور سے روکنے کی بھرپور سعی کی ہے اور ان کو شرکیہ افعال سے دور رکھنے کے لیے زبردست تبلیغ کی ہے جیسا کہ قبروں پر عمارات بنانا۔ قبروں کا طواف کرنا، ان کو سجدہ کرنا، فوت شدگان سے مدد طلب کرنا اور یہ بھی واضح کیا کہ یہ ممانعت

---

[1] النسائی: ۳۰۵۷؛ ابن ماجہ: ۳۰۲۹؛ راوی ابن عباس۔

اہل بیت کے افراد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے متعلق ہے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے متعلق بھی ہے۔

اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ جس عقیدہ پر ان دو آئمہ کرام نے محنت کی یہ اہل بیت کا عقیدہ ہے۔ ابی الھیاج الأسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اسی کام کے لیے بھیج رہا ہوں جس کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا ''کہ جو مورتی تصویر دیکھو اس کو مٹا دو اور جو اونچی قبر دیکھو اسے زمین کے برابر کرو۔'' [1]

اہل بیت فوت شدگان کے بارے میں غلو (حد سے بڑھنا) کو ناپسند کرتے اور اس شرک سے لوگوں کو ڈراتے تھے بعض شیعہ کی ان دونوں آئمہ کرام سے دشمنی فقط صحیح عقیدہ کی ترویج، توحید خالص کی تبلیغ، شرک کی بیخ کنی، قبروں پر بنی عمارتوں کو گرانے اور دین خالص کی طرف بلانے کی وجہ سے ہے اس شرک نے امت کو کمزور کر دیا اور امت مسلمہ کو اس کی عزت کے مصدر سے بہت دور کر دیا۔ عقیدہ صحیحہ کو چھوڑنے اور توحید خالص سے دوری نے مسلمانوں کو ذلت کی پستیوں میں دھکیل دیا۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ ان علمائے اہل سنت کی علامت ہیں جنہوں نے لوگوں کو توحید کی طرف بلایا اور انبیاء ورسل کی دعوت کو زندہ کیا تو لازمی ہے اس کتاب میں ان کا ذکر خاص طور پر الگ سے کیا جائے۔

اہل بیت کی عظمت کے متعلق ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اظہار خیال:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ ان علمائے اہل سنت میں ایک بلند مقام پر فائز ہیں جنہوں نے اہل بدعت اور اہل شبہات کے بالمقابل کمال ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے ان کی گمراہیوں سے لوگوں کو آگاہ کیا اور ان کے شبہات کا پردہ چاک کیا ہے وہ قبر پرستوں کے بالمقابل کھڑے ہوئے، ان لوگوں سے مقابلہ کیا جو قبروں کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اسی لیے تو بعض بیمار دل افراد نے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا ہے اور ان کو عجیب وغریب

[1] مسلم: ٩٦٩

القاب سے نوازا ہے۔ کسی نے ان کو ناصبی کہا کہ وہ اہل بیت کی دشمنی پر ابھارنے والے ہیں اللہ کی قسم! یہ بہت بڑا جھوٹ ہے یہ ناممکن ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسا نامور عالم دین، کتاب وسنت پر عمل کرنے والا مجاہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے متعلق غلط خیال رکھتا ہو بلکہ ایسے علماء تو لوگوں میں سے اہل بیت کی محبت اور تعظیم میں شدید تر ہیں۔ درحقیقت ان کا گناہ فقط یہ ہے کہ انہوں نے اہل بیت کے متعلق غلو سے باز رہنے کی تلقین کی ہے جو مقام اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے اس سے بڑھانے سے منع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی سے یا اہل بیت سے استغاثہ (مدد مانگنا) کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی لیے میں نے چاہا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اہل بیت علیہم السلام سے محبت کا تذکرہ کروں۔

شیخ الاسلام اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں اور یہ ((الوصیة الکبریٰ)) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بہت سے حقوق ہیں جن کی پاسداری ہر مسلمان پر واجب ہے اللہ تعالیٰ نے ان کا مال خمس اور مال فئی میں حصہ رکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ان پر بھی درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ہمیں جو الفاظ سکھلائے گئے وہ یہ ہیں:

((اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم إنك حميد مجيد وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم انك حميد مجيد)) [1]

آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یہ قول امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور بہت سے علماء کا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرام ہے،، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ ﴾

غور کیجیے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کس طرح یہ بات واضح کی ہے کہ اہل بیت کے حقوق کی

[1] بخاري: ٤٧٩٧ ـ مسلم: ٤٠٦ .

پاسداری امت مسلمہ پر فرض ہے انہوں نے کس قدر خوبصورت بات کی کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کو درجات الیقین میں شمار کیا ہے۔مراتب الیقین کے ضمن میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا: اللہ تعالیٰ سے اس کی لاتعداد نعمتوں کی بنا پر محبت کرو جو اس نے تم کو عطا کر رکھی ہیں اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔'' [1]

شیخ الاسلام نے اپنی کتاب "حقوق آل بیت بین السنة والبدعة" میں فرمایا: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں رسول اللہ ﷺ کے خلفاء، اہل بیت، سابقین الأولین اور تابعین کی عصمت وحرمت کو بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے نبی! اپنی بیویوں سے فرمایا دیجیے اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی زینت عزیز ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ فائدہ دوں اور تمہیں اچھے طریقے سے چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اللہ کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں پاکدامن کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

امام احمد اور ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث نقل کی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک چادر پھیلائی اور علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو اس کے نیچے لیتے ہوئے فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے رجس (آلودگی) کو دور لے جا اور ان کو پاک وصاف کر دے (اس کی تخریج گزر چکی ہے) اور یہ بات معروف ہے کہ کتاب اللہ کی تفسیر اور وضاحت سنت رسول اللہ ﷺ سے ہوتی ہے جب آپ نے فرمایا کہ "یہ میرے اہل بیت ہیں تو سیاق قرآن اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ اس خطاب میں آپ کی ازواج مطہرات شامل ہیں مگر ان چار کو چادر کے نیچے لینے سے ظاہر ہوتا ہے خونی اور نسبی رشتہ سسرالی رشتے سے زیادہ مضبوط ہے۔اور عرب اصل حکم کے اختصاص کے لیے ایسے بیان کا اطلاق

[1] ترمذی: ۸۷۸۹۔ درجات الیقین: ۱٤۹۔

کرتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو ایک یا دو لقموں یا ایک دو کھجوروں کے لیے گھروں کے چکر لگاتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اپنی گزر بسر کی ضرورت کم ہو اور کوئی خود بخود اس پر صدقہ بھی نہ کرے اور وہ لوگوں سے لپٹ کر نہ مانگتا ہو۔ [1]

وہ مزید فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ وہ اہل بیت سے رجس (آلودگی) دور کر کے ان کو پاک کرنا چاہتا ہے تو آپ نے (نسبی) قریبی اہل بیت کو بلایا اور ان کو خاص کر کے ان کی عظمت کو بیان کیا اور وہ علی، فاطمہ اور جنت کے نوجوانوں کے سردار حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تطہیر (پاکیزگی) اور رسول اللہ ﷺ کی دعا میں جمع کر دیا گیا، اس میں ہمارے لیے یہ دلیل بھی ہے کہ اہل بیت سے رجس کو دور کرنا اور ان کو پاک کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے جو اس نے اہل بیت کو عطا فرمائی ہے کیونکہ وہ ان دونوں فضیلتوں کو فقط اپنی صلاحیتوں اور اپنی قوت سے حاصل نہ کر سکتے تھے اگر ایسا ہوتا تو ان کو رسول اللہ ﷺ کی دعا کی حاجت نہ رہتی جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ہدایت اور اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے محتاج نہیں ہے۔

یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ اتری تو آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے پاس اس کو تلاوت فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انہیں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور آخرت کے گھر کو منتخب کرنے میں اختیار دیا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور آخرت کے گھر کو اختیار کیا تو آپ نے ان میں سے کسی کو بھی طلاق نہیں دی بلکہ یہی ازواج مطہرات آپ کے عقد میں تھیں کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اگر وہ دنیا کی زندگی کو اختیار کر لیتی تو آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو دنیا کا مال ومتاع دے کر رخصت کر دیتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور سب سے زیادہ اس کی حدود کا علم رکھنے والے تھے۔ یہ آیت دہرے اجر اور دہرے گناہ پر دلیل ہے، اسی لیے

---

[1] بخاری: ١٤٧٦؛ مسلم: ١٠٣٩۔ حقوق آل البيت بين السنة والبدعة: ص :٩۔

امام علی بن حسین زین العابدین فرماتے ہیں: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے نیکی اختیار کرنے والوں کو دہرا اجر عطا کرے گا اور مجھے ڈر ہے کہ گناہ کرنے والوں کو دہرا عذاب دے گا۔ ❶

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مقام غدیر پر خطبہ ارشاد فرمایا: (اس کو غدیر خم بھی کہتے ہیں) یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے اہل بیت کے متعلق میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں میرے اہل بیت کے متعلق میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔

زید بن ارقم سے پوچھا گیا آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ آل علی، آل جعفر، آل عقیل، آل عباس ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کیا یہ سب اہل بیت میں شامل ہیں انہوں نے فرمایا: ہاں۔ ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے جب یہ آیت کریمہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ٥٦) اتری تو صحابہ کرام نے سوال کیا کہ وہ آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس طرح کہو:

((اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید وبارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم إنك حمید مجید)) ❸

---

❶ حقوق آل البیت بیت بین السنة والبدعة: ١٠۔

❷ صحیح مسلم: ٢٤٠٨۔

❸ بخاری: ٣٣٧٠۔ مسلم: ٤٠٦۔

اور ایک صحیح حدیث میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں ((اللھم صل علی محمد وأزواجه وذریته)) ابن تیمیہ کا کلام ختم ہوا۔ [1]

یہ سب ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کلام ہے دیکھو کس طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل بیت کے حقوق کا دفاع کر رہے ہیں اور ان کی فضیلت وعظمت کا اقرار کر رہے ہیں۔ خصوصًا آپ کے انتہائی قریبی افراد اور بالخصوص چادر والوں کا مقام واضح کر رہے ہیں۔

شیخ الاسلام نے فرمایا: اہل سنت تمام مومنین کو دوست کہتے ہیں اور ان کے متعلق علم اور عدل کی بنیاد پر کلام کرتے ہیں اور ان کا جہلاء اور خواہش پرست لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ سابقین واولین کا اقرار کرتے ہیں اور اہل بیت کے حقوق کی مکمل پاسداری کرتے ہیں اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان پر جو کچھ واجب کر رکھا ہے اس کی بجا آوری کرتے ہیں۔ [2]

امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت، اللہ تعالیٰ کا ولی ہونا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بلند مقام ومرتبہ یقیناً معلوم ہے اور اس پر ہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور یہ بات صحیح سند اور علم یقینی سے ثابت ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے کسی جھوٹ کا سہارا لینے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی کذاب راوی سے روایات لینے کی مجبوری ہے اور فرمایا: علی رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ [3]

وہ مزید فرماتے ہیں اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ بہادر ترین صحابہ میں سے ایک ہیں، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی مدد کی ہے، وہ کبار صحابہ کرام سابقین

---

[1] حقوق آل بیت بین السنة والبدعة، ص: ۹ .

[2] منهاج السنة: ۲/ ۷۱۔

[3] منهاج السنة النبویه: ۸/ ۱۶۵۔ ۲۱۸۔

اولین مہاجر اور انصار میں سے ایک ہیں وہ سرداروں کے بھی سردار ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رستے میں جہاد کیا اور جنہوں نے اپنی تلوار سے بہت سے کفار کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ ❶

اے قاری! غور کر شیخ الاسلام اہل بیت علیہم السلام کے متعلق کیا فرما رہے ہیں؟ اہل بیت کے فرمانبردار اور نیک لوگوں سے دعا کروانا، قبولیت کے اسباب میں سے ہے اسی لیے بعض علماء کا قول ہے کہ اہل دین، نیک اور متقی لوگوں سے بارش کی دعا کروانا مستحب ہے اور اس کے لیے اہل بیت علیہم السلام کے صالح لوگ سب سے بہتر ہیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی بناتا ہوں اور آپ کے حضور اللہ تعالیٰ کو سفارشی بناتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ حتی کہ صحابہ کرام کے چہروں پر بھی اس کا اثر نمایاں نظر آیا۔ تو آپ نے فرمایا: تیرے لیے بربادی ہے۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کے متعلق کچھ جانتا بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے کسی کے سامنے سفارشی نہیں بنایا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند و برتر ہے۔ ❷ آپ نے اس آدمی کی اس بات کا انکار فرمایا: ''میں آپ کے حضور اللہ تعالیٰ کو سفارشی بناتا ہوں'' مگر اس بات کا انکار نہیں کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی بناتا ہوں کیونکہ سفارش کرنے والا سوال کرتا ہے اور طالب کے لیے طلب کرتا ہے کہ اس کا کام کر دیا جائے یہ کام بندوں کا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کسی بندے سے یہ طلب نہیں کرتا کہ فلاں کا کام کر دیا جائے۔ ❸

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی اہل بیت سے محبت:

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض گمراہ اور جاہل ترین لوگ جو اہل بیت کی

---

❶ حواله سابقه: ۸/ ۷٦۔

❷ ابو داود: ۴۷۲٦۔ البانی رحمہ اللہ نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے۔

❸ جامع الرسائل لإبن تيميه: ۱/ ٦۔

محبت کا نام نہاد اور جھوٹا نعرہ لگاتے ہیں وہ ہر اس عالم کے متعلق جھوٹی باتیں مشہور کر دیتے ہیں جو نیک اور صالحین کی محبت میں غلو سے لوگوں کو باز رہنے کی تلقین کرتا ہے یا پھر صالحین اور ان کی قبروں سے مدد طلب کرنے کو غلط بتاتا ہے اس لیے ان گمراہ لوگوں نے اہل سنت کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔

① عام اہل سنت ② اہل سنت وہابی۔ وہابی کی نسبت، وہ امام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مقابلہ کیا اور ان کی خرافات سے لوگوں کو آگاہ کیا، ان کے ساتھ امام محمد بن سعود بھی اس کارِ خیر میں شامل ہوئے۔ پہلی سعودی حکومت صحیح منہج پر قائم رہنے کے بعد ختم ہوگئی پھر دوسری سعودی حکومت کتاب وسنت کے منہج پر قائم رہنے کے بعد ختم ہوگئی حتیٰ کہ تیسری سعودی حکومت ایک صالح حکمران ملک عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کی کوششوں سے قائم ہوئی۔ انہوں نے علماء سے مشورہ کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جزیرہ العرب میں قبروں پر بنائے گئے تمام گنبد اور عمارات ختم کر دیں حتیٰ کہ بقیع قبرستان میں بنائی گئی تمام عمارتیں اور مزارات منہدم کر دیے گئے جس کی بناء پر بعض گمراہ لوگوں نے ہر اس شخص کو بھی برا بھلا کہا جو امام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ سے محبت رکھتا یا ان کے طریقے پر چلتے ہوئے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج اپناتا ہے اور شرک وبدعت سے لوگوں کو دور رہنے کی تلقین کرتا ہے ان لوگوں کا جھوٹ اور مکر وفریب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے مکر وفریب سے ہرگز کم نہیں ہے جس کی بناء پر وہ عوام الناس کو محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ سے متنفر کرنے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں، ان افتراء بازیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شیخ الإسلام امام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اہل بیت سے عداوت اور بغض رکھتے تھے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت علیہم السلام سے شدید محبت رکھتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بچوں کے ناموں جیسے ہی رکھے ہیں۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی جن کے نام بالترتیب یہ ہیں عبداللہ، علی، حسن، حسین، ابراہیم، عبدالعزیز، فاطمہ، غور کریں عبدالعزیز کے علاوہ تمام اسماء اہل بیت والے ہیں ہی بلکہ ان کے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے نام بھی اہل بیت کے ناموں جیسے ہیں۔ اپنی اولاد کے نام اہل بیت علیہم السلام کے ناموں پر رکھنا درحقیقت اہل بیت کے ساتھ محبت اور الفت کی دلیل ہے اگر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ جو لوگ ابوبکر، عمر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں وہ اپنی اولاد کے نام ہرگز ان کے ناموں پر نہیں رکھتے کیونکہ وہ بدبخت جہاں صحابہ کرام سے عداوت رکھتے ہیں وہاں ان کے ناموں سے بھی دشمنی رکھتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تو اہل بیت علیہم السلام کی طرف منسوب ایک، ایک شخص کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں انہوں نے دیکھا کہ ان کے بعض متبعین ایک ایسے شخص کا انکار کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو اہل بیت طرف منسوب کرتا تھا اور لوگ اس کے ہاتھ چومتے تھے اور وہ اپنے پاس سبز کپڑا رکھتا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب ''الرسائل الشخصیہ''میں فرمایا:

''مجھے تمہاری نسبت یہ پتہ چلا ہے کہ بعض بھائیوں نے عبدالمحسن الشریف پر اعتراض کیا ہے کہ لوگ اس کا ہاتھ چومتے ہیں اور وہ سبز کپڑا استعمال کرتا ہے تو یاد رکھو کسی چیز کا انکار بغیر علم کے نہیں کرنا چاہیے۔ ہاتھ چومنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے جبکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہاتھ چوما اور فرمایا اہل بیت کے ساتھ ہمیں ایسا ہی کرنے کا حکم ہے۔ بہر حال بغیر علم کے انکار مناسب نہیں اور سبز کپڑے کا استعمال اہل بیت کے افراد کافی دیر سے فقط اس لیے کر رہے ہیں کہ لوگ انہیں پہچان لیں اور ان پر ظلم نہ کریں اور ان کے حقوق کا خیال رکھیں یا کہیں ایسا نہ ہو کہ جو ان کو نہ پہچانتا ہو وہ ان کے حق میں کوتاہی کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا حق اللہ تعالیٰ نے امت پر واجب کر رکھا ہے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان کے حق میں کوتاہی کا مظاہرہ کرے جو آدمی اس رویہ کو توحید کا نام دیتا

ہے وہ غلطی پر ہے۔ ❶

اے قاری! تو غور کر کہ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اس آدمی کے حقوق کا کیسے دفاع کر رہے ہیں جو فقط اہل بیت کی طرف منسوب ہے جبکہ اس کا نسب بعید ہے تو جن کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے ان کی عزت توقیر کس قدر امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے دل میں ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

وہ اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں ہم میں سے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طلب گار رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اکرام سے بھی یہی وعدہ لیا ہے۔

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝﴾ (آل عمران: ٨١)

”کہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کروں اور پھر تمہارے پاس رسول وہ لے آئے جو اس کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے۔“

جب اللہ تعالیٰ انبیاء سے وعدہ لے رہا ہے کہ اگر ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو تم ان پر ایمان لے آؤ گے اور ان کی نصرت کرو گے تو اے امت اسلام! ہمارے لیے یہ حکم کس قدر ضروری اور تاکیدی ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کی ذات پہ ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا واجب ہے اور ان دونوں چیزوں میں سے ایک قطعاً فائدہ نہ دے گی اور آپ کے اہل بیت تو اس کے بہت زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول

---

❶ الرسائل الشخصیه: ١/ ٢٨٤۔

اللہ ﷺ کو ان کی نسل سے مبعوث فرمایا ہے اور پوری کائنات میں سے ان کو عزت وشرف والا مقام بخشا ہے جو لوگ آپ کی آل اولاد میں سے ہیں وہ سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ [1]

اگر یہ جاہل اور متعصب لوگ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے حال کا اندازہ کرتے اور اہل بیت کے متعلق ان کی سوچ اور ان کی تکریم پر غور کرتے تو تمنا کرتے کہ ان کا حال بھی امام موصوف جیسا ہی ہوتا۔

وہ مزید فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی آل اولاد کا امت پر حق خاص ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے، وہ ایسی محبت اور دوستی کے حقدار ہیں کہ بقیہ قریش بھی اس قدر حق دار نہیں ہیں جیسا کہ عرب جس مقام کے حامل ہیں کوئی اور نہیں ہے۔ حتی کہ فرمایا: اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ بنی ہاشم میں سے ہیں تو بقیہ قریش ان کے برابر نہیں ہو سکتے جبکہ قریش خلفاء اور قابل ذکر مقام کے حامل لوگ ہیں جن کی عرب میں مثال نہیں ملتی ہے وہ عربوں میں ایسے قابل عزت لوگ ہیں کہ دیگر قوموں میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہے۔ [2]

وہ ایک ایسے شخص کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو حسن رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے وجود کا انکار کرتا ہے کہ بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی ان کا کوئی وارث پیدا ہوا ہے اور ان کی نسل میں کوئی مذکر اولاد نہ تھی یہ بات ان لوگوں میں اس قدر مشہور ہے اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے وہ امامت فقط حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تسلیم کرتے ہیں اثنی عشری فرقہ اسی کا قائل ہے وہ حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں امامت کو باطل خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کی فضیلت، جلالت معروف ہے اور ان میں امامت کی شروط پر اتفاق ہے لوگوں نے ان کی بیعت بھی کی ہے اور ان کی نسبت بھی بالکل صحیح ہے، ان کے علم کا بھی اعتراف ہے اور وہ مطلق طور پر درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔

---

[1] الرسائل الشخیصه۔

[2] مسائل لخصها الإمام: ١/ ٥١۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تباہ و برباد کرے یہ کسی طرف جا رہے ہیں؟ دیکھو اہل بیت کے یہ دشمن رسول اللہ ﷺ اور سیدہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کس طرح تکلیف دے رہے ہیں؟ یہ کس طرح حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کا نسب منقطع کر رہے ہیں جو قطعی طور پر ثابت ہے۔ کسی بھی باشعور آدمی پر ان کی اولاد کا ثبوت مخفی نہیں ہوسکتا ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نسب نامہ پر طعن کرنے کو زمانہ جاہلیت کا فعل قرار دیا ہے، [1] یہ بات ثابت ہے کہ امام مہدی حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے جیسا کہ ابوداود اور دیگر کتب میں وضاحت ہے۔ [2]

اے انصاف پسند قاری! کیا تو نے امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر غور کیا کہ وہ کس طرح اہل بیت کی عظمت کا اقرار اور ان کا دفاع کر رہے ہیں؟ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے امام موصوف پر الزام لگایا کہ وہ اہل بیت سے عداوت رکھتے ہیں اس کی بنیادی وجہ فقط یہ تھی کہ وہ اہل بیت کی شان میں غلو (زیادتی) سے کیوں روکتے ہیں؟ اور قبروں پر مزارات اور عمارتیں بنانے سے کیوں منع کرتے ہیں؟ شیطان نے ان کے لیے برے اعمال کو مزین کر دیا ہے انہوں نے اہل بیت کی شان میں غلو سے کام لیا اور اسے محبت کا نام دیا اللہ کی قسم! یہ اہل بیت کے ساتھ محبت نہیں بلکہ شدید درجہ کی دشمنی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تو ایک انسان کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرے اور پھر جو کام اس کو سخت ناپسند ہیں ان کو عزیز رکھے اور ان کا پرچار کرے یہ لوگ عقیدہ توحید میں اہل بیت کی مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ اہل بیت کا تو یہ عقیدہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ ہی مدد طلب کی جائے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی کے آگے جھکا جائے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی سے امید رکھی جائے۔

---

[1] صحيح مسلم: ٩٣٤۔

[2] ابوداؤد: ٤٢٩٠ .

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف اہل بیت علیہم السلام کی زبانی

پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ صحابہ کرام اہل بیت کی عزت وتوقیر کرتے اور ان کے حقوق کی مکمل پاسداری کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق ان کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھتے تھے اسی طرح اہل بیت علیہم السلام بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا جواب محبت اور عزت سے ہی دیا کرتے تھے فریقین توحید خالص کے رشتے میں ایک دوسرے سے بندھے ہوئے تھے اور سچی محبت پر جمع تھے۔ بہت سی احادیث میں یہ بات مذکور ہے جبکہ میں نے شیعہ کی چند معتبر کتابوں سے بھی چند احادیث اور آثار نقل کیے ہیں تاکہ کسی کے لیے کوئی حجت اور بہانہ باقی نہ رہے۔

ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے متعلق اہل بیت علیہم السلام کی تعریف:

محمد بن حنیفہ فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ (علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابوبکر میں نے پوچھا ان کے بعد انہوں نے فرمایا: عمر میں نے پوچھا اور آپ خود؟ انہوں نے فرمایا: میں تو مسلمانوں کا ایک عام فرد ہوں۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں چند لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیہ کلمات کہہ رہے تھے جبکہ ان کی میت چارپائی پہ رکھی تھی اچانک میرے پیچھے سے ایک آدمی نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ کر کہا: (اے عمر رضی اللہ عنہ) آپ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے: مجھے یہ پوری امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دوساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

---

[1] بخاری: ٣٦٧١۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ملا دے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے بکثرت سنا ہے کہ میں اور ابوبکر وعمر تھے، میں اور ابوبکر وعمر نے ایسے کیا، میں اور ابوبکر وعمر جا رہے تھے مجھے اللہ تعالیٰ سے پوری امید تھی کہ وہ آپ کو ان کے ساتھ ملا دے گا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ❶

ابن ابی ملیکہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ کو چارپائی پہ رکھا گیا لوگ ان کی میت کے ارد گرد کھڑے ان کے لیے دعائیہ کلمات اور ان پر سلام کہہ رہے تھے جبکہ ابھی ان کی میت اٹھائی نہ گئی تھی میں بھی وہاں کھڑا تھا کہ ایک آدمی نے میرا کندھا پکڑا جب میں نے دیکھا تو وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فرمایا: اے عمر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے: آپ نے اپنے بعد کوئی آدمی ایسا نہ چھوڑا کہ مجھے یہ خواہش ہو کہ میں اس کی طرح کے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور جاؤں۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ملا دے گا۔ ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ کی بات سے ظاہر ہے کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس وقت دنیا میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کے اعمال افضل نہیں ہیں۔ ❸

ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور اگر تو چاہے تو میں تیسرے کی بھی خبر دے سکتا ہوں۔ ❹

ان سے ہی مروی ایک روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ان کا نام "وھب الخیر" پکارتے تھے وہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوجحیفہ کیا میں تجھے اس امت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین انسان کے متعلق نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا میں

---

❶ بخاري: ٣٦٧٧، مسلم: ٢٣٨٩۔ ❷ بخاري: ٣٦٨٥۔

❸ فتح الباري: ٧/ ٤٨۔ ❹ بخاري: ٧٦٧١۔

نہیں سمجھتا کہ ان سے کوئی افضل اس امت میں ہوگا اور کہا اس امت میں سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد ایک تیسرا مگر انہوں نے ذکر نہ کیا۔ ❶

عمرو بن حریث کہتے ہیں میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اس امت میں سب سے افضل ابوبکر عمر، عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ ❷

ان سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ آپ منبر سے نیچے اتر رہے تھے: پھر عثمان پھر عثمان۔'' ❸

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم یہ بات کہا کرتے تھے جبکہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بقید حیات تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں۔ پھر عمر اور پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنا کرتے تھے مگر آپ نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔ ❸

یہ واضح دلائل ہیں کہ صحابہ کرام اور خصوصًا علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی فضیلت کے قائل تھے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ علی رضی اللہ عنہ سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا قول تواتر سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ متقدمین شیعہ نے علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان پر ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ کیا۔ان کا اختلاف علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی اُفضیلت میں تھا۔ اس بات کا اعتراف خود شیعہ اکابر علمائے متقدمین و متاخرین بھی کرتے ہیں پھر فرمایا: ابوالقاسم البلخی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے شریک بن عبداللہ بن ابی عمر سے پوچھا: ابوبکر

❶ مسنداحمد: ۸۳۵۔

❷ فضائل الصحابه لإمام احمد: ٦٣٥؛ فضائل الخلفاء الراشدين لأبى نعيم: ٥٦١؛ تاريخ اراد: ١/ ٥٣٢، ١٤/ ٦١٤۔

❸ البداية والنهاية: ٨/ ١٤؛ البيهقى: ٦/ ٣٤٨۔

❸ بخاری: ٣٦٥٥۔ ٣٦٩٧۔

اور علی رضی اللہ عنہ میں سے کون افضل ہے؟ تو انہوں نے کہا: ابوبکر سائل کہنے لگا۔ یہ بات آپ شیعہ ہونے کے باوجود کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں شیعہ اس کے قائل ہیں :اللہ کی قسم! علی رضی اللہ عنہ اس منبر پر چڑھے تھے اور فرمایا: خبردار! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں کیا ہم ان کی بات رد کر دیں، کیا ہم ان کو جھٹلا دیں اللہ کی قسم! وہ ہرگز جھوٹ بولنے والے نہ تھے۔ ❶

بسام بن عبداللہ الصیرفی کہتے ہیں: میں نے ابوجعفر سے پوچھا: آپ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم میں ان کی ولایت کا قائل ہوں اور ان کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہوں اور میں نے اہل بیت کے ہر فرد کو ان کی ولایت کا قائل ہی پایا ہے۔ ❷

ابن عسا کرنے اپنی سند سے سدی سے بیان کیا ہے کہ میں زید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ کوفہ کے ایک محلّہ بارق میں مقیم تھے میں نے عرض کیا: آپ ہمارے سردار اور ہمارے حکمران ہیں آپ ابوبکر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ان کی ولایت کا اقرار کرو اور وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے، ابوبکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہ سے برأۃ (لاتعلقی) درحقیقت علی رضی اللہ عنہ سے برأۃ ہے علی رضی اللہ عنہ سے لاتعلقی دراصل ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے برأۃ ہے۔ ❸

ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان رضی اللہ عنہم کے متعلق روافضہ کے قول سے علی بن حسین کی برأۃ ثابت ہے ابونعیم نے اپنی سند سے محمد بن علی سے نقل کیا ہے وہ اپنے باپ علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: عراق کے چند لوگ ایک جگہ جمع تھے اور انہوں نے

---

❶ منهاج السنة النبويه: ١/ ١٣، ٤١۔

❷ دارقطنی نے فضائل الصحابہ میں نقل کیا،ص:٣٧۔طبقات: ٥/ ٣٢١۔

❸ فضائل الصحابه لدار القطني: ٤٤؛ النهي عن سب الأصحاب للمقدسي: ١٥ .

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق توہین آمیز گفتگو کی پھر وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ کہنے لگے تو علی بن حسین نے ان سے کہا: مجھے بتاؤ تم اول مہاجرین میں شامل ہو؟ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴾

(الحشر: ۸)

''(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔''

انہوں نے کہا: نہیں آپ نے پھر پوچھا کیا تم انصار میں سے ہو جن کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴾

(الحشر: ۹)

''اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''

انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم خود گواہی دے چکے ہو کہ نہ ہی تو

مہاجروں میں سے ہو اور نہ ہی انصاریوں میں سے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم تیسرے گروہ میں ہرگز شامل نہیں ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الحشر: ۱۰)

''اور وہ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں ہمارے رب ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے سبقت لے گئے ایمان کے ساتھ اور ان کے متعلق جو ایمان لائے ہمارے دلوں میں کینہ پیدا نہ کر'' لہٰذا تم لوگ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے تم اپنے گھروں کو سلامت نہ جا سکو۔ تم لوگ تو اسلام کے ساتھ مذاق کرنے والے ہو اور تم اہل اسلام میں شامل نہیں ہو۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عبداللہ بن سبا کے حالات میں لکھا ہے کہ اسحاق مزاری شیعہ سے وہ سلمۃ بن کہیل سے وہ ابی زعراء سے وہ زید بن وہب سے بیان کرتے ہیں کہ سوید بن غفلہ علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں چند لوگوں کے پاس سے گزرا ہوں وہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ آپ ان کے متعلق اپنے دل میں اچھا گمان نہیں رکھتے اور ان لوگوں میں عبداللہ بن سبا بھی تھا اور سب سے پہلے اسی نے یہ بات کی ہے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا اس سیاہ رو شیطان سے کوئی واسطہ نہیں پھر فرمایا: اللہ کی پناہ! میں ان کے متعلق اچھا گمان ہی دل میں رکھتا ہوں پھر آپ نے قاصد بھیج کر عبداللہ بن سبا کو مدائن کی طرف ملک بدر کر دیا۔ اور حکم دیا کہ آئندہ یہ کبھی بھی یہاں رہائش پذیر نہ ہو سکے گا پھر آپ منبر پر تشریف لائے حتی کہ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے سارا ماجرا تفصیل سے سنایا اور اس قصہ کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا: خبردار

---

[1] حلية الأولياء: ۳/ ۷۳۱۔ البداية والنهاية: ۹/ ۱۱۲۔

مجھے کسی ایک سے یہ بات نہیں پہنچنی چاہیے کہ وہ مجھ کو ابوبکر وعمر پر فضیلت دیتا ہے ورنہ میں اسے تہمت کے کوڑے لگاؤں گا۔ ❶

ابراہیم علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ بعض لوگ ان کو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں تو وہ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض لوگ مجھے ابوبکر وعمر پر رضی اللہ عنہما فضیلت دیتے ہیں اگر مجھے ان کا پتہ ہوتا تو میں ان کو سزا دیتا آج کے بعد اگر میں نے کسی سے یہ بات سنی تو میں اسے تہمت کی حد لگاؤں گا۔ پھر فرمایا: بے شک! اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ، پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کون ہے؟ علقمہ کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد ایک دفعہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما ایک مجلس میں یہ فرما رہے تھے کہ اگر وہ تیسرے شخص کا نام لیتے تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ہی لیتے۔ ❷

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اہل بیت کی محبت اور ان کی فضیلت کا اقرار:

حسن رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو کہ شیعہ کے ہاں پہلے امام معصوم ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کیا جبکہ میں اس وقت وہاں موجود تھا غیر حاضر نہ تھا اور میں صحت مند تھا مریض نہ تھا اگر وہ چاہتے تو مجھے آگے کر سکتے تھے ہم اس شخص پر اپنی دنیا کے معاملے میں راضی ہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملہ میں راضی ہوئے لہٰذا ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی مقدم کیا ہے۔ ❸

یہ اہل بیت کے سب سے عظیم انسان کے خیالات ہیں جن کا اظہار وہ خلیفہ راشد سیدنا

---

❶ لسان المیزان: ۳/ ۲۹۰؛ حالات نمبر: ۱۲۲۵۔

❷ الحجة فی بيان المحجة: ۳۲۷۔

❸ ابن سعد : ۳/ ۱۸۳ ، السنة : ۳۳۳ .

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کر رہے ہیں اور یہ بات شیعہ کی کتب میں بھی موجود ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ جو کہ امام علی رضی اللہ عنہ کے انتہائی قریبی ساتھی اور مشیر خاص اور ان کے مقرر کردہ عامل (گورنر) ہیں سیدنا ابوبکر صدیق کے متعلق فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اللہ کی قسم! وہ فقراء پر انتہائی رحم کرنے والے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے، برے کاموں سے منع کرنے والے، اپنے رب کی معرفت رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے، شبہات پر تنبیہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے راتوں کو تہجد پڑھنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے، اپنے ساتھیوں کو تقوی اور پرہیزگاری کی تعلیم دینے والے اور زہد وتقوی کی طرف ان کی رہنمائی کرنیوالے تھے۔ جو کوئی ان کی شان میں گستاخی کرے یا ان پر طعنہ زنی کرے اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ [1]

حسن بن علی جو کہ شیعہ کے ہاں دوسرے معصوم امام ہیں اور شیعہ کے دعوی کے مطابق ان کی اتباع واجب ہے وہ اپنی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کا میرے ہاں مرتبہ ایسے ہی ہے جیسے جسم میں کانوں کا ہے۔ [2]

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ عزت کیا کرتے تھے جب انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر دستبرداری کا اعلان کیا تھا تو صلح کی شروط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ لوگوں کے درمیان کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر چلتے ہوئے حکومت کریں گے جبکہ ایک نسخہ میں خلفاء الصالحین کے الفاظ ہیں۔ [3]

اسی طرح شیعہ کے ہاں تیسرے امام معصوم حسین بن علی علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

---

1. ناسخ التواریخ: ٥/ ١٤٣۔ ١٤٤۔
2. عیون الأخبار: ١/ ٣١٣، معانی الأخبار، ، ص: ٢٢٠ طبع ایران۔
3. منتهى الآمال: ٢ / ٢١٢۔

کی انتہائی زیادہ توقیر کیا کرتے تھے شیخ مفید فرماتے ہیں امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک رات عشاء کا کھانا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اور دوسری رات حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ تیسری رات عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تناول فرماتے تھے۔ ❶

شیعہ کے ہاں چوتھے معصوم امام زین العابدین، علی بن حسین بن علی سے مروی ہے کہ ان کے پاس عراق کا ایک وفد آیا اور انہوں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق سخت سست جملے کہے اور ان پر اعتراض کیا۔ پھر وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ کہنے لگے تو انہوں نے فرمایا: ٹھہرو۔ پہلے مجھے تم یہ بتاؤ کہ کیا تم پہلے مہاجرین میں شامل ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''یہ قصہ پہلے حلیۃ الأولیاء کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔''

شیعہ کے پانچویں امام معصوم محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین علیہم السلام سے تلوار کے دستے پر سونا چڑھانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اپنے جواب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل کو دلیل بنایا۔ عبداللہ الجعفی، عمرو بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی علیہم السلام سے پوچھا کیا تلوار کے دستے پر سونا چڑھانا جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے دستے پر سونا چڑھایا تھا میں نے کہا کیا آپ ابوبکر کو صدیق (سچا) کہہ رہے ہیں۔

یہ سن کر وہ غصہ سے کانپنے لگے پھر قبلہ رخ ہو کر یوں گویا ہوئے ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ان کو صدیق نہیں مانتا اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں جھوٹا ثابت کرے۔ یاد رہے یہ بات الإربلی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے۔ ❷

---

❶ الإرشاد للشیخ مفید: ١٤۔

❷ کشف الغمة: ٢/ ١٤٧۔

الإربلی سے مراد، بہاء الدین ابوالحسن علی بن حسین فخر الدین عیسیٰ بن ابی الفتح الإربلی ہے یہ ساتویں صدی کے شروع میں إربل جو کہ موصل کا نواحی قصبہ ہے میں پیدا ہوا اور بغداد میں ٣٩٦ھ میں فوت ہوا اس کے متعلق القمی کہتا ہے وہ شیعہ امامیہ کے کبار علماء میں سے تھا وہ عالم، فاضل، شاعر، محدث جلیل ⇐⇐

یہ بات محمد بن علی، ابوجعفر علیہم السلام نے ایسے ہی نہیں کہہ دی بلکہ ان کو بخوبی علم تھا کہ ان کے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدیق کا لقب عطا کیا ہے جیسا کہ شیعہ عالم البحرانی نے اپنی تفسیر (البرھان) میں نقل کیا ہے وہ علی بن ابراہیم سے روایت کرتے کہ انہوں نے کہا مجھے میرے باپ نے اپنے بعض اساتذہ کے واسطہ سے ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے تو انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں جعفر کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں اور ان کے ساتھیوں کو بھی جو سمندر میں محوسفر ہیں اور انصار بھی مجھے نظر آرہے ہیں وہ اپنے گھروں کے صحن میں بیٹھے ہیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تو انہوں نے کہا مجھے بھی دکھا دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو انہوں نے بھی سب کو دیکھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد آپ کا نام صدیق ہے۔ [1]

سید مرتضیٰ اپنی کتاب الشافی کے صفحہ نمبر ۲۳۸ پر اور شرح نہج البلاغہ کے صفحہ نمبر ۱۴۰ جلد نمبر ۴ پر لکھتے ہیں: جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ وہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اقرار کرتے تھے۔ وہ ان کی قبر پر تشریف لاتے اور سلام کہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی درود سلام پڑھتے تھے۔ طبرسی نے باقر سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: میں نہ ہی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا منکر ہوں اور نہ ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کرتا ہوں مگر بات یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ [2]

⇐⇐ القدر، ثقہ، صاحب الحجۃ اور صاحب فضیلت تھا۔ اس کی کتاب معروف ہے کشف الغمۃ فی معرفۃ الآئمہ اور الکنی و الألقاب: ۲/۱۴، ۵۱؛ طبع قم ایران۔

[1] البرھان: ۲/ ۱۲۵۔

[2] طبرسی سے مراد ابومنصور احمد بن علی بن ابی طالب ہے اہل طبرستان میں سے ہیں شیعہ کے علماء کا کہنا ہے: یہ بہت بڑے شیخ، عالم، فاضل، محدث، فقیہ اور ہمارے نامور علماء میں سے ہیں۔ ان کی کتاب الاِ حتجاج علماء میں معروف ہے (روضات الجنات: ۱/۶۵) الکنی و الألقاب: ۲/ ۴۰۴۔

پھر ان کے بیٹے ابوعبداللہ جعفر شیعہ کے ہاں چھٹے امام معصوم ہیں جیسا کہ قاضی نور اللہ الشوشتری ❶ جو کہ انتہائی غالی شیعہ ہے اور وہ ۱۰۱۹ میں قتل ہوگیا تھا نے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا اے پیغمبر کے نور نظر! ابوبکر اور عمر کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''وہ دونوں عادل اور انصاف پسند امام تھے وہ حق پر زندہ رہے اور حق پر ہی فوت ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کی صبح تک ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

شیعہ کے ہاں گیارہویں معصوم امام جو حسن عسکری کے نام سے مشہور ہیں ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے اپنے بستر پر سونے کے متعلق پوچھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوبکر کیا تو میرے ساتھ چلنے پر راضی ہے تاکہ تو بھی طلب کیا جائے جیسے میں کیا جاؤں اور تو جان لے کہ تو میرے مشن میں میرا معاون ہے اور تو میرے لیے عذاب اور تکالیف کو برداشت کرے؟ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر قیامت تک میری عمر دراز ہو، اور مجھے شدید ترین عذاب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑے۔ میری موت بھی آسان نہ ہو اور کوئی خوشی بھی دیکھنے کو نہ ملے مگر یہ سب کچھ آپ کی محبت میں ہو تو یہ میرے لیے اس زندگی سے کہیں بہتر ہے جو خوشیوں بھری ہو اور اس زندگی سے کہیں بہتر ہے جس میں مجھے ساری دنیا کی بادشاہت مل جائے مگر وہ آپ کی مخالفت کی بناء پر ہو اللہ کے پیغمبر! میری جان میرا مال، میری اولاد سب آپ پر قربان۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل پر توجہ فرمائی تو وہ اس بات کے عین موافق ہے جو آپ کی زبان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے لیے ایسے بنایا

---

❶ الشوشتری سے مراد نور اللہ بن شرف الدین الشوشتری ہے جو کہ ہندوستان کے نامور اور کبار علما شیعہ میں سے تھا اور موجودہ پاکستان کے شہر لاہور میں عہد جہانگیر مغل حکمران کے دور میں قاضی تھا۔ شیعہ کے ہاں تالیف کی ہیں گیارہوں صدی ہجری میں رفض کی تہمت کے سبب قتل ہوا اس کو شہید کا لقب دیا گیا۔ (روضات الجنات: ۱۶۰/۸)۔ (احقاق الحق للشوشتری: ۱۶/۱؛ طبع مصر)

ہے جیسے جسم میں کان اور آنکھ اور بدن میں روح کی اہمیت ہے۔ ❶

زید بن علی بن حسین بن علی بن أبی طالب جو کہ محمد الباقر کے حقیقی بھائی ہیں اور جعفر صادق کے چچا ہیں جن کو حلیف قرآن کہا جاتا ہے اور شیعہ کی کثیر تعداد ان کی امامت کی قائل ہے کیونکہ وہ تلوار لے کر میدان میں نکلے تھے۔ ان سے ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں ان کی متعلق کلمہ خیر ہی کہتا ہوں جیسا کہ میں نے اہل بیت (بیت النبوۃ) کے بہت سے افراد سے ان کی تعریف ہی سنی ہے نہ ہی تو انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور نہ ہی ہمارے علاوہ کسی اور پر ظلم روا رکھا ہے ان دونوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا ہے جب شیعہ نے ان کی یہ بات سنی تو ان کا انکار کر دیا اس لیے زید رضی اللہ عنہ نے کہا "رفضونا الیوم" ان لوگوں نے آج ہمارا انکار کر دیا ہے تب سے شیعہ کا دوسرا نام روافضہ رکھا گیا ہے۔ (یعنی انکار کرنے والے) ❷

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں شیعہ جن کی بہت تعظیم کرتے ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تم سے سبقت وفضیلت روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے حاصل نہیں کی مگر اس یقین سے جو ان کے دل میں ہے۔ ❸

یہ تمام روایات ہم نے شیعہ کی کتب سے نقل کی ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہ امام الثقلین ہیں میرے ماں باپ اور میری جان آپ پر قربان ہو سے نقل کی ہیں اور اسی طرح علی بن ابی طالب جو ان کے نزدیک امام معصوم اول ہیں سے لے کر آخری امام تک ان

❶ تفسیر الحسن العسکری ص: ١٦٤۔ ١٦٥؛ طبع ایران۔

❷ الإرشاد للمفید، ص: ٢٦٨ (باقر کے بھائیوں کا بیان)

❸ مجالس المؤمنین للشوشتری، ص: ٩٨۔ ناسخ التواریخ: ٢/ ٥٩٠ (امام زین العابدین کے حالات)

کے مذہب کی کتابوں سے ذکر کی ہیں۔ [1]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اہل بیت کی محبت اوران کی فضیلت کا اقرار:

علی رضی اللہ عنہ جو کہ اہل بیت کے قائد اور امام اول ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اسلام اور اہل اسلام کے لیے جائے پناہ تصور کرتے تھے دیکھیں وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کررہے ہیں۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب غزوۃ روم میں شمولیت کے لیے علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اگر آپ بذات خود دشمن کے علاقے میں چلے گئے تو مسلمانوں کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ ان کو اکیلا مت چھوڑیں۔

آپ ان کی طرف کوئی تجربہ کار جنگجوں کمانڈر بھیجیں جو ان کا مقابلہ کرے اور اس کے ساتھ بہادر اور نصیحت کرے والے لوگ بھیجیں اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پہ فتح دے دی تو یہ وہی ہوگا جو آپ چاہ رہے ہیں اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو آپ تو ہونگے کہ لوگ آپ کے پاس واپس آسکیں اور آپ سے رہنمائی لے سکیں۔ [2]

علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق کو جاری کر دیا ہے۔ انہیں بخوبی علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق عمر فاروق ایک الہامی شخصیت ہیں اسی لیے تو وہ ان کی قطعاً کوئی مخالفت نہ کرتے تھے نہ ان کی سیرت میں اور نہ ہی عمل میں حتی کہ بالکل بنیادی اور معمولی کاموں میں بھی ان سے اتفاق رکھتے تھے۔

شیعہ عالم دینوری [3] نے نقل کیا ہے کہ جب امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو

---

[1] الشیعه وآل بیت ، ص: ٦٨۔

[2] نهج البلاغة ، ص: ٣٩١۔

[3] دینوری: ابوحنیفہ احمد بن داؤد اہل دینور سے ہیں جو کہ ہمدان کے قریب پہاڑی علاقہ ہے شیعہ کے نزدیک ثقہ عالم ہیں ۲۸۱ یا ۲۸۲ میں فوت ہوئے۔ یعقوب بن اسحاق سے علم حاصل کیا۔ شیعہ کے امام اور فارسی النسل ہیں (الذریعة الی تصانیف الشیعه: ١/ ٣٣٩)۔ لآقا بزرك طهرانی طبع الطهران۔

ان سے عرض کیا گیا کیا آپ قصر (محل) میں رہائش رکھیں گے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں مجھے قصر شاہی میں رہنے کی قطعا حاجت نہیں ہے کیونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں کشادہ میدان میں رہوں گا۔ پھر وہ آگے بڑھے اور کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے دو رکعت نماز ادا کی اور ایک میدان میں داخل ہو گئے۔ ❶

اسی طرح جب ان سے فدک کا باغ واپس لینے کے متعلق کہا گیا تو انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرنے سے انکار کر دیا، سید مرتضٰی کا کہنا ہے کہ جب فدک کے معاملہ میں بات علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں وہ چیز واپس لے لوں جسے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے منع کر دیا تھا۔ ❷

حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ ''مجھے علم نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے کسی کام میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہو۔ ❸

اہل نجران کا ایک وفد علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعض امور کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کام بہترین تھا جو قانون ان کا بنایا ہوا ہے میں اس کو ہرگز تبدیل نہیں کر سکتا۔ ❹

جب علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا:

کیا میں اس گرہ کو کھول سکتا ہوں جسے عمر رضی اللہ عنہ نے مضبوطی سے لگایا ہے۔ ❺

یہ بات انہوں نے اس لیے کی کہ وہ جانتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ الہامی آدمی ہیں وہ جہاں جاتے ہیں حق ان کے ساتھ چلتا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ایک ہیں اس کی شہادت صحیح احادیث میں ہے

---

❶ الأخبار الطوال للدنيوری: ۱۵۲۔ ❷ نهج البلاغة، الشافی فی الامامة.

❸ رياض النضرة للطبری: ۲/ ۵۸۔ ❹ البيهقی: ۱۰/ الأموال: ۹۸۔

❺ الخراج لإبن آدم، ص: ۳۲۔

اور اس بات کی گواہی علی بن ابی طالب کے چچازاد، ان کے معتمد ترین ساتھی اور ان کی حکومت کے ایک انتہائی اہم ستون ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی دی ہے۔

ابن ابی الحدید کی ایک روایت کے مطابق جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے ان کو ابولؤلؤ المجوسی نے خنجر کے پے در پے واروں سے شدید زخمی کر دیا تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد عبداللہ بن عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جو کہہ رہی تھیں۔ ہائے عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ کچھ اور عورتیں بھی تھیں جن کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے گا میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ آپ فقط آگ کو پل صراط سے گزرنے کی حد تک ہی دیکھیں گے کیونکہ اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ ﴾ (مریم: ٧١)

''تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے۔''

پھر کہا: ہم امیر المؤمنین کو کامیاب سمجھتے ہیں۔

آپ سید المسلمین ہیں آپ نے کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کیے ہیں، آپ نے مال کی تقسیم میں انصاف سے کام لیا ہے۔ ان کو میری یہ بات بہت ہی پسند آئی وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ میں ابھی خاموش تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے میرے دونوں کندھوں کے دمیان ہاتھ مارا اور فرمایا: فوراً گواہی دے دو۔

جبکہ ایک روایت میں ہے اے امیر المؤمنین آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کا اسلام قبول کرنا باعث عزت تھا اور آپ کی خلافت اسلام کے لیے فخر ہے آپ نے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیا ہے انہوں نے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما تم اس بات کی گواہی دیتے ہو وہ ابھی خاموش تھے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہہ دو ہاں اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں۔ [1]

---

[1] ابن ابی الحدید: ٣/ ١٤٦۔

علی رضی اللہ عنہ شیعہ کے پہلے معصوم امام ہیں ان کا ایمان ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں کیونکہ یہ بات انہوں نے صادق وامین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے سنی تھی۔ اسی لیے وہ چاہتے تھے کہ وہ ایسے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں جن کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جاری کیا تھا سید مرتضیٰ، ابوجعفر الطوسی، ابن بابویہ اور ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دے دیا گیا تو علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا ''اس کفن میں موجود آدمی سے بڑھ کر کسی آدمی کے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات عزیز نہیں ہے۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی آپ کی تعریف کی جبکہ وہ اہل بیت علیہم السلام کے سردار اور خاندان نبوت کے اہم ترین فرد ہیں وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ابوحفص رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ اسلام کے معاون تھے انہوں نے اسلام کا حق پورے صبر اور اللہ تعالیٰ سے حصول ثواب کی نیت سے ادا کیا۔ انہوں نے لوگوں کے لیے دین کو واضح کیا، وہ یتیموں کے غمگسار تھے، ان پر جودوکرم اور احسان کی انتہاء تھی۔ وہ ایمان کا محل اور کمزوروں کے مددگار تھے دینداروں کے معاون تھے انہوں نے شہروں پہ شہر فتح کیے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو امن وامان سے آباد کیا۔ [2]

جعفر صادق بن محمد الباقر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبر پر تشریف لاتے اور ان کو سلام کرتے۔ [3]

جعفر بن محمد جو کہ شیعہ کے چھٹے امام معصوم ہیں وہ فقط ان کی خلافت کے قائل ہی نہ تھے بلکہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم صادر فرماتے تھے ان کے ایک ساتھی ابوبصیر جو شیعہ کے ہاں معروف ہیں کہتے ہیں میں ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ام خالد تشریف لے آئیں انہوں نے اجازت طلب کی تو ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو اس عورت کی بات

---

[1] كتاب الشافی، ص: ۱۷۱؛ تلخيص الشافی، للطوسی: ۲/ ۴۲۸؛ طبع ايران، معانی الأخبار، ص: ۱۱۷؛ طبع ايران۔

[2] مروج الذهب للمسعودی شيعه: ۳/ ۵۱؛ ناسخ التواريخ: ۲/ ۱۴۴؛ طبع ايران۔

[3] اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

سننا چاہے گا؟ کہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں، تو فرمایا پھر اس کو آنے کی اجازت دے دو انہوں نے مجھے چٹائی پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ کہتے ہیں یہ عورت آئی اس کی زبان انتہائی بلیغ تھی اس نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ان کی ولایت کا اقرار کرو اس نے کہا میں جب اپنے رب سے ملاقات کروں گی تو آپ کا نام لوں گی کہ آپ نے مجھے ان کی ولایت کا اقرار کرنے کا حکم دیا ہے تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔ [1]

یہ شیعہ کے ہاں چھٹے امام معصوم ہیں جن کے نام پر انہوں نے اپنا مذہب بنا رکھا ہے اور ان کی کتب پر اپنی شریعت کی عمارت کھڑی کی ہوئی ہے اسی لیے وہ اپنے آپ کو جعفریہ'' کہتے ہیں اور ان کا مذہب جعفری ہے وہ فقط ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا اقرار ہی نہ کرتے تھے بلکہ ان کی اتباع کا حکم دیتے تھے اللہ تعالیٰ ان تمام افراد پر رحمت نازل فرمائے اور جو ان کے حکم کی پیروی کرے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور اس پر رحم فرمائے۔ اہل بیت کے آبا و اجداد ابوبکر عمر رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری کا حکم صادر فرما رہے ہیں۔

شیعہ مؤرخ، احمد بن اَبی یعقوب اپنی تاریخ کی کتاب میں ۱۷ھ کے واقعات کے تحت خلافت امیر المؤمنین عمر بن خطاب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے اسی سال عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما جن کی والدہ ماجدہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سے نکاح کرنے کے لیے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابھی اس کی عمر کم ہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کہیں سے بھی رشتہ طلب کروں تو مجھے انکار نہیں ہوگا مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے کہ قیامت کے روز تمام نسبی رشتے ختم ہو جائیں گے مگر میرے خاندان کا نسبی رشتہ ختم نہ ہوگا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں شادی کروں تو علی رضی اللہ عنہ نے ان کی شادی دس ہزار دینار کے عوض کر دی۔ [2]

---

[1] الروضة من الكافي: ۸/ ۱۰۱ طبع ایران، حديث أبى بصير مع المرأة۔

[2] تاريخ اليعقوبى: ۲/ ۱٤۹، ۱٥۰۔

اس شادی کا اقرار کتب اُربعہ شیعہ کے تمام مؤلفین نے کیا ہے اور یہ بات ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں نقل کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ جعفر صادق سے پوچھا کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عدت کے ایام کہاں گزارے؟ اپنے خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے؟ تو انہوں نے فرمایا بلکہ جہاں چاہے گزارے؟ پھر کہا جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے۔ [1]

اہل بیت علیہم السلام کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت اور ان کی فضیلت کا اقرار:

نزال بن صبرۃ سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخصیت ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے بھی ذوالنورین کہہ کر پکارتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور آپ نے ان کو جنت کی خوشخبری دی تھی۔ [2]

امام احمد نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ ابوقتادہ ایک انصاری صحابی کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ وہ اپنے گھر میں محصور تھے۔ انہوں نے ان سے حج پر جانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت دے دی پھر ان دونوں نے پوچھا اگر یہ لوگ غالب آ جائیں تو ہمیں کس کا ساتھ دینا چاہیے؟ انہوں نے فرمایا: تم جماعت کو لازم پکڑو انہوں نے پھر پوچھا آپ کا کیا خیال ہے اگر یہ لوگ آپ کو شہید کر دیں اور جماعت بھی ان کے ساتھ ہو تو ہم کس کا ساتھ دیں، انہوں نے فرمایا: جماعت جہاں بھی ہو اسی کو لازم پکڑو کہتے ہیں ہم وہاں سے نکلے تو گھر کے دروازے پر حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ہم

---

[1] الکافی فی الفروع، کتاب الطلاق، باب المتوفی عنها زوجها: ٦/ ١١٥، ١١٦ الإستبصار ابواب العدة: ٣/ ٥٣۔

[2] معرفة الصحابه لأبی نعیم: ٢٤٠؛ الشریعة للآجری: ١٨٢٥۔

بھی ان کے پیچھے پیچھے آئے تاکہ سن سکیں کہ ان کو کیا جواب ملتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے امیر المؤمنین میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر میں ہی رہو حتی کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ کر دے۔ مجھے مسلمانوں کا خون بہانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ [1]

علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہوں گے:

﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ ﴾

(الحجر: ٤٧)

''ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش یا کینہ تھا ہم سب نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔''

اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ [2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کی اور ان کی تنقیص کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعمرو عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ انتہائی معزز انتہائی نیک، متقی، تہجد گزار، جہنم کا ذکر سن کر کثرت سے رونے والے، ہر خوبی اور شرف کو پانے والے، نیکی اور خدمت میں سبقت لے جانے والے، محبوب، وفادار، جیش العسر ۃ کی کفالت کرنے والے اور داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو شخص ان پر طعن کرے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس پر لعنت فرمائے۔ [3]

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ایمان اور ان کے صحابی ہونے کی

---

[1] فضائل الصحابہ لإمام احمد: ١/ ٤٦٥؛ اس کی سند صحیح ہے۔
[2] فضائل الصحابہ: ٦٩٨؛ الفتن لإبن حماد: ١٩٤؛ مصنف ابن ابی شیبہ: ٧/ ٥٣٩۔
[3] الکبیر الطبرانی: ١٠/ ٢٣٨؛ تاریخ دمشق: ٣٧/ ٢١٠۔

گواہی دی ہے انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے علم اور اسلام میں سبقت کو اپنے علم اور اپنی سبقت کی طرح ہی قرار دیا ہے یہ سب کچھ ان کے کلام سے واضح ہے۔

جب علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کریں تو وہ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں آپ سے بات کروں مگر مجھے سمجھ نہیں آ رہی میں آپ کو کیا عرض کروں؟ میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جس کا آپ کو علم نہ ہو اور میں کسی ایسے کام کا تذکرہ نہیں کر سکتا کہ جس کے متعلق میں گمان کروں کہ آپ کو اس کا تجربہ نہ ہو۔ ہمیں کوئی ایسی بات معلوم نہیں جو آپ کو بتا سکیں اور ہمیں ایسی کسی خاص چیز کا علم نہیں جو آپ کو نہ ہو جو کچھ ہم نے دیکھا وہ آپ نے بھی دیکھا جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اعزاز حاصل کیا آپ نے بھی کیا۔ جو ہم نے سنا آپ نے بھی سنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کوئی ایسا عمل بھی مجھے معلوم نہیں جو آپ سے بڑھ کر ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی قرابت اور رشتہ داری ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ گہری ہے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سسرالی رشتہ میں جو کچھ حاصل کیا وہ ان دنوں کو حاصل نہ ہوا۔ اللہ، اللہ آپ پوری بصیرت رکھتے ہیں اور صاحب علم ہیں۔ [1]

قارئین! غور فرمائیں: چوتھے خلیفہ راشد جو کہ شیعہ کے پہلے امام معصوم ہیں وہ کیا فرما رہے ہیں؟ کیا اس کلام کے بعد کسی قسم کا شک اور شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ یہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اقرار ہے اور ان کی گواہی ہے علی رضی اللہ عنہ نے ان کے داماد رسول ہونے کی بناء پر ان کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنے دل کے قائم مقام بیان کیا ہے جیسا کہ شیعہ کی کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر کا میرے ہاں مقام ومرتبہ جسم میں سماعت کی طرح ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کا بصارت کی طرح ہے جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام دل کی طرح ہے،، عثمان رضی اللہ عنہ کو مبارک ہو کہ

[1] نهج البلاغة: ٤٣٢۔

رسول اللہ ﷺ انہیں اپنے لیے دل کا رتبہ عطا فرما رہے ہیں اور یہ بات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر، نواسہ رسول اللہ ﷺ حسین بن علی بیان کر رہے ہیں۔ ❶

حسن و حسین اور علی رضی اللہ عنہم کے علاوہ بھی اہل بیت کے افراد نے عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح کی ہے کلینی نے جعفر بن باقر سے روایت کی ہے جو کہ شیعہ کے ہاں چھٹے معصوم امام ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ماننے والے جنت میں جائیں گے وہ کہتے ہیں پھر قیامت کے دن آواز دینے والا منادی کرے گا کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ماننے والے کامیاب ہیں اور پھر آواز دینے والا منادی کرے گا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کو ماننے والے بھی کامیاب ہیں۔ ❷

جعفر نے بھی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ ان کی ثقاہت، اخلاص اور نیابت کا اقرار کیا ہے اور اس بات کو تسلیم کیا ہے رسول اللہ ﷺ کی اتباع، آپ کے ساتھ وفا اور بعض امتیازات میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے مثلا رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے ایک دست مبارک کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا ہے اور خود اپنا دست مبارک اپنے ہی دوسرے دست مبارک میں دے کر اسے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت تصور کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: جاؤ اور اپنی قوم کے ایمانداروں کو فتح مکہ کی نوید سناؤ جو کہ میرے رب نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے جب عثمان رضی اللہ عنہ جا رہے تھے تو ان کو ملاقات ابان بن سعد سے ہوگئی وہ چلنے میں کچھ تاخیر کر رہے تھے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے آگے بٹھا لیا۔

پھر وہ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو ساری بات سمجھائی، جب سہیل بن عمرو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا تو اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ کافروں کے لشکر میں بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے پر رکھ کر فرمایا: یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے، لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا:

❶ عیون اخبار الرضا: ۱/ ۳۰۳، ومعانی الأخبار، ص: ۱۱۰.

❷ الکافی فی الفروع: ۸/ ۲۰۹۔

عثمان رضی اللہ عنہ کو مبارک ہو انہوں نے بیت اللہ کا طواف بھی کر لیا۔ صفا اور مروہ کی سعی بھی کر لی کپڑے پہن کر احرام بھی اتار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے پوچھا کیا تو نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ابھی طواف نہ کیا ہو اور میں طواف کرلوں؟ [1]

لوگو! بتاؤ اس سے بڑھ کر اطاعت کیا ہوسکتی ہے کہ ایک آدمی حرم شریف میں داخل ہوا مگر طواف نہ کیا کیونکہ اس کے سید، مولیٰ اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف نہیں کیا۔ شیعہ عالم مجلسی نے بھی تقریباً اس سے ملتی جلتی بات نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکوں نے قتل کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: میں یہاں سے عثمان کے قاتلوں کو قتل کیے بغیر حرکت بھی نہ کروں گا۔'' آپ ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور لوگوں سے بیعت لی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری:

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (الفتح: ۱۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے آپ سے بیعت کرتے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا۔''

اور یہ آیت اتری:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ ﴾

(الفتح: ۱۰)

''جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان

[1] کتاب الروضه من الکافی: ۸/ ۲۲۵، ۳۲۶۔

کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔''

یہ بیعت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے تھی، پھر اس نے پورا قصہ بھی ذکر کیا ہے۔ ❶

درحقیقت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ ہیں جو مظلوم شہید ہیں علی رضی اللہ عنہ آپ کی خلافت اور امامت کو حق شمار کرتے تھے اسے صحیح سمجھتے تھے اور جب انصار اور مہاجر تمام صحابہ کرام نے ان کی بیعت کر لی تو انہوں نے بھی کر لی، وہ ان کی خلافت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی شمار کرتے تھے، اس کے بعد کسی کو اختیار نہیں کہ وہ ان کی اطاعت کو توڑے یا ان کی خلافت کو حق شمار نہ کرے یا ان کی امامت وخلافت کا انکار کرے چاہے وہ وہاں موجود تھا یا نہ تھا۔ انہوں نے اپنے ایک خطاب میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے رد میں کہا تھا۔ مہاجرین اور انصار اصحاب شوریٰ ایک آدمی کی امامت پر متفق ہوگئے ہیں اگر وہ اس پر متفق ہیں اور ان کی امامت کا لقب دیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے اگر ان کے فیصلہ سے کوئی طعن اور بدعت کی بناء پر نکلنے کی کوشش کرے گا تو وہ اسے واپس پلٹنے پر مجبور کریں گے اور اگر وہ انکار کرے گا تو مومنوں کی راہ چھوڑ دینے کی وجہ سے اس سے لڑائی کریں گے اور اللہ تعالیٰ اسے ادھر ہی پھیر دے گا جدھر وہ خود پھرے گا۔ ❷ کلینی نے اپنی (صحیح) میں ابوجعفر محمد الباقر سے نقل کیا ہے کہ جب ولید بن عقبہ کے خلاف شراب نوشی کی گواہی دی گئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان لوگوں سے فیصلہ لیجیے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ اس نے شراب پی ہے علی رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک ایسے کوڑے سے جو دو حصوں پر مشتمل تھا چالیس کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ ❸

یعقوبی نے ذکر کیا ہے جب ولید کو عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا

---

❶ حیاۃ القلوب: ۸/ ۵۲۳۔ ۶۲۳۔

❷ نهج البلاغه، ص: ۳۶۷.

❸ الکافی فی الفروع: ۷/ ۲۱۵؛ باب مایجب فیه الحد من الشراب۔

اس کو کون کوڑے مارے گا؟ تو لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کی قرابت داری کی وجہ سے رک گئے اتنے میں علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس کو کوڑے مارے۔ ❶

یہ فعل فقط اسی آدمی سے صادر ہو سکتا ہے جو خلیفہ کی خلافت کو حق اور سچ جانتا ہے، امیر کے حکم کی بجا آوری کرتا ہے اور نفاذ حکم میں امیر کا معاون ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کی اولاد اور بنو ہاشم خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور ان کے حکم کی مکمل تعمیل کرتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول اس پر دلیل ہے جب خلیفہ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد لوگوں نے ان کی بیعت کرنا چاہی اور یہ قول شیعہ کی سب سے مقدس اور معتبر کتاب میں موجود ہے آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ و اور میرے علاوہ کسی اور کو تلاش کرو اگر مجھے چھوڑ دو گے تو میں تمہارے لیے ایک عام آدمی کی طرح ہی ہوں گا اور جس کو تم امیر بنا لو گے میں اس کی سمع واطاعت بجا لاؤں گا۔ ❷

عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اہل بیت کی محبت:

شعبی اور ابوسلمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی رکاب تھامی تو انہوں نے فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو چھوڑ دو اور دور ہٹ جاؤ تو انہوں نے فرمایا ہم اپنے بڑوں اور اپنے علماء کا اسی طرح ہی احترام کیا کرتے ہیں۔ ❸

علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت علیہم السلام کا خلفائے ثلاثہ کے متعلق مؤقف:

کسی بھی ایسے شخص پر جو علی رضی اللہ عنہ کی سیرت سے آگاہ ہے یہ بات مخفی نہیں ہو سکتی کہ وہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عزت اور توقیر کرتے تھے اور ان کی خلافت کو سچے دل سے تسلیم کرتے تھے۔

---

❶ تاریخ الیعقوبی الشیعی: ۲/ ۱٦٥۔

❷ نهج البلاغة: ۱۳٦۔

❸ المستدرك للحاكم: ۳/ ٤٧٨؛ اور فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں یہ بات علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کے دوران کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ترین شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں چاہوں تو تیسرے کا بھی نام لے سکتا ہوں،، اور ان سے مروی ہے کہ جب وہ منبر سے نیچے اتر رہے تھے تو فرمایا: پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عثمان ہیں۔

جب رافضی پوری کوشش کے بعد اس قول کو علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہونے کے دعویٰ کو غلط ثابت نہ کر سکے تو کہہ دیا کہ یہ انہوں نے تقیہ کی بنیاد پر کہا تھا۔

کس قدر خوبصورت کلام کے ذریعے محمد بن علی ابوجعفر الباقر نے اس غلیظ عقیدہ (تقیہ) کو غلط ثابت کیا ہے۔ جب ان سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا: میں ان کی خلافت کو تسلیم کرتا ہوں اور ان کو امیر مانتا ہوں ان سے پوچھا گیا کہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ بات آپ تقیہ کی بنیاد پر کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: زندوں سے خوف کھایا جاتا ہے فوت شدگان سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہشام بن عبدالملک کے ساتھ ایسا ویسا سلوک کرے۔ [1]

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں دیکھو امام عظیم نے کس قدر واضح اور صاف الفاظ میں اعلان کیا ہے؟ وہ امام جس کی امامت اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ بلکہ شیعہ بدبخت تو ان کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس لیے جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ تو واجب الصدق (بالکل سچی بات) ہے اس کے ساتھ انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ تقیہ کا رد کیا ہے جو کہ ایک انتہائی غلط اور بدصورت عقیدہ ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد ان سے ڈرنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟ کیونکہ اب ان کو کوئی قوت حاصل نہیں ہے۔ پھر اپنی بددعا کے ذریعے جو ہشام کے لیے تھی واضح کر دیا کہ اگر چہ وہ بادشاہ ہے، اس کے پاس قوت

[1] فضائل الصحابة للدار قطني ٤٢ .

اور طاقت موجود ہے، اس کے عہدے کی وجہ سے اس سے ڈرنا چاہیے مگر وہ تقیہ سے کام نہیں لے سکتے۔ جو انسان ایسے شخص کے خوف سے جو عہدہ اور سلطنت کا مالک ہے قوت اور غلبہ کا ہر طرف چرچا ہے تقیہ نہیں کرتا تو وہ ایسے لوگوں کے خوف سے کیسے تقیہ کرے گا جو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور ان کو دنیا میں نہ ہی غلبہ حاصل ہے اور نہ ہی ان کے پاس سلطنت ہے۔

اگر یہ حالت باقر علیہ السلام کی ہے تو بتاؤ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کہ باقر اور ان کے درمیان قوت، شجاعت، دلیری، حق گوئی، حق کی طرف سبقت اور جنگی مہارت میں کسی قسم کی نسبت ہی نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کسی کی ملامت کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے تھے، اس کے باوجود ان سے ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعریف مدح اور ان کے متعلق بہترین خیالات کا اظہار ثابت ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ وہ اس امت کے بہترین اور افضل شخص ہیں۔ [1]

علی رضی اللہ عنہ سے یہ بات صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھے پتہ ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں آج کے بعد جو بھی مجھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا میں اس تہمت کی وجہ سے اس کو کوڑے ماروں گا۔ [2]

حافظ ابن حجر اپنی سند سے نقل کرتے ہیں زید بن وہب سے روایت ہے کہ سوید بن غفلہ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں ان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا میں کچھ لوگوں کے پاس سے گذرا ہوں جو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ آپ ان کو دلی طور پر اچھا نہیں جانتے اور ان کے خلاف کوئی بات دل میں رکھتے ہیں جبکہ ان لوگوں میں عبداللہ بن سبا بھی تھا اسی نے سب سے پہلے یہ بات کی ہے، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سیاہ رو سے میرا کیا تعلق ہے؟ پھر فرمایا: اللہ کی پناہ میرے دل میں تو ان کے لیے بہترین خیالات ہی ہیں پھر

---

[1] الصواعق المحرقه علی أهل الرفض والضلال والزندقه: ۱/ ۱۷۹۔

[2] فضائل صحابه: ٤٩، ٣٨٧؛ السنة لعبد الله: ١٣١٢۔

آپ نے قاصد بھیج کر عبداللہ بن سبا کو مدائن کی طرف ملک بدر کر دیا اور فرمایا: آج کے بعد یہ یہاں رہائش پذیر نہ ہوگا پھر آپ منبر پر تشریف لائے جب لوگ اکٹھے ہوئے تو آپ نے اول تا آخر پورا قصہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''خبردار آئندہ مجھے یہ خبر نہ پہنچے کہ کسی نے مجھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی ہے ورنہ میں اس کو تہمت کے کوڑے لگاؤں گا۔ [1]

حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عباد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ہمیں اس معاملہ کی خبر دیجیے جس کی خاطر آپ نے یہ سفر کیا (خلافت) کہ آپ اس حال میں خلیفہ بنے ہیں کہ امت کے بعض افراد بعض کو قتل کر رہے ہیں اور یہ بھی بتایئے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا آپ ہمیں بتایئے کیونکہ آپ نے جو کچھ سنا ہے آپ اس میں مکمل سچے اور بااعتماد ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ بات کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے اللہ کی قسم! اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو قبول کرنے اور ان کو سچا ماننے میں پہلا شخص ہوں تو میں ان کی بات کو جھٹلانے والا پہلا شخص ہرگز نہیں ہوسکتا اگر میرے پاس ان کی طرف سے جانشینی کا پروانہ ہوتا تو میں کبھی بھی بنی تیم بن مرۃ کے بھائی (ابوبکر) اور عمر بن خطاب کو منبر پر نہ آنے دیتا اور اگر ایسا ہوتا تو میں ان کا مقابلہ کرتا اگرچہ میرے پاس کوئی چیز اس چادر کے سوا نہ ہوتی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہی تو اچانک شہید کیا گیا ہے اور نہ ہی آپ کی موت حادثاتی ہے (کہ ان کو جانشین مقرر کرنے کا موقع نہ ملا ہو) بلکہ آپ مرض الموت میں کئی دن تک بقید حیات رہے مؤذن آکر اذان کہتا اور آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جماعت کرانے کا حکم دیتے جبکہ آپ مجھے دیکھ رہے ہوتے تھے پھر مؤذن اذان کہتا اور آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جماعت کرانے کا حکم دیتے جبکہ آپ مجھے دیکھ رہے ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ نے چاہا کہ جماعت کی ذمہ داری کسی اور کو دے

[1] لسان المیزان: ۳/ ۲۹۰۔

دی جائے تو آپ غصے میں آ گئے اور فرمایا: تم عورتیں یوسف علیہ السلام والی عورتوں جیسی ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی روح قبض کر لی تو ہم نے سوچا کہ اپنے دنیاوی معاملات میں بھی اس شخص کو منتخب کر لیں جس کو ہمارے دینی امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر منتخب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کا ستون اور عین اسلام ہے لہٰذا ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ وہ اس قابل بھی تھے اور ہم میں سے ایک یا دو اشخاص نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا۔ ہم نے ان سے لاتعلقی کا قطعاً اعلان نہیں کیا۔ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا حق ادا کیا ان کے تیار کردہ لشکر میں رہ کر جہاد کیا، وہ جو کچھ مجھے دیتے میں لے لیا کرتا تھا، وہ جب مجھے لڑنے کا حکم دیتے تو میں جہاد کیا کرتا۔ میں ان کے سامنے کوڑے سے حد لگایا کرتا تھا۔

جب وہ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا انہوں نے اپنے صاحب کی سنت کو اپنایا۔ ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہم میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا، ہم نے ان سے لاتعلقی کا اعلان نہیں کیا، میں نے ان کا حق پہچانا ان کی اطاعت کی ان کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کیا جب وہ مجھے عطا کرتے تھے تو میں ان کے ہاتھ سے لیتا تھا جب وہ مجھے لڑنے کا حکم دیتے تھے تو میں جہاد کرتا تھا۔ اپنے کوڑے سے ان کے سامنے حد لگایا کرتا تھا۔

جب وہ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو میرے دل میں میری قرابت داری، اسلام میں سبقت اور فضیلت کا خیال آیا، میرا گمان تھا کہ وہ میرے علاوہ کسی اور کو منتخب نہ کریں گے مگر انہوں نے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ ان کے بعد والے خلیفہ کا کوئی عمل ان کی قبر میں بھی ان کا پیچھا نہ کرے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے بیٹے کو اس سے دور کر دیا اگر وہ چاہتے تو اپنے بیٹے کو منتخب کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے قریش کے چھ بندوں کی کمیٹی بنا کر اپنے آپ کو ہر قسم کے اعتراض سے محفوظ رکھا اور ان چھ بندوں میں میرا نام بھی تھا جب یہ چھ افراد

جمع ہوئے تو میرے دل میں قرابت داری، سبقت اسلام اور فضیلت کا خیال آیا، میرا گمان تھا کہ وہ مجھے ہی منتخب کریں گے اس دوران عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سب سے وعدہ لیا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ بنا دیا جائے (یعنی اس پر اتفاق ہو جائے) تو ہم سب اس کی اطاعت کریں گے۔ انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ پر مارا جب میں نے غور کیا تو میری اطاعت میری بیعت پر سبقت لے جا چکی تھی اور یہ میثاق (معاہدہ) میرے علاوہ کسی اور کے لیے لیا جا چکا ہے تو ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی میں نے ان کا حق ادا کیا۔ ان کی اطاعت کی، ان کے لشکر میں جہاد کیا۔ وہ جب مجھے عطا کرتے میں لے لیا کرتا جب مجھے حکم دیتے ہیں جہاد کرتا اور میں ان کے سامنے اپنے کوڑے سے حد نافذ کیا کرتا جب وہ شہید کر دیے گئے تو میں نے دیکھا کہ پہلے دونوں خلیفہ مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نماز کی امامت کی بناء پر سبقت لے گئے ہیں جبکہ تیسرے خلیفہ میرے معاہدہ کی وجہ سے سبقت لے جا چکے ہیں۔ میرے عہد کی بناء پر جس نے سبقت لی وہ شہید کر دیے گئے تو اہل حرمین اور ان دونوں شہروں (بصرہ، کوفہ) کے باسیوں نے میری بیعت کر لی۔ [1]

[1] اس روایت کو ابن بشران نے امالی میں ذکر کیا ہے۔ ص: ۵۱۲۔

فصل 3

اہل بیت علیہم السلام کے مناقب وخصائص

اس میں دو مباحث ہیں:

اول: اہل بیت کے خصائص اور حقوق

دوم: اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب

اہل بیت کی خصوصیات اور حقوق

جب ہمیں یہ پتہ چل گیا کہ اہل بیت علیہم السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی بناء پر جو مقام و مرتبہ اور فضیلت حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے ان کے کچھ حقوق بھی ہیں جو کسی اور کے نہیں ہیں۔ پوری امت پر واجب ہے کہ وہ ان کی فضیلت اور مقام کا اعتراف کرے اور اس اعتراف کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری ہے کچھ اور نہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد، آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹوں حسن وحسین کے متعلق وہی بات کہتے ہیں جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی پاسداری ہمیں اپنی قرابت کی پاسداری اور صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ [1]

ہم پر واجب ہے کہ ہم اہل بیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو پہچانیں اور کسی بھی کمی وزیادتی اور افراط تفریط سے بچتے ہوئے ان کے حقوق کا خیال رکھیں اہل بیت کے چند حقوق جو امت کے ذمہ ہیں انہیں پورے اخلاص اور سچے دل سے ادا کرنا لازم ہے درج ذیل ہیں:

ان پر درود پڑھنا:

(۱)......''اے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری محبت قرآن مجید کے حکم کے مطابق ہم پر فرض ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔''

(۲)......''اگر تمہاری قدر و منزلت عظیم نہ ہوتی تو یہ (فتویٰ) نہ ہوتا کہ جس نے

---

[1] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

نماز میں تم کو درود کے صیغہ میں شامل نہ کیا اس کی نماز قابل قبول نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر درود پڑھیں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام پر درود پڑھیں پھر ان کی آل اور آپ کی آل پر بھی درود بھیجیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ خود بھی رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتا ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (الأحزاب: ٥٦)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والوتم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔''

جب درود کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، آپ کی تعریف اور آپ کے درجات کا بلند ہونا ہے اور جب ہماری طرف سے ہوتو آپ کے لیے دعا مراد ہے۔

درود کے مختلف الفاظ وارد ہیں،، جیسا کہ ابن ابی لیلی روایت کرتے ہیں کہ میری ملاقات کعب بن عجرۃ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: کیا میں تجھے ایک تحفہ نہ دوں؟ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ ہمیں یہ تو علم ہے کہ آپ کو کن الفاظ کے ساتھ سلام کہنا ہے مگر ہم آپ پر درود کن الفاظ سے پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کہو:

((اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد ، اللهم بارك على محمد على آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد۔)) [2]

---

[1] رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے صیغے اور الفاظ ملاحظہ کریں۔

[2] بخاري: ٣٣٦٩؛ مسلم: ٧٠٤۔

ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں؟ تو آپ نے فرمایا: تم کہو:

((اللھم صل علی محمد وعلی أزواجه وذريته كما صليت علی ابراهيم وبارك علی محمد وعلی أزواجه وذريته كما باركت علی ابراهيم انك حميد مجيد.)) [1]

ابومسعود انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا جبکہ ہم بھی وہاں موجود تھے۔ اس نے پوچھا آپ کو سلام کہنے کے متعلق ہم جانتے ہیں مگر آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ تو آپ خاموش رہے۔ ہم نے سوچا کہ یہ آدمی سوال نہ ہی کرتا تو اچھا تھا پھر آپ نے فرمایا: اگر تم نے میرے اوپر درود پڑھنا ہو تو یوں کہو:

((اللھم صل علی محمد النبی الأمی وعلی آل محمد، كما صليت علی ابراهيم وعلی آل ابراهيم وبارك علی محمد النبی الأمی وعلی آل محمد كما باركت علی ابراهيم وعلی آل ابراهيم انك حميد مجيد.)) [2]

اھم تبنیہ:...... کسی بھی صحیح حدیث میں لفظ (سیدنا) درود کے الفاظ میں ثابت نہیں لہٰذا جو الفاظ آپ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہیں ان کا ہی اہتمام کرنا چاہیے نہ ہی اس میں کوئی زیادتی کی جائے اور نہ ہی کمی کی جائے اسی لیے ہم کہتے ہیں: ((اللھم صل علی محمد وآل محمد)) ان الفاظ کو استعمال کرنے سے آپ کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ یہ آپ کی تکریم اور فضیلت کے اعلیٰ درجہ پر مشتمل الفاظ ہیں لہٰذا ہم آپ کی ہی اتباع کرتے ہیں اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ لفظ سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور

---

[1] بخاری: ٣٣٦٩۔ مسلم: ٤٠٧.

[2] ابو داد: ٩٨١؛ دارقطنی: ١٣٣٩۔

ان کے لیے ثابت ہے مگر درود کا جو صیغہ آپ نے امت کو سکھلایا ہے اس میں قطعاً یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں وہ بلا شک ہمارے سید (سردار) ہیں مگر نماز میں یہ صیغہ درود ثابت نہیں ہے۔ ایک مسلمان کے لیے افضل یہی ہے وہ مسنون الفاظ کو اپنائے اور اپنی نماز میں بھی فقط یہی الفاظ پڑھا کرے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نماز اور نماز کے علاوہ درود کے الفاظ میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور کیا درود کے الفاظ میں لفظ سید پڑھ لیا جائے مثلا اس طرح کہا جائے: ((اللهم صل علی سیدنا محمد أوعلی سید الخلق أو علی سید الخلائق أوعلی سید ولدآدم)) یا پھر فقط یہ کہا جائے: ((اللهم صل علی محمد)) کونسے الفاظ افضل ہیں یعنی لفظ سید کے ساتھ جو کہ آپ کے لیے ثابت ہے یا پھر اس کے بغیر؟

انہوں نے یوں جواب دیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول الفاظ سے درود پڑھنا ہی راجح اور افضل ہے شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تواضع اور انکساری کی وجہ سے استعمال نہیں کیے۔ امت کے لیے مستحب ہے کہ جو الفاظ آپ سے منقول ہیں وہی ادا کیے جائیں اگر سید، یا سیدنا، وغیرہ افضل اور بہتر ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ضرور ثابت ہوتے جبکہ ہمیں صحابہ کرام سے ایسے الفاظ نہیں ملتے کہ انہوں نے اس صیغہ کے ساتھ آپ پر درود پڑھا ہو، تابعین سے بھی ایسے الفاظ منقول نہیں ہیں حالانکہ درود کثرت کے ساتھ پڑھنا ان سے ثابت ہے۔ [1]

دوم: ان پر صدقہ حرام ہے:

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت پر صدقہ حرام قرار دیا ہے:

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب جمع ہوئے تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم اگر ہم دونو جوانوں یعنی عباس بن عبدالمطلب اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجیں اور یہ دونوں جا کر

[1] صفة صلاة النبي صلی اللہ علیہ وسلم لألباني: ۱۵۳۔ ۱۵۵؛ محبة الرسول بين الاتباع والإبتداع: ۱۰۵۔

آپ سے گفتگو کریں کہ آپ ﷺ انہیں عامل صدقات بنا دیں اور دونوں اسی طرح وصول کر کے ادا کریں جس طرح دوسرے لوگ ادا کرتے ہیں اور انہیں بھی وہی مل جائے جو اور لوگوں کو ملتا ہے، یہ بات ان دونوں کے درمیان جاری تھی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور ان کے سامنے کھڑے ہو گئے تو انہوں نے اس کا علی رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو اللہ کی قسم! آپ ﷺ ایسا کرنے والے نہیں ہیں ربیعہ بن حارث نے ان کی بات سے اعراض کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم تم ہم پر حسد کرتے ہوئے کہہ رہے ہو اور اللہ کی قسم تمہیں رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا مگر ہم نے اس پر آپ سے حسد نہیں کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا ان دونوں کو بھیجو پس ہم دونوں چلے گئے اور علی رضی اللہ عنہ لیٹ گئے جب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی تو ہم حضور ﷺ سے پہلے حجرہ کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے کانوں سے پکڑا پھر فرمایا: تمہارے دلوں میں جو بات ہے ظاہر کر دو پھر آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور ہم بھی داخل ہوئے اور آپ اس دن حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ ہم نے ایک دوسرے سے گفتگو کی پھر ہم میں سے ایک نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ سب سے زیادہ صلہ رحمی اور سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں اب ہم جوان ہو چکے ہیں ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ ہمیں زکوۃ وصول کرنے کی خدمت پر مامور فرما دیں ہم بھی اسی طرح ادا کریں گے جیسے اور لوگ آپ کے پاس آ کر ادا کرتے ہیں اور ہم کو بھی کچھ مل جائے گا جیسے اور لوگوں کو ملتا ہے آپ کافی دیر تک خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے ارادہ کیا ہم دوبارہ گفتگو کریں اور حضرت زینب پردہ کے پیچھے سے مزید گفتگو نہ کرنے کا اشارہ فرما رہی تھیں پھر آپ نے فرمایا: کہ صدقہ آل محمد ﷺ کے لیے مناسب نہیں، کیونکہ یہ لوگوں کا میل کچیل ہے میرے پاس محمیہ اور نوفل بن حارث بن عبدالمطب کو بلاؤ اور وہ خمس پر مامور تھے، جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے محمیہ سے کہا اس نوجوان فضل بن عباس سے اپنی بیٹی کا نکاح

کر دو تو اس نے نکاح کر دیا اور نوفل بن حارث سے فرمایا: کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح اس نوجوان سے کر دو تو انہوں نے مجھ سے نکاح کر دیا اور محمیہ سے کہا کہ خمس سے ان دونوں کا اتنا اتنا مہر ادا کر دو۔ [1]

سنن اور دیگر کتابوں میں موجود ہے حضرت ابن ابی رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مخزوم میں سے ایک شخص کو صدقہ کی وصولیابی کے لیے بھیجا اس نے ابورافع سے کہا تم بھی میرے ساتھ رہو تمہیں بھی کچھ مل جائے گا میں نے کہا پہلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھا تو آپ نے فرمایا: کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اس قوم میں شمار ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا تیرے لیے بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ تو ہمارا آزادہ کردہ غلام ہے۔ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور ان کا نام اسلم ہے۔

سوم۔ مال فیئے سے خمس (پانچواں حصہ) کے وارث ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت پر صدقہ تو حرام کر دیا مگر اس کے عوض مال فئی سے پانچواں حصہ ان کو عطا کیا کر دیا مال فئی وہ مال ہے جو دشمن کے ہاں سے جہاد میں بغیر لڑے ہی حاصل ہو جاتا ہے اگر مال فئی ان کے لیے کافی نہ ہو تو ان کو بیت المال سے دیا جائے گا کیونکہ ان کے لیے صدقہ جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾

(الأنفال: ٤١)

''جان لو جو کچھ بھی تم غنیمت حاصل کرتے ہو اس میں اللہ تعالیٰ کا پانچواں حصہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریبی رشتہ داروں یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لیے

[1] مسلم: ١٠٧٢۔

اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ﴾

(الحشر: ۷)

''جو یتیموں کا مال فئی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو دیا وہ قریبی رشتہ داروں مساکین مسافروں کے لیے ہے تاکہ یہ دولت فقط مالداروں کے پاس ہی نہ گھومتی رہے کیونکہ جب اہل بیت سے صدقہ روکا گیا تو ان کو مال فئے عطا کیا گیا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے کچھ حقوق ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مال فئی میں سے پانچواں حصہ عطا کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ ان پر درود بھیجنا ضروری ہے۔ آپ نے ہمیں یوں کہنے کا حکم دیا ہے:

((اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت الی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید ، اللھم بارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید۔))

اور آل محمد ﷺ وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے امام شافعی امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اور اکثر علماء کا بھی یہی قول ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''محمد ﷺ اور ان کی آل کے لیے صدقہ حرام ہے'' اور اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے: اور خمس سے مراد وہ مال نہیں جو وہ لوگوں سے آج کل باطل طریقوں کے ذریعے وصول کر رہے ہیں بلکہ وہ مال ہے جو جہاد

کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عطا کرتا ہے یا پھر بیت المال سے ان کو عطا کیا جاتا ہے۔ [1]

جس کو مال عطا کیا جائے اس میں مندرجہ ذیل شروط کا ہونا ضروری ہے۔

(ا) رسول اللہ ﷺ سے اس کی قرابت داری ثابت ہو، علی رضی اللہ عنہ کی نسل کے ذریعے، جعفر رضی اللہ عنہ، عقیل رضی اللہ عنہ، بنو ہاشم یا آل حارث کے ذریعے ثابت ہو فقط زبانی کلامی دعویٰ کرنے والے کو یہ مال ہرگز نہ دیا جائے۔

(ب) وہ مسلمان (صاحب عمل) ہو کیونکہ کافر وارث نہیں بن سکتا جبکہ بیت المال سے تو وہ ہرگز موصول نہیں کر سکتا۔

چہارم۔ ان سے محبت اور دوستی کا اظہار:

اہل بیت کی محبت ایمان جبکہ ان سے دشمنی اور بغض نفاق کی علامت ہے شاید کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو اہل بیت سے عداوت رکھتا ہو کیونکہ ان کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے جیسا کہ علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور اگر کوئی ایسی سوچ رکھتا ہو تو وہ جہنم کا ایندھن ہی بنے گا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے جو بھی بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل کر دے گا۔ [2]

یہ بات مسلم ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں جو اہل بیت موجود تھے ان کی مدح سرائی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کی ہے لہٰذا ان کی محبت سب اہل بیت پر مقدم ہے اس پر بہت سی نصوص بطور ترغیب موجود ہیں اور جو بعد میں ہیں ان سے محبت کا درجہ وہ نہیں ہوگا جو پہلے اہل بیت سے ہے اور نہ ہی بعد والوں کا رتبہ پہلے والوں کی طرح ہوگا اہل بیت سے ہماری محبت کے درجات ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے جس قدر قریب ہے اس

---

[1] مجموع الفتاویٰ: ٣/ ٤٠٧۔

[2] ابن حبان: ٦٩٧٨؛ حاکم ٣/ ١٦٢؛ اور فرمایا: یہ حدیث امام مسلم کی شروط کے مطابق صحیح ہے۔

کی محبت اس قدر ہمارے دلوں میں زیادہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے کتب سنن اور مسانید میں ہے کہ جب عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے بے رخی کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم سے میری نسبت کی وجہ سے محبت نہ کریں۔ [1]

علامہ عبدالرحمان سعدی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت ہم پر واجب ہے اور اس کے کئی اسباب ہیں ایک یہ کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کی یہ ان کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہیں اور یہ امتیاز بہت عظیم ہے تیسرا یہ کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی محبت اور تعظیم پر امت کو ابھارا ہے چوتھا یہ کہ ان سے محبت درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو چنا ہے اور قریش سے بنی ہاشم کو منتخب کیا اور مجھے بنی ہاشم سے چنا ہے [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین لوگوں میں سے بھی منتخب شدہ اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے ان کے لیے شرف وبزرگی اور عظمت کو جمع کر دیا ہے۔ [3]

قاضی عیاض فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کے تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے بھی محبت کی جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے یہ ہر مومن پر واجب اور اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہے۔ اس لیے آپ کے تمام اہل

---

[1] مسنداحمد: ۱/ ۲۰۷؛ حاکم: ۳/ ۳۳۳۔ مجموع الفتاویٰ: ۳/ ۴۰۸۔

[2] مسلم: ۲۲۶۷۔

[3] التنبیهات اللطیفه: ص: ۱۰۳۔

بیت سے محبت رکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنا واجب ہے کیونکہ جو کسی سے محبت رکھتا ہے تو وہ اس سے بھی محبت رکھے گا جس سے وہ (محبوب) محبت رکھتا ہے۔'' [1]

پنجم: اہل بیت کا دفاع کرنا:

اہل بیت کی عزت ناموس کا دفاع کرنا شرعی لحاظ سے ہر مسلمان پر واجب ہے جو ان کے اقوال وافعال وارد ہیں ان کا دفاع اور ان کو جھوٹ سے محفوظ کرنا ہم پر واجب یہ ان کی محبت اور دوستی کے تحت داخل ہے یقیناً اہل بیت کا دفاع کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے اگر کوئی ان کی توہین کرے تو ہم پر لازم کہ ہم اس کو روکیں۔ اگر ایک عام مسلمان کی عزت وناموس کا دفاع ہم پر واجب ہے تو اہل بیت کی عزت ناموس کا دفاع ہم پر کس قدر واجب ہوگا؟

ششم: ان کی عزت اور ان کے حقوق کا اعتراف:

جب ہم اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو کچھ خصوصیات اور بعض امتیازات سے نوازا ہے اور ان کے لیے بعض حقوق اور واجبات مرتب کیے ہیں تو ان کو کھلے دل سے تسلیم کرنا ہم پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حقوق ان کو عطا فرمائے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) ان سے محبت (۲) ان پر درود بھیجنا

(۳) خمس میں ان کا حق (مال فئے سے)

(۴) ان کی تعظیم وتوقیر

کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان کے حقوق غصب کرے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا وطیرہ ہے۔ ان کے حقوق بیت المال سے بھی ادا کیے جائیں گے جب خمس کا وجود نہ ہو اسی

[1] الشفا فی حقوق المصطفی: ۲/ ۵۷۳۔

طرح ہم پر واجب ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں ہم ان کے حقوق کا خیال کریں اور ان کو ظاہر کریں۔ یہ شرعی لحاظ سے ہم پر واجب ہے۔

ہفتم: قیامت تک ان کی نسل کا احترام:

اہل بیت کی تعریف اور ان کا تعارف ہم نے بیان کر دیا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہیں جو عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک اور جب تک زمین وآسمان موجود ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس زمین کا باسی بناتا رہے گا تب تک موجود ہیں اور رہیں گے ہم پر ان کی عظمت واجب ہے کوئی مسلمان مرد ہو یا عورت اگر اس کا نسب نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے تو اس کا حق ہے کہ اس سے محبت کی جائے اور اس کا احترام کیا جائے۔ اس کے لیے خمس میں حصہ ہے اور جو کوئی اہل بیت سے اپنا تعلق جھوٹ اور دغا بازی کی بنیاد پر قائم کرے اس کو سزا دینا واجب ہے صحیح سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اہل مصر سے آپ کا تعلق سسرالی بھی ہے اور رشتہ داری کی بناء پر بھی ہے۔ ہاجرہ علیہا السلام جو کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہیں ان کی نسبت سے رشتہ داری اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا جو کہ آپ کے بیٹے ابراہیم کی والدہ ہیں ان کی نسبت سے سسرالی تعلق ہے کیونکہ وہ اہل مصر سے تھیں۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم مصر فتح کر لو گے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس کا نام القیراط (دینار کا جزء) ہے۔ جب تم اس کو فتح کرو تو اس کے باسیوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کا ذمہ (حق) بھی ہے اور رشتہ داری بھی ہے۔ یا آپ نے یہ فرمایا: ''ان کا حق بھی ہے اور ان سے سسرالی تعلق بھی ہے۔'' [1]

سوچنے کی بات ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت عام رشتہ داری اور سسرالی تعلق کے ساتھ احسان و نیکی کرنے کے متعلق ہے تو اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ احسان و نیکی کرنے کے متعلق آپ کی وصیت کس قدر زیادہ ہو گی؟

---

[1] مسلم: ٢٥٣٤.

کتاب وسنت میں اہل بیت علیہم السلام کے مناقب وفضائل

اہل بیت کے مناقب وفضائل کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں ان میں سے کچھ صحیح ہیں کچھ ضعیف جبکہ بعض موضوع (جھوٹی) ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے گھڑی گئی ہیں میں نے اہل بیت کی فضیلت میں فقط صحیح اور حسن یعنی قابل قبول روایات ذکر کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ ضعیف اور موضوع کو ترک کر دیا ہے میں نے آئمہ سابقین اور موجودہ زمانہ کے آئمہ کے معیار مطابق صحیح احادیث کو ہی نقل کیا؟ میں دو باتوں کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

اول:......شیعہ کی کتب ایسی جھوٹی اور بے سند احادیث سے بھری پڑی ہیں۔ جو امامت کے قیام اہل بیت کی فضیلت یا بعض اہل بیت کی ابوبکر رضی اللہ عنہما پر فضیلت وغیرہ کے متعلق گھڑی گئی ہیں۔ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کی ذات گرامی کی طرف منسوب جھوٹ کو آنکھیں بند کر کے قبول کرے اور کسی ایسے شخص کے لیے بھی ہرگز جائز نہیں جو اہل بیت سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ان کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے احادیث وضع (بنائے) کرے اور ایسی روایات بیان کرے جو ان کے جدامجد پیغمبر علیہ السلام نے بیان نہیں کی ہیں ایسا آدمی اہل بیت سے لاکھ محبت کا دعویٰ کرتا رہے درحقیقت وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

دوم:...... اہل سنت کی بہت سے کتب میں جب اہل بیت علیہم السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے تو صحیح اور ضعیف روایات کو نقل کر دیا گیا ہے اور بعض مؤلفین نے بغیر سند کے روایات ذکر کی

ہیں ان میں سے بعض تو نہایت ضعیف ہیں حالانکہ ان معانی پر مشتمل بعض صحیح احادیث موجود ہیں یہ یقیناً کتب تفسیر والا معاملہ ہے کہ ان میں صحت وضعف کا خیال کیے بغیر بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں بلکہ بعض دفعہ اسرائیلی روایات بھی موقع کی مناسبت سے مذکور ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت ان احادیث کی بنیاد پر کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں۔

جب میں نے دیکھا کہ اہل بیت کے مناقب وفضائل بہت زیادہ ہیں تو میں نے ان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

حصہ اول: وہ مناقب وفضائل جو عام ہیں۔

حصہ دوم: جو اہل بیت کے بعض افراد کے ساتھ خاص ہیں۔

پہلی قسم: اہل بیت علیہم السلام کے متعلق عام فضائل ومناقب۔

پہلی فضیلت: کتاب اللہ میں اہل بیت علیہم السلام کا ذکر:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ﴾ (الشوریٰ: ۲۳)

''اے پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! کہہ دیجیے میں تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا ہاں مگر رشتہ داری کی محبت۔''

اس آیت کریمہ کی تشریح میں ذکر ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اپنی قرابت داری کے متعلق فرمایا جو آپ اور اہل بیت کے درمیان ہے کہ وہ اس کو ملائیں اور آپس میں صلہ رحمی کریں اور ان پر واضح کیا کہ وہ کسی اجر کے طلبگار نہیں فقط اس قرابت داری کا پاس چاہتے ہیں جو آپ کے اور ان کے درمیان ہے۔جن لوگوں کا یہ کہنا ہے اہل بیت علیہم السلام سے محبت رکھنا آپ نے اپنے لیے بطور اجر طلب کیا ہے تو وہ درحقیقت غلطی پر ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے پوچھا گیا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ (الشوری: ۳۲) کا کیا مطلب ہے؟ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یہ کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور رشتہ داروں کا حق ادا کرو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے جواب دینے میں جلدی کی قریش کے ہر قبیلہ کی آپ سے رشتہ داری ہے؟ پھر انہوں نے فرمایا: میں تم سے کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا مگر تم اس رشتہ داری کا حق ادا کرو جو میرے اور تمہارے درمیان قائم ہے۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اہل بیت علیہم السلام کے کبار افراد میں شامل ہیں اور وہ قرآن مجید کی تفسیر کے سب سے بڑے عالم اور ماہر ہیں۔ انہوں نے اس کی تفسیر یوں ہی کی ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے الفاظ بھی اسی تفسیر پر دلیل ہیں: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ﴾ (اہل بیت میں محبت) فرمایا: یہ نہیں فرمایا: "الا المودة لذوی القربی" کہ میرے اہل بیت کے لیے محبت۔

کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں دیکھی جب اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے ذکر کا ارادہ کیا تو فرمایا:

﴿ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى ﴾ (الانفال: ٤١)

(قریبی رشتہ داروں کے لیے)

یہ بات واضح ہے کہ آپ نے دعوت دین میں کسی اُجر واُجرت کا سرے سے کوئی مطالبہ کیا ہی نہیں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کے طلبگار تھے انہوں نے دعوت کے عوض اہل بیت علیہم السلام سے محبت ہرگز طلب نہیں کی ہے اور ہماری اہل بیت علیہم السلام سے محبت آپ کی دعوت دین کے عوض میں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ مکی ہے تب علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی ان کے ہاں کوئی اولاد تھی۔ [2]

---

[1] بخاری: ٤٨١٨۔
[2] منهاج السنة: ٤/ ٢٥۔ ٢٧۔

اس لیے اہل بیت کا قرآن مجید میں ذکر ان کی فضیلت اور امتیاز پر دلیل ہے۔

دوسری فضیلت: اللہ تعالیٰ نے ان کی طہارت اور پاکیزگی کا ذکر کر کے ان کی تعریف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

''اللہ کو یہ منظور ہے اے گھر والو کہ تم سے آلودگی کو دور کر دے۔''

بقاعی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی عزت اور توقیر ہے تاکہ اس میں توجہ اور زیادہ ہو اور یہ وہم ختم کرنا مقصود ہے کہ یہ کمزوری اور نقصان ہے: ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ ﴾ یعنی اللہ ذوالجلال نے جو تم کو حکم دیا اور جس سے روکا جب کہ زینت کا اظہار اور اس طرح کے امور جو دنیا کی رغبت کا سبب ہوں (ان سے بچانا چاہتا ہے) ﴿ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ ﴾ یعنی ایسے امور جو آلودگی اضطراب اور مذموم اخلاق کا سبب ہوں: ﴿ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ اے وہ لوگو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہو وہ مرد ہو یا عورتیں ہوں بیویاں ہوں یا لونڈیاں ہوں جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی تعلق ہو اس قدر ہی وہ اس ارادہ کا حق دار اور لائق ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے رجس کو معصیت (نافرمانی) سے بطور استعارہ (علامت) استعمال کیا وہاں ﴿ وَ يُطَهِّرَكُمْ ﴾ طہارت کو اطاعت وفرمانبرادی سے ذکر کیا کہ عقل سلیم رکھنے والے اور بہترین فطرت والے اطاعت کریں اور معصیت سے نفرت کریں ﴿ وَ يُطَهِّرَكُمْ ﴾ کہ تم کو تمام آلودگیوں سے پاک کر دے چاہے وہ حسی ہوں یا وہ معنوی ہوں پھر اسی لفظ کا مصدر لا کر بات کو مزید پختہ کر دیا یعنی: ﴿ تَطْهِيْرًا ﴾ [1]

امام شوکانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات اور اہل بیت کی عورتوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا یہ کہ وہ کسی سے نرم لہجہ سے بات نہ کریں گھروں میں سکون سے رہیں، زینت کا اظہار نہ کریں نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، اللہ تعالیٰ اور اس

[1] نظم الدرر فی تناسب الأیات والسور: ٥١/ ٣٤٦۔ ٣٤٧۔

کے پیغمبر کی اطاعت کریں تاکہ اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے آلودگی کو دور کر دے۔ الرجس سے مراد ایسی غلطی اور نافرمانی جو ان کی عزت وعظمت کے برعکس ہو یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو ترک کرنے یا اللہ تعالیٰ کے منع کردہ امور کے قریب جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جس میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی رضا شامل نہ ہو۔ [1]

سید قطب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس خطاب میں حکم کی علت اور اس کا مقصد کمال طریقہ سے بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ اہل بیت کا خیال رکھنا چاہتا ہے اور وہ بلند ہونے کے باوجود ان کی پاکیزگی اور ان سے آلودگی کو دور کرنا چاہتا ہے یہ اہل بیت کے ساتھ انتہائی اعلیٰ سلوک کی علامت ہے یہاں ہمیں ہی سوچنا چاہیے کہ یہ بات کرنے والا کون ہے؟ کائنات کا پروردگار، جس نے کائنات کو فقط (کن) کہہ کر بنایا۔ وہ اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام ہے۔ المہیمن، العزیز، الجبار اور المتکبر ہے تب ہمیں اس بات کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اہل بیت کا مقام ومرتبہ کس قدر بلند ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنی کلام عزیز میں اتاری ہے جسے ''ملاء الاعلیٰ'' (اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے) بھی پڑھتے ہیں اور کائنات میں ہر جگہ اور ہر وقت اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اس کے ذریعے ہر وقت کروڑوں دل عبادت کرتے ہیں اور کروڑوں ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ [2]

تیسری فضیلت: حسب ونسب کی پاکیزگی، بزرگی اور بلندی:

حضرت واثلہ بن اسقع بیان کرتے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو چن لیا اور اولاد کنانہ سے قریش کو چنا اور اولاد قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے محمد ﷺ کو چنا۔ [3]

مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ حسن بن حسین نے مسور کو ان کی بیٹی سے شادی کا

---

[1] فتح القدير للشوكاني: ٤/ ٣٢٠۔ [2] ظلال القرآن: ٥/ ٢٨٦٢۔
[3] مسلم: ٢٢٧٦۔

پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا مجھے عشاء کی نماز کے بعد ملو، وہ ان سے ملے تو مسور نے کہا کوئی نسب وحسب اور سسرالی، دامادی رشتہ تمہارے نسب اور سسرالی رشتہ سے مجھے عزیز نہیں ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو خوش رکھا اس نے مجھے خوش رکھا اور جس نے اس کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی قیامت کے دن تمام رشتے نسب ختم ہو جائیں گے مگر میرا نسب اور رشتہ داری (قائم رہے گی) اور فرمایا: آپ کے نکاح میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہے اگر میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کردوں تو ان (فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو تکلیف ہوگی لہٰذا وہ معذرت کر کے چلے گئے۔ [1]

علی بن حسین علیہم السلام سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان کا نکاح اپنی بیٹی، ام کلثوم سے کر دیں تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تو اس کے لیے اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کا انتظار کر رہا ہوں عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ مجھ سے نکاح کر دیں کیونکہ جس شدت سے میں ان سے نکاح کا منتظر ہوں شاید کوئی اور نہ ہو گا تو انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مہاجرین کی محفل میں تشریف لائے اور فرمایا: تم لوگ مجھے مبارک کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا امیر المؤمنین کس بات کی؟ تو انہوں نے فرمایا: اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لخت جگر کے ساتھ نکاح کیا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے قیامت کے دن تمام رشتے ناطے اور نسب ختم ہو جائیں گے سوائے میرے نسب اور رشتہ داری کے لہٰذا میں نے چاہا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رشتہ داری قائم ہو جائے۔ [2]

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بار بار پیغام بھیجا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیں فرمایا: اے ابوالحسن میں بار بار پیغام اس

---

[1] المستدرك للحاكم: ٣/ ١٥٤۔

[2] مصنف عبدالرزاق: ٦/ ١٣٦؛ فيضائل الصحابه: ١٠٧٠۔

لیے بھیج رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت والے دن میرے نسب اور میری رشتہ داری کے علاوہ تمام نسب اور رشتہ داریاں ختم ہوجائیں گی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے اور آپ کے اہل بیت کے درمیان رشتہ داری قائم ہوجائے۔

سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک کے قریبی مرد رشتہ دار ہیں جن کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں مگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا میں ولی اور قریبی ہوں۔ [1]

چوتھی فضیلت: اہل بیت علیہم السلام کی محبت ایمان کی علامت ہے:

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ قریش کے لوگ جب آپس میں ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو بہت خوش ہوکر ملتے ہیں لیکن جب ہم سے ملتے ہیں تو خوشی کا اظہار نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں: یہ سن کر رسول اللہ ﷺ شدید غصے میں آگئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم (اہل بیت علیہم السلام) سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے لیے محبت نہ کرے۔ [2]

امام ترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے جسے حسن قرار دیا ہے اور طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو وہ تمہیں اپنی (بے شمار) نعمتیں عطا کرتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میرے لیے محبت کرو۔'' [3]

مطلب بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول کریم ﷺ کی خدمت

---

[1] الکبیر للطبرانی: ۳/ ٤٤۔ مجمع الزوائد: ۸/ ۱۷۳۔ اس کی سند میں شیبہ بن نعامہ ضعیف راوی ہے۔ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ ۴۳۲۴۔

[2] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[3] ترمذی: ۳۷۸۹۔

میں حاضر تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے آئے آپ نے دریافت فرمایا: آپ کس وجہ سے غصہ میں ہیں؟ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے (یعنی بنی ہاشم) اور (باقی) قریش کے درمیان کیا (بیگانگی) ہے کہ جب وہ (قریش) آپس میں ملتے ہیں تو کشادہ روئی سے ملتے ہیں اور جب ہمارے ساتھ ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت غصہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا اگر وہ تم (اہل بیت) کو اللہ اور اللہ کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دوست نہیں رکھے گا۔

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی محبت دین اور ایمان کا حصہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں حدیث کے ذریعے اہل بیت علیہم السلام کی محبت ثابت شدہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی عظمت منصوص علیہ ہے۔ [1]

پانچویں فضیلت: جو اہل بیت علیہم السلام سے بغض رکھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے:

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس نے اہل بیت علیہم السلام سے بغض رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کر دے گا۔ [2]

بعض روایات میں ہے کہ جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا وہ منافق ہے۔ [3]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب رضی اللہ عنہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے تین چیزیں طلب کی ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم بنادے، تمہارے جاہل کو علم عطا کرے اور

---

[1] اقتضاء الصراط المستقيم: ٧٣۔ [2] ابن حبان: ٦٩٧٨؛ مستدرك: ٣/ ١٦٢۔
[3] فضائل الصحابه: ١١٢٦۔

تمہارے گمراہ کو ہدایت نصیب کر دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی ہے کہ تمہیں منتخب شدہ سخی اور رحمدل بنائے۔ اگر کوئی آدمی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھے، روزہ رکھے اور تہجد نماز پڑھے پھر وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے بغض رکھے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔ [1]

چھٹی فضیلت: اہل بیت شرار الخلق (برے لوگ) نہیں جن کو فتنہ آن پکڑے:

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے لوگوں میں سے قریش ہلاک ہوں گے اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔ [2]

ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! سب سے پہلے تیری قوم کے لوگ ہلاک ہوں گے انہوں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا بنی تیم کے لوگ؟ آپ نے فرمایا: نہیں قریش قبیلہ کے لوگ ان کو خواہشات آن پکڑیں گی لوگ ان سے دور ہٹ جائیں گے وہ پہلے پہل ہلاک ہو جائیں گے وہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا ان کے بعد لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ لوگوں کی اصل ہیں جب یہ ہلاک ہو جائیں گے تو لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

یہ اہل بیت کے چند مناقب ہیں اگرچہ ان کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں جن کے ذکر کے لیے یہ کتاب ناکافی ہے۔ میں چاہتا ہوں اہل سنت کا دفاع کروں اور اہل بیت علیہم السلام کی حقیقی محبت کو اجاگر کر سکوں۔

ساتویں فضیلت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت:

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن پانی کے چشمہ جسے خم کہہ کر پکارا جاتا ہے جو کہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے پر ہمیں خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعد حمد وصلوٰۃ! آگاہ رہو اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، قریب

[1] المستدرك: ٤٧١٢؛ الكبير: ١٤١٢۔ [2] مسند احمد: ٤٠/ ٤١٣۔

ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے تو میں اسے قبول کروں اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو تم اللہ کی اس کتاب کو پکڑے رکھو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو اور آپ ﷺ نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی خوب رغبت دلائی، پھر آپ نے فرمایا (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں، میں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم لوگوں کو اللہ یاد دلاتا ہوں حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے اہل بیت میں سے ہیں اور وہ سب اہل بیت علیہم السلام میں سے ہیں کہ جن پر آپ کے بعد صدقہ (زکوٰۃ، صدقہ وخیرات وغیرہ) حرام ہے۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ کون ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاندان، حضرت عقیل کا خاندان، آل جعفر اور آل عباس، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! ان سب پر صدقہ، زکوٰۃ وغیرہ حرام ہے [1] جبکہ ایک روایت میں ہے: میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بہت بڑی ہے اور جو بڑی ہے وہ اللہ کی کتاب ہے گویا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی لٹک رہی ہے اور دوسری میرے اہل بیت ہیں یہ دونوں حوض (کوثر) پر پہنچنے تک کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔ [2]

حدیث ثقلین کے متعلق کچھ گزارشات:

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیعہ حدیث ثقلین کو اس قدر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے

[1] مسلم: ۲٤۰۸.
[2] ترمذی: ۳۷۸۸۔

بعض اہل سنت بھائی بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ حدیث ثقلین (جس میں کتاب اللہ اور اہل بیت کا ذکر ہے) اہل علم کے ہاں مشہور ہے شیعہ کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت کو لازم پکڑنے کی وصیت کی ہے اور گمراہی سے بچنے کا واحد راستہ قرار دیا ہے۔

اس دعویٰ کا جواب مندرجہ ذیل ہے:

اول: مسلم کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کی اتباع کرو، اس حدیث میں ہے کہ میں تم میں ثقلین (دو اہم چیزیں) چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ کی کتاب کو لازم پکڑو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو' (گویا آپ نے اللہ کی کتاب کو سمجھنے اس پر عمل کرنے اور اسے مضبوطی سے پکڑ لینے کی ترغیب دی) پھر فرمایا: اور میرے اہل بیت، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اللہ تعالیٰ یاد دلاتا ہوں۔ [1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ترمذی رحمہ اللہ نے یہ زائد الفاظ نقل کیے ہیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حتی کہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے، تو بہت سے محدثین نے ان زائد الفاظ کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ان الفاظ کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے کہا اگر یہ زیادتی ثابت بھی ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بنو ہاشم کبھی گمراہی پر مجموعی لحاظ سے اکھٹے نہیں ہو سکتے جیسا کہ قاضی ابویعلی نے ذکر کیا ہے۔

مسلم کی روایت پر غور کریں اس میں اہل بیت کی اتباع کرنے کا حکم نہیں بلکہ کتاب اللہ کی اتباع اور مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے جبکہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر (کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور اہل بیت کی اتباع کا ذکر نہیں کیا البتہ ان کا خیال رکھنے کا حکم دیا جیسا کہ اس کی وضاحت گزر چکی ہے کہ

[1] حوالہ گزر چکا ہے۔

ان کے حقوق کی پاسداری کی جائے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے۔ یہ بات غدیرخم کے بیان میں پہلے گزر چکی ہے یہ بات معروف ہے کہ آپ نے غدیرخم پر علی رضی اللہ عنہ یا کسی اور کے حق میں امامت وخلافت کی وصیت ہرگز نہیں کی ہے۔ ❶

دوم: (العترۃ اور اہل بیت) کی تشریح گزر چکی ہے کہ عترہ انسان کی نسل اور انتہائی قریبی رشتہ داروں کو کہتے ہیں جیسا کہ بیٹے پوتے اور بھتیجے وغیرہ جبکہ النہایۃ میں ہے کہ عترۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد بنوعبدالمطلب ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے انتہائی قریبی اہل بیت مراد ہیں اور وہ آپ کی اولاد اور علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد ہیں، بعض کے نزدیک قریب اور دور کے تمام رشتہ دار مراد ہیں۔ جبکہ اہل بیت کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اس سے مراد آپ کی ازواج مطہرات اولاد اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ جو بات صحیح محسوس ہوتی وہ یہ ہے حدیث میں اہل بیت اور عترہ کی تخصیص سے مراد یہ ہے کہ (غالبا اہل بیت سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جو صاحب بیت کو اچھی طرح جانتے ہوں اور اس کے حالات سے بخوبی آگاہ ہوں یہاں اہل بیت سے مراد اہل علم میں جو آپ کی سیرت اور تعلیمات سے بخوبی آگاہ ہیں اور ان کی زندگی آپ کی تعلیمات اور آپ کی سیرت کے مطابق ہے۔ تو وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں:

﴿رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ (البقرہ: ۱۲۹)

یعنی وہ اہل بیت مراد ہیں جو آپ کی سنت پر عمل کرنے والے ہیں، ❷ اس لحاظ سے اہل بیت کو مضبوطی سے پکڑنا درحقیقت آپ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہی ہوگا۔ اس لحاظ سے ترمذی کی رایت امام مالک کی روایت سے متفق ہوگی۔ جس میں ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور ایک اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

---

❶ منهاج السنة النبوية: ۷/ ۳۱۸۔ ❷ یہ بات ملاعلی قاری نے نقل کی ہے مرقاۃ: ۳۹۷۵/۹۔

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسی طرح ہی آیت تطہیر کے اندر آپ کی ازواج مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے

﴿وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾ (الأحزاب: ٣٤)

''اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو۔''

اس سے واضح ہوا کہ اہل بیت سے مراد وہ ہیں جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے ہیں اور حدیث میں بھی یہی لوگ مراد ہیں جو سنت پر عمل پیرا ہوں اسی لیے ان کو ثقلین میں سے ایک (ایک اہم) کا لقب دیا گیا ہے اور یہ قرآن کے بالمقابل لقب ہے جو کہ دو میں سے پہلا ثقلین ہے۔ ابن الأثیر نے بھی یہی اشارہ کیا ہے کیونکہ کتاب وسنت پر عمل کرنا ثقیل (اہم اور مشکل) ہے ہر ایک کے بس کی بات نہیں، اس لیے ان دونوں کے اہم اور بھاری ہونے کی وجہ سے ثقلین کہہ دیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہاں قرآن مجید کے بالمقابل اہل بیت کا ذکر ایسے ہی ہے جیسے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کے بالمقابل ذکر ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين)) [1]

''تم پر میری سنت کو پکڑنا لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے۔''

الشیخ القاری (۱/۱۹۹) میں فرماتے ہیں: خلفائے راشدین نے آپ کی سنت کے علاوہ کسی چیز پر عمل نہیں کیا مزید یہ کہ یہاں ان کی طرف اضافت یا تو ان کے عمل کی وجہ سے ہے یا ان کے استنباط اور حق بات کو اختیار کرنے کی بناء پر ہے۔ [2]

[1] ابو داود: ٤٦٠٧۔ [2] السلسله الصحيحة: ٤/ ٣٦٠۔ (١٧٦٢)

یہ بات واضح ہو چکی کہ شیعہ لفظ اہل بیت کی تخصیص علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ فقط اپنی خواہشات کی تکمیل کے کے لیے کرتے ہیں۔

سوم: بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ حدیث ان چند لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو شیعہ مراد لیتے ہیں تو پھر بھی ان کی ضلالت اور گمراہی کی کوئی سند نہیں جس پر وہ قائم ہیں کیونکہ باطل کبھی حق کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا جس کو وہ سینے سے لگائے بیٹھے ہیں اہل بیت علیہم السلام کے آئمہ سنت پر قائم تھے اوراس کے مطابق زندگی گزارنے والے تھے۔

وہ اپنے جداامجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر سختی سے عمل کرنے والے اوراس کی خوب حفاظت کرنے والے تھے۔ وہ حق پر عمل پیرا اور باطل سے دور بھاگنے والے تھے جو باتیں ان سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں آج بھی اہل سنت ان پر قائم و دائم اور ان کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے ہیں اگر شیعہ اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہوتے چاہے وہ لفظ اہل بیت کا وسیع معانی مراد لیں (جو کہ حقیقت ہے) یا نہ لیں اور خاص معانی ہی مراد لیں تو وہ رفض سے دور بھاگتے اور آئمہ اہل بیت کی طرح اس کو ہرگز تسلیم نہ کرتے بلکہ اس سے عداوت رکھتے کیونکہ اہل بیت کے آئمہ نے رافضیت کو باطل قرار دیا ہے اوراس کا مقابلہ کیا ہے جبکہ روافض (شیعہ) ان باطل عقائد کو خود بھی اپنائے ہوئے ہیں اور ان خرافات کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں جنہیں درحقیقت زندیق لوگوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے گھڑ لیا گیا ہے۔ [1]

دوسری قسم: اہل بیت علیہم السلام کے بعض خاص افراد کے فضائل ومناقب

چادروالوں کے فضائل: چادروالوں کا ذکر اہل علم کے ہاں مشہور ہے اور اہل علم اس حدیث کو جس میں ان کا ذکر ہے چادر والی حدیث کے نام سے جانتے ہیں اگر غور کریں تو پتہ

---

[1] فصل الخطاب للغرسی: ١٣٤۔ ١٣٨۔

چلے گا یہ روایت رسول اللہ ﷺ سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کر رہی ہیں۔ یہ بات دلیل ہے کہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے شدید محبت کرتی تھیں اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ اس کو چھپا سکتی تھیں مگر انہوں نے اس حدیث کو بیان کیا اور ان کی عظمت اور مقام کو سب کے سامنے بیان کیا۔

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ ان کے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ہنڈیا لے کر آ گئیں جس میں خزیرہ (ایک خاص قسم کا گوشت کا سالن) تھا، نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور بچوں کو بھی بلا لاؤ چنانچہ حضرت علی اور حضرت حسنین بھی آ گئے اور وہ خزیرہ کھانے لگے نبی ﷺ اس وقت ایک چبوترے پر لیٹے ہوئے تھے نبی ﷺ کے جسم مبارک کے نیچے خیبری چادر تھی اور میں حجرے میں نماز پڑ رہی تھی کہ اس دوران اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی ''اے اہل بیت اللہ تو تم سے آلودگی کو دور کر کے تمہیں خوب صاف ستھرا بنانا چاہتا ہے۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے چادر کا بقیہ حصہ لے کر ان سب پر ڈال دیا اور اپنا ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت علیہم السلام اور میرے خاص لوگ ہیں تو ان سے گندگی کو دور کر کے انہیں خوب صاف ستھرا کر دے، دو مرتبہ یہ دعا کی اس پر میں نے چادر میں اپنا سر داخل کر کے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم بھی خیر پر ہو، تم بھی خیر پر ہو۔ ❶

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے پوچھنے کے لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، انہوں نے بتایا کہ وہ نبی ﷺ کی طرف گئے ہیں میں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا، اتنی دیر میں نبی ﷺ تشریف لے آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے اور وہ سب اس طرح آ رہے تھے کہ ہر ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ نبی ﷺ گھر میں تشریف لائے تو حضرت

❶ ترمذی: ۳۸۷۱۔

علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قریب بلا کر بٹھایا اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا، پھر ان سب کو ایک چادر اوڑھا کر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

(الاحزاب: ۳۳)

''اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے آلودگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاکیزگی عطاء کر دے۔''

اور فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں اور میرے اہل بیت کا حق زیادہ ہے۔ [1]

صفیہ بنت شیبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اس حال میں نکلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر ایک ایسی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر کجاووں یا ہانڈیوں کے نقش سیاہ بالوں سے بنے ہوئے تھے اس دوران میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آگئے تو آپ نے ان کو اپنی اس چادر کے اندر کر لیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر کے اندر کرلیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں کر لیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں کر لیا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

(الاحزاب: ۳۳)

یہ حدیث کساء (چادر والی حدیث) ہے جو کہ اہل سنت کے ہاں معروف اور مشہور ہے اہل سنت کے ہاں جس قدر چادر والی حدیث میں مذکور لوگوں کی عزت واحترام اور مقام ومرتبہ ہے اہل بیت میں سے کسی اور کا نہیں ہے ان میں سے افضل علی رضی اللہ عنہ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حسن رضی اللہ عنہ پھر حسین رضی اللہ عنہ ہیں اس بناء پر ہم سب سے پہلے ان لوگوں کا تذکرہ کریں گے اور

[1] مسند احمد: ۱۶۹۸۸۔

اس کے بعد دیگر اہل بیت کے فضائل ومناقب کا ذکر ہوگا۔

(۱) امیر المؤمنین ابوتراب، علی بن أبی طالب علیہ السلام:

آپ کا نام: علی بن ابی طالب قریشی ہاشمی ہے آپ کی کنیت ابوالحسن اور آپ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں ابوطالب کا اصل نام عبدمناف ہے۔

صحیح قول کے مطابق آپ بعثتِ رسول اللہ ﷺ سے دس سال قبل پیدا ہوئے بچپن سے ہی آپ کی تربیت رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔ آپ بچپن سے لے کر رسول اللہ ﷺ کی رحلت تک ان کے ساتھ رہے ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے یہ پہلی ہاشمی عورت ہے جس نے ایک ہاشمی کوجنم دیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی صحابیہ ہونے کا شرف حاصل ہوا اور وہ آپ کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں تھی۔

امام احمد، اسماعیل القاضی، نسائی اور ابوعلی نیسا پوری کہتے ہیں۔ جیداسناد کے ساتھ جس قدر علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب وارد ہیں کسی اور صحابی کے نہیں ہیں اور شاید اس کی وجہ آپ کا متاخر ہونا ہے۔ آپ کے زمانہ میں شدید اختلاف واقع ہوا اور آپ کے خلاف خروج بھی ہوا آپ کے مناقب وفضائل عام ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام آپ کے مخالفین پر کثرت سے رد کیا کرتے تھے ان کے متعلق لوگ دوگرہوں میں تقسیم ہو گئے مگر مبتدع لوگ بہت ہی کم ہیں۔

پھر معاملہ یہ رخ بھی اختیار کر گیا کہ ایک گروہ ان کے اس قدر مخالف ہوا کہ انہوں نے آپ کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ آپ کو برسر منبر بھلا کہا اور خوارج نے اس بغض وعناد میں ان لوگوں کا ساتھ دیا وہ اپنی گمراہی میں اس قدر بڑھ گئے کہ علی رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتوی لگا دیا۔ اس لحاظ سے ان کے متعلق لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہیں:

(۱) اہل السنہ (۲) الخوارج (مبتدعہ)

(۳) بنی امیہ کے مخالفین

لہٰذا اہل سنت نے ان کے فضائل و مناقب ذکر کرنے کی ضرورت محسوس کی اور ان کو کثرت کے ساتھ بیان کیا اور ان لوگوں کا رد کیا جو آپ کی مخالفت کرتے تھے۔

یعقوب بن سفیان نے صحیح سند کے ساتھ عروۃ سے نقل کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے ابن اسحاق کہتے ہیں دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا ور یہی صحیح ہے۔ [1]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بچوں میں سے سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اس وقت ان کی عمر دس سال تھی لیکن کیا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے، اس میں اختلاف ہے اور شاید صحیح بات یہ ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور لوگوں کے سامنے اس کا اعلان کیا۔ مطلق طور پر سب سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ وہ کہتے ہیں قتادہ اور ابواسحاق کا قول ہے مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام علی رضی اللہ عنہ نے قبول کیا جبکہ مطلق طور پر خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی بات کی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تصدیق کی پھر ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ [2]

مقام مرتبہ کے لحاظ سے علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بعد ہیں بعض اہل علم نے ان کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فوقیت دی ہے جبکہ عام اہل علم اور اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ ان سے افضل ہیں اس کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ ''ہم عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں فضیلت کے لحاظ سے سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شمار کیا کرتے تھے۔ [3]

---

[1] فتح الباری: ١٠/ ٤٩٠۔
[2] الاستیعاب لإبن عبدالبر: ١/ ٣٣٦۔
[3] بخاری: ٣٦٥٥۔

پہلی فضیلت: اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ خیبر پر فتح عطا فرمادے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا لوگوں کی رات اس اشتیاق میں گزر گئی کہ دیکھیں جھنڈا کس کو ملتا ہے؟ صبح ہوئی تو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ جھنڈا اسے ملے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو بیمار ہیں چنانچہ انہیں قاصد بھیج کر بلایا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا کی تو وہ ٹھیک ہوگئے اور یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ کبھی بیمار ہی نہیں ہوئے تھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جھنڈا انہیں دے دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ ہم جیسے نہ ہو جائیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکو جب تم ان کے علاقے میں پہنچو تو انہیں اسلام کی طرف دعوت دو اور انہیں اللہ کے حقوق سے آگاہ کرو، بخدا! تمہارے ذریعے کسی ایک آدمی کو ہدایت مل جانا تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ [1]

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ کا یہ فرمان: علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے ہیں۔'' اس سے آپ کی مراد محبت کی حقیقت کا وجود ہے ورنہ مطلق طور پر مسلمان اس محبت میں شریک ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذکر ہے:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ (آل عمران: ۳۱)

''اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔'' [2]

---

[1] بخاری: ۹۲۳؛ مسلم: ۳٤۰٦۔ [2] فتح الباری: ۱۱/ ۱

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب نام سے انتہائی محبت تھی جب بھی انہیں ابوتراب کہا جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے،، (یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا) ❶

دوسری فضیلت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آپ کا مقام ومرتبہ:

مصعب بن سعد بن ابی وقاص اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے مدینہ سے نکلے تو انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا، تو وہ عرض کرنے لگے آپ مجھے عورتوں اور بچوں کا نگران بنا کے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے ہاں تیرا مقام وہی ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ❷

بعض جاہل لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال لیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار ہیں یہ محض ان کی خام خیالی ہے۔ ان کو دوسری نصوص پر غور کرنا چاہیے جن سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت کے حقدار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں بلکہ خود علی رضی اللہ عنہ ان پر اور ان کی آل پر سلام ہو، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو ہمارے دین کے معاملات میں منتخب فرمایا تو ہم نے ان کو دنیا کے معاملہ میں منتخب کر لیا۔ ❸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس شخص کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس نے اسی حدیث سے علی رضی اللہ عنہ خلافت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ''ہارون علیہ السلام موسی علیہ السلام کے خلیفہ تھے مگر ان کی زندگی میں نہ کہ ان کی موت کے بعد کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے، اس بات کی طرف خطابی نے بھی اشارہ کیا ہے اور الطیبی نے کہا: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ متصل ہیں اور ان کا مقام ومرتبہ میرے لحاظ سے وہی ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے لحاظ سے تھا۔ یہ ایک تشبیہ مبہم (غیر واضح) ہے آپ نے پھر یہ

---

❶ بخاري: ٦٢٨٠؛ مسلم: ٢٤٠٩۔ ❷ بخاري: ٣١٠٥؛ مسلم: ٢٤٠٤۔
❸ الطبقات لابن سعد: ٣/ ١٨٣۔

فرما کر ابہام ختم کر دیا کہ میرے بعد نبی کوئی نہ ہوگا اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ اتصال نبوت کے لحاظ سے نہیں بلکہ خلافت کے لحاظ سے ہے اور مشبہہ بہ (جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی) وہ ہارون علیہ السلام ہیں تو ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کے خلیفہ تھے موت کے بعد نہیں اسی طرح علی رضی اللہ عنہ آپ کی حیات مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے آپ کے وفات کے بعد نہیں واللہ اعلم۔ [1]

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم کی تو علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان تو مواخات قائم کر دی مگر آپ نے کسی کو میرا بھائی نہ بنایا۔ رسول اللہ نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ [2]

حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔''

تیسری فضیلت: آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں:

آپ نے جن صحابہ کرام کو دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دی تھی آپ ان میں سے ایک ہیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو موجودگی میں یہ حدیث سنائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس آدمی جنتی ہیں ابوبکر صدیق، عمر، علی، عثمان، زبیر، طلحہ، عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم'' روای کہتے ہیں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نو آدمیوں کے نام گن کر دسویں سے خاموش ہوگئے لوگوں نے کہا اے ابواعور ہم تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ دسویں شخص کے متعلق بھی بتایئے کہ وہ کون ہے؟ فرمانے لگے تم نے مجھے اللہ کی قسم! دے دی ہے لہٰذا سنو! ابوعور بھی جنتی ہے راوی کہتے ہیں کہ ان کا نام سعید بن زید بن عمرو بن

[1] فتح الباری: ۱۱/ ۵۔ [2] ترمذی: ۳۷۲۰

نفیل ہے۔ ❶

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم (سب کے سب) جنت میں ہیں۔ ❷

چوتھی فضیلت: اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے:

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے آپ راستہ میں ایک مقام پر پڑاؤ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب لوگ جمع ہوئے تو آپ نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: (اے میرے اصحاب!) یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اہل ایمان کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں؟ سب نے عرض کیا جی ہاں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا: تم تو جانتے ہی ہو کہ میں ایک ایک مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز ومحبوب ہوں! صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! جس شخص کا میں دوست ہوں علی اس کا دوست ہے الٰہی تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اس شخص کو اپنا دشمن قرار دے جو علی سے دشمنی رکھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر جب حضرت علی سے ملے تو ان سے بولے ابن ابی طالب مبارک ہو تم تو صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی (یعنی ہر آن وہر لحہ) ہر مسلمان مرد وعورت کے دوست ومحبوب ہو۔ ❸

پانچویں فضیلت: ان کا دل ہدایت یافتہ ہے:

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے (قاضی بنا کر) بھیج رہے ہیں حالانکہ میں نوعمر ہوں اور

---

❶ ابوداود: (٤٦٤٨)؛ ترمذی: ٣٧٤٨۔ ❷ ترمذی: ٣٧٤٨؛ مسنداحمد: ١٦٧٥۔

❸ مسنداحمد: ١٨٤٧٩؛ ترمذی: ٣٧١٣۔

قضا کے بارے میں علم بھی نہیں رکھتا حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت دیں گے اور تمہاری زبان کو ثابت قدم رکھیں گے۔ جب دو فریق تمہارے سامنے بیٹھے ہوں تو ان کے درمیان دوسرے فریق کی بات سنے بغیر ہرگز فیصلہ نہ کرنا جس طرح کہ تو نے پہلے فریق کی بات سنی، اس لیے کہ اس میں زیادہ مناسب طریقہ سے تمہارے سامنے مقدمہ کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی بھی فیصلہ میں شک وشبہ نہ ہوا۔ [1]

چھٹی فضیلت: ان کی محبت ایمان اور ان سے بغض نفاق ہے:

ابو عثمان نہدی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ علی رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔ [2]

ابو طفیل سے روایت ہے کہ میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی اور جس نے مجھ سے عداوت رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھی۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے مومن ہی محبت کرے گا

---

[1] ابو داود: ٣٥٨٢؛ مستدرك: ٤٦٨٥۔

[2] مستدرك: ٤٦٤٨؛ شیخ البانی نے اسے حسن کہا ہے۔ السلسلة الصحيحة: ١٢٩٩۔

[3] الكبير للطبراني: ٢٣/ ٣٨٠۔

اور مجھ سے بغض منافق ہی رکھے گا۔ ❶

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو کوئی بھی علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے وہ پکا منافق ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کی محبت ایمان کا حصہ ہے کیونکہ ایمان کی مضبوط کڑی یہ ہے کہ کسی سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی عداوت رکھی جائے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم منافقین کو علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت اور بغض کی وجہ سے پہنچانتے تھے۔ ❷

حضرت علی کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''تم میں عیسیٰ علیہ السلام سے ایک طرح کی مشابہت ہے یہودیوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) سے بغض رکھا تو اتنا زیادہ رکھا کہ ان کی ماں (مریم علیہا السلام) پر زنا کا بہتان باندھا اور عیسائیوں نے ان سے محبت ووابستگی قائم کی تو اتنی (زیادہ اور غلو کے ساتھ قائم کی) کہ ان کو اس مرتبہ ومقام پر پہنچا دیا جو ان کے لیے ثابت نہیں ہے (یعنی ان کو ''اللہ'' یا ابن اللہ قرار دے ڈالا) یہ حدیث بیان کرنیکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا (مجھے یقین ہے کہ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح میرے بارے میں بھی دو شخص یعنی دو گروہ اس طرح ہلاک (یعنی گمراہ) ہوں گے کہ ان میں سے ایک تو جو مجھ سے محبت کرنے والا ہوگا اور اس محبت میں حد سے متجاوز ہوگا، مجھ کو ان خوبیوں کا حامل قرار دے گا جو مجھ میں نہیں ہونگی اور ایک جو مجھ سے بغض وعناد رکھنے والا ہوگا، میری دشمنی سے مغلوب ہو کر مجھ پر بہتان باندھے گا۔

علی رضی اللہ عنہ کے فضائل مناقب بہت زیادہ ہیں دیکھیے امام احمد رحمہ اللہ کی کتاب فضائل الصحابہ: ۲/ ۶۹۵۔ ہم یہاں ان نصوص کا تذکرہ مناسب سمجھتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد نہیں کیا، اسی طرح ہم یہاں علی رضی اللہ عنہ اور

---

❶ مسلم: ۷۸۔ ❷ فضائل الصحابة: ۱۱٤٦۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف اور اس کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل سنت کے موقف کی مختصر وضاحت کریں گے۔

علی رضی اللہ عنہ سے وارد ان دلائل کا ذکر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خلیفہ نامزد نہیں کیا ہے:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی مرض الموت میں جا کر واپس ہوئے تو لوگوں نے پوچھا، اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت صبح کو کیسی رہی؟ انہوں نے کہا کہ الحمدللہ اچھے ہیں (حضرت) عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا کیا تم نہیں دیکھتے خدا کی قسم! تین دن کے بعد تم ڈنڈے کے غلام (تابع) ہو جاؤ گے میں بنی عبدالمطلب کے چہرے میں ان کی موت کے آثار پہچان لیتا ہوں میرا اندازہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے جانبر نہ ہوں گے اور دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اس لیے میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو تاکہ ہم آپ سے پوچھ لیں کہ خلافت کس خاندان میں ہوگی اگر ہمارے خاندان میں رہے گی تو ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا اور اگر ہمارے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہوگی تو ہم کہیں گے کہ ہمارے لیے وصیت کیجیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! اگر ہم نے آپ سے پوچھا اور آپ نے منع کر دیا تو پھر لوگ ہمیں کبھی نہ دیں گے میں اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی سوال نہ کروں گا۔ ❶

حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کیا اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی جبکہ میں موجود تھا غائب نہیں تھا۔ میں صحت مند تھا مریض نہیں تھا، اگر آپ مجھ کو امامت کے لیے آگے کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے لہٰذا ہم اس شخص پر اپنی دنیا کے معاملہ میں راضی ہیں جس پر دین کے معاملہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں اسی لیے ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا۔ ❷

❶ بخاری: ٤٤٤٧۔ ❷ طبقات ابن سعد: ٣/ ١٨٣، السنة للخلال: ٣٣٣.

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ان کی خدمت میں ابن الکواء اور قیس بن عباد حاضر ہوئے اور عرض کی ہمیں اس معاملہ کی خبر دیجیے جس کی خاطر آپ نے یہ سفر کیا (خلافت) کہ آپ اس حال میں خلیفہ بنے ہیں کہ امت کے بعض افراد بعض کو قتل کر رہے ہیں اور یہ بھی بتایئے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا آپ ہمیں بتایئے کیونکہ آپ نے جو کچھ سنا ہے آپ اس میں مکمل سچے اور بااعتماد ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ بات کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے اللہ کی قسم اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو قبول کرنے اور ان کو سچا ماننے میں پہلا شخص ہوں تو میں ان کی بات کو جھٹلانے والا پہلا شخص ہرگز نہیں ہوسکتا اگر میرے پاس ان کی طرف سے جانشینی کا پروانہ ہوتا تو میں کبھی بھی بنی تیم بن مرۃ کے بھائی (ابوبکر) اور عمر خطاب کو منبر پر نہ آنے دیتا اور ایسا ہوتا تو میں ان کا مقابلہ کرتا اگرچہ میرے پاس کوئی چیز اس چادر کے سوا نہ ہوتی، بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہی تو اچانک شہید کیا گیا ہے نہ ہی آپ کی موت حادثاتی ہے (کہ ان کو جانشین مقرر کرنے کا موقع نہ ملا ہو) بلکہ آپ اپنی مرض الموت میں کئی دن تک بقید حیات رہے۔ مؤذن آکر اذان کہتا اور آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جماعت کرانے کا حکم دیتے آپ مجھے دیکھ رہے ہوتے۔ پھر مؤذن اذان کہتا اور آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جماعت کرانے کا حکم دیتے جبکہ آپ مجھے دیکھ رہے ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ نے چاہا کہ جماعت کی ذمہ داری کسی اور کو دے دی جائے تو آپ غصے میں آ گئے اور فرمایا: تم عورتیں یوسف علیہ السلام والی عورتوں جیسی ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی روح قبض کر لی تو ہم نے سوچا کہ اپنے دنیاوی معاملات میں بھی اس شخص کو منتخب کر لیں جس کو ہمارے دینی امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر منتخب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کا ستون اور عین اسلام ہے لہٰذا ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ وہ اس قابل بھی تھے اور ہم میں سے ایک دو اشخاص

نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا۔ ہم نے ان سے قطعاً لاتعلقی کا اعلان نہیں کیا۔ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا حق ادا کیا۔ ان کی اطاعت کی۔ ان کے تیار کردہ لشکر میں رہ کر جہاد کیا۔ وہ جو کچھ مجھے دیتے میں لے لیا کرتا تھا۔ وہ جب مجھے لڑنے کا حکم دیتے تو میں جہاد کیا کرتا میں ان کے سامنے کوڑے سے حد لگایا کرتا تھا۔

جب وہ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا انہوں نے اپنے صاحب کی سنت کو اپنایا، ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہم میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہم نے ان سے لاتعلقی کا اعلان نہیں کیا، میں نے ان کا حق پہچانا تھا، میں نے ان کی اطاعت کی ان کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کیا جب وہ مجھے عطا کرتے تھے تو میں ان کے ہاتھ سے لیتا تھا جب وہ مجھے لڑنے کا حکم دیتے تھے تو میں جہاد کرتا تھا۔ اپنے کوڑے سے ان کے سامنے حد لگایا کرتا تھا۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو میرے دل میں میری قرابت داری، اسلام میں سبقت اور فضیلت کا خیال آیا اور میرا گمان تھا کہ وہ میرے علاوہ کسی اور کو منتخب نہ کریں گے مگر انہوں نے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ ان کے بعد والے خلیفہ کا کوئی عمل ان کی قبر میں بھی ان کا پیچھا نہ کرے۔ اس لیے انہوں نے اپنے خاندان اور بیٹے کو خلافت سے قطعاً محروم کر دیا اگر وہ چاہتے تو اپنے بیٹے کو منتخب کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے قریش کے چھ بندوں کی کمیٹی بنا دی، جب یہ چھ لوگ جمع ہوئے تو میں نے اپنے دل میں اپنی قرابت داری، سبقت اسلام اور فضیلت کا سوچا، میرا گمان تھا کہ وہ مجھے ہی منتخب کریں گے اس دوران عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے سب سے وعدہ لیا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ بنا دیا جائے (یعنی اس پر اتفاق ہو جائے) تو ہم سب اس کی اطاعت کریں گے۔ انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ پر مارا جب میں نے غور کیا تو میری اطاعت میری بیعت پر سبقت لے جا چکی تھی اور یہ میثاق (معاہدہ) میرے علاوہ کسی اور کے لیے لیا جا چکا تھا تو ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی میں نے ان کا حق ادا کیا ان کی اطاعت کی

اور ان کے لشکر میں جہاد کیا، وہ جب مجھے عطا کرتے میں لے لیا کرتا۔ جب مجھے حکم دیتے ہیں جہاد کرتا اور میں ان کے سامنے اپنے کوڑے سے حد نافذ کیا کرتا جب وہ شہید کر دیے گئے تو اہل حرمین اور ان دونوں شہروں (بصرہ، کوفہ) کے باسیوں نے بھی میری بیعت کر لی۔ ❶

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے نکلے جبکہ لوگ اور انصار آپس میں چہ مگوئیاں کر رہے تھے آپ نے ان کو آواز دے کر یہ اعلان سنایا تم میں سے کوئی اس شخص کی بیعت سے پیچھے کیوں رہ رہا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا ہے؟ (یعنی ابوبکر صدیق) علی رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کہی جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کہی۔ ❷

اَبی طفیل روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے کوئی خاص اعلان کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایسا کوئی خاص اعلان نہیں کیا جو عام لوگوں کے لیے نہ ہو ہاں مگر اس تلوار کی میان میں کچھ موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں انہوں نے ایک صحیفہ نکالا جس میں یہ مکتوب تھا: جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ جو زمین کے نشانات بدلے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو اپنے والد کو لعن طعن کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ جو بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ ❸

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث سے روافضہ، شیعہ، امامیہ کا رد ہوتا ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی وصیت کی تھی یا اسی طرح کے باطل دعوے اور خرافات بیان کرتے رہتے ہیں۔ ❹

---

❶ أمالی لإبن بشران: ٥١٢۔

❷ شرح اصول اعتقاد السنة والجماعة: ٢٤٤٠ .

❸ بخاری: ١١١۔ مسلم: ١٩٧٨ .

❹ شرح النوری: ١٣/ ١٤٢ .

علما کے اقوال کہ علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ نامزد نہیں کیا اور روافضہ اور شیعہ کا رد:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شیعہ کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا تھا باطل ہے، علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے ان کا یہ دعویٰ علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہی غلط ثابت ہو چکا ہے اور اس کو سب سے پہلے غلط ثابت کرنے والے خود علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص اعلان نہیں کیا مگر جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ جیسا کہ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ اگر ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی دلیل ہوتی تو وہ ضرور ذکر کر دیتے ان سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے کبھی کوئی ایسی بات ذکر کی ہو اور نہ کسی اور نے ان کے لیے یہ بات نقل یا ذکر کی ہے۔ واللہ اعلم [1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح احادیث دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی وصیت کی تھی بلکہ صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے واضح اشارے آپ سے ثابت ہیں۔ وللہ الحمد

البتہ اکثر جاہل شیعہ جو بیان کرتے ہیں اور ان کے قصہ گو حضرات شور کرتے رہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی وصیت کی تھی یہ سب جھوٹ افتراء اور بہت بڑی غلطی ہے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف خیانت کی نسبت ہوتی ہے اور آپ کے بعد آپ کے حکم کو نافذ نہ کرنے کا الزام ان کے سر آتا ہے اور یہ بھی لازم آتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو کسی اور کے لیے نافذ کر دیا جو کہ فقط الزام اور جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا ہر مومن اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ دین اسلام حق ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے کہ شیعہ کا یہ دعویٰ باطل اور جھوٹ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کے بعد بہترین اور افضل مخلوق ہیں وہ اس امت کے سب سے افضل اور بہترین لوگ

[1] شرح النووی: ۱۵/ ۱۵۵۔

ہیں یہ امت قرآنی دلائل اور اجماع کی رو سے دنیا وآخرت میں سب امتوں میں سے افضل اور بہترین ہے۔ (پھر یہ تصور کیسے ممکن ہے) وللہ الحمد ❶

ابن خلدون کہتے ہیں: شیعہ اپنے مذہب کی تائید ان نصوص اور دلائل سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کو انہوں نے اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق گھڑ لیا ہے۔ سنت کے ماہرین کے ہاں ان کا وجود ثابت نہیں اور نہ ہی ان کو شریعت نے ذکر کیا ہے ان روایات میں سے اکثر موضوع اور بناوٹی ہیں یا ان کی فاسد تاویلات سے کوسوں دور ہیں۔ ❷

امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس گروہ (شیعہ امامیہ، روافضۃ) کے ہاں اکثر روایات موضوع اور جھوٹی ہیں۔ ❸

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: یہ لوگ (شیعہ امامیہ، روافضۃ) اپنے دلائل کی بنیاد تین چیزوں پر رکھتے ہیں: (۱) جھوٹ نقل کرنا، (۲) مجمل اور شبہہ والی بات بیان کرنا، (۳) فاسد قیاس کرنا۔ یہ ہر اس شخص کا حال ہے جو جھوٹی بات کو دلیل بنا کر شریعت کی طرف منسوب کرتا ہے اس کی دلیل یا نص ہوگی یا قیاس ہوگا۔ اگر نص ہے تو نص صحیح سند اور متن کی صحیح دلالت کی محتاج ہے۔ نص کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور اپنے مطلوب پر صحیح طریقہ سے دلالت بھی کر رہی ہو جبکہ سنی سنائی جھوٹی روایات کے ذریعے یا تو فقط جھوٹ نقل کیا جاتا ہے یا پھر روایت صحیح نقل کی جاتی ہے مگر اس سے استدلال صحیح نہیں کیا جاتا۔ شیعہ اور وافضہ کے نقل کردہ دلائل اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ (جھوٹ، غلط استدلال)۔ ❹

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ:

علمائے اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کے اختلاف کے متعلق وہ

❶ البداية والنهاية: ۷/ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔
❷ مقدم ابن خلدون، ص: ۱٤۔
❸ الفصل فى الملل والأهواء والنحل: ٤/ ۹٤۔
❹ منهاج السنة النبوية: ٤/ ۱۱۲۔

خاموش رہیں مگر یہ کہ کسی مجبوری کی بناء پر کوئی بات کرنا پڑے، حتیٰ کہ علماء نے یہ بات عقیدہ کے مندرجات میں شامل کی ہے۔ ذیل میں چند دلائل ذکر کیے جا رہے ہیں:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب صحابہ کی بات ہو تو خاموش رہو، جب ستاروں کی بات ہو تو خاموش رہو۔ جب تقدیر کی بات ہو تو خاموش رہو۔ ❶

جابر بن سمرة سے روایت ہے کہ جابیہ مقام پر ہمیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ایک دن ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے جیسے میں ہوا ہوں اور فرمایا میرے صحابہ کرام کی قدر کرو۔ پھر جو ان کے بعد ہیں اور پھر جو ان کے بعد ہیں پھر جھوٹ پھیل جائے گا حتیٰ کہ وہ آدمی گواہی دے گا جس سے گواہی طلب بھی نہ کی جائے گی اور وہ قسم اٹھائے گا جس سے قسم طلب نہ کی جائے گی۔ ایک روایت میں ہے: میں تمہیں اپنے صحابہ سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے ''میرے صحابہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو'' ایک روایت میں ہے کہ میرے صحابہ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔'' ❷

یزید بن اُصم سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے مقتولین کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا: ہمارے اور ان کے مقتولین جنت میں ہیں جبکہ اس معاملہ کی مسئولیت میرے اور معاویہ کے اوپر ہے۔ ❸

اس امت کے سلف صالحین نے جن کا رتبہ صحابہ کرام کے بعد ہے اس حکم کے سامنے سر تسلیم ختم کیا ہے اور صحابہ کرام کے مابین اختلاف کے متعلق وہ کلام نہیں کرتے ہیں۔ سلف صالحین کے چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کا ذکر ہوا تو انہوں

---

❶ المعجم الكبير للطبراني: ١٠٤٤٨۔ ❷ المصنف لإبن أبي شبيه: ٣٧٨٨٠۔

❸ المصنف لابن أبي شيبه: ٣٧٨٨٠ .

نے فرمایا: یہ ایسا معاملہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے ہاتھوں کومحفوظ رکھا ہے تم اپنی زبانوں کو کیوں اس میں شریک کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے خون سے میرے ہاتھوں کو محفوظ رکھا ہے تو میں اپنی زبان کو کیوں اس میں رنگنے کی کوشش کروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال آنکھوں جیسی ہے۔آنکھوں کی دوا یہ ہے کہ ان کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ [1]

مگر اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں بلکہ ان کے دور حکومت میں وہ تمام صحابہ سے افضل تھے۔ جو صحابہ کرام علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان سب سے علی رضی اللہ عنہ افضل تھے بلکہ ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام زندہ اور فوت شدہ سے وہ افضل تھے اہل سنت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطاء سرزد ہوئی اور یہ بات خود معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومنین کے ہاں علی رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ زیادہ ہے۔

غور کرو کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں کے درمیان لڑائی کے متعلق کیا فرما رہے ہیں اور کس طرح علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت علیہم السلام کی تعریف کر رہے ہیں؟ وہ فرماتے ہیں اہل سنت کی تالیفات اور کتابیں سیدنا علی علیہ السلام کے فضائل ومناقب اور ان کی تعریف سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں اور ان میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو ان پر ظلم کرنے والے تھے اور ان میں ان لوگوں کا رد ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔

اہل سنت ان باتوں کو ناپسند کرتے ہیں اور جو ان دونوں لشکروں کے درمیان ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے کا معاملہ چل نکلا تھا اس کو بھی غلط کہتے ہیں۔ اہل سنت اس شخص سے شدید بغض اور کراہت رکھتے ہیں جو علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا یا ان کو برا بھلا کہنا جائز خیال کرتا ہے۔

ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کی قدرومنزلت بلند ہے اور وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت خلافت وامامت کے زیادہ حق دار ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومنین کے

---

[1] المجالسة للدینوری: ۱۹۶۵؛ حلیة الأولیاء: ۹/ ۱۱۴؛ الطیوریات للسلفی: ۱۲۷۷۔

نزدیک، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے باپ اور ان کے بھائی سے افضل ہیں (باپ سے مراد ابوسفیان اور بھائی سے مراد یزید بن ابی سفیان ہے) شیخ الاسلام مزید فرماتے ہیں علی رضی اللہ عنہ ان سب سے افضل ہیں جو فتح مکہ کے سال ایمان لائے، ان لوگوں میں بہت سے صحابہ کرام ہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں جبکہ علی رضی اللہ عنہ ان جمہور صحابہ کرام سے افضل ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی بلکہ وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں ماسوائے تین کے، اہل سنت کا کوئی ایک فرد ان تین کے علاوہ کسی اور صحابی کو ان پر فضیلت نہیں دیتا ہے ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ جمہور اہل بدر سے، بیعت رضوان والوں اور تمام مہاجرین وانصار کے سابقین (سبقت لے جانے والے) سے افضل ہیں۔[1]

عام اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد علی رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ ہے۔ یہ چاروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل ترین صحابہ ہیں۔ اہل سنت میں سے بعض علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ واضح کر رہے ہیں علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی سرزد ہوگئی وہ اپنی کتاب (مختصر السیرۃ: ۱/ ۳۲۱) میں اڑتیس ہجری کے واقعات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی نسبت حق پر تھے اس کے باوجود فریقین دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام موصوف اپنی بات کی دلیل اہل بیت علیہم السلام جن میں علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں کے کلام کو بنا رہے ہیں علی رضی اللہ عنہ اہل جمل کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہ ہمارے ہی بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے ہی خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔[2]

---

[1] منهاج السنة النبوية: ٤/ ٣٩٦

[2] مصنف ابن ابی شیبه: ٧/ ٥٣٥؛ سنن بیهقی: ٨/ ٣٠٠؛ بعض نے دونوں سندوں کو ضعیف جبکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے جتنی بھی جنگیں لڑی وہ ان میں حق پر تھے وہ فرماتے ہیں امیر المومنین اپنے مدمقابل کی نسبت حق پر تھے، ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم فریقین میں سے کسی کو برا بھلا کہیں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جو ان کو برا بھلا کہے اس نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے حکم کی مخالفت کی یہ بات کئی لحاظ سے اور کئی دلائل سے ثابت ہے کہ جیسا کہ انہوں نے اہل جمل سے لڑائی کی تو ان کی اولاد کو غلام نہیں بنایا، ان کے اموال کو مال غنیمت قرار نہیں دیا اور ان کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا بلکہ انہوں نے فریقین کے مقتولین پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا یہ ہمارے ہی بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف ہی علم بغاوت بلند کر دیا انہوں نے واضح کیا کہ یہ کفار یا منافقین نہیں ہیں، انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ''اخوہ'' رکھا اور انہیں لڑائی کے باوجود مومنین میں شمار کیا۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان کے اور دوسرے گروہ کے درمیان فرق کیا جن سے آپ نے لڑائی کی اور ان کے قتل کو پسند کیا انہوں نے ان لوگوں کو ان علامات کے ذریعے پہچان لیا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق بیان فرمائی تھیں یہ اہل حروراء ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی خوارج سے لڑائی بذات خود ایسی دلیل ہے جس کی بنیاد پر اہل سنت نے یہ اخذ کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک گروہ دین سے تیر کی مانند نکل جائے گا اور ان کو وہ گروہ قتل کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔ [1]

دین سے نکلنے والے یہ لوگ اہل حروراء ہیں جن کو امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے قتل کیا جبکہ وہ دین سے تیر کی مانند نکل گئے تھے۔ ان لوگوں نے امیر المومنین کے خلاف

[1] صحیح مسلم: ١٠٦٤۔

خروج کیا۔ ان کو کافر قرار دیا (نعوذ باللہ) اور تمام مسلمانوں پر کفر کا فتوی لگا کر ان کے مال اور خون کو حلال قرار دے دیا۔

متواتر سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ان لوگوں کی علامات بھی بیان کی اور ان کو قتل کرنے کا حکم بھی دیا۔ آپ نے فرمایا: تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو، ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزں کو اور ان کی تلاوت کے سامنے اپنی تلاوت کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے جو لوگ ان کو قتل کریں گے وہ اگر رسول اللہ ﷺ کی زبانی (ان کے قتل پر) ثواب سن لیں تو شاید وہ عمل چھوڑ دیں۔ [1] ان کو علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور ان کے قتل پر انتہائی فرحت و سرور محسوس کیا اور بطور شکر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیا کیونکہ مقتولین میں خارجیوں کی علامات پائی گئی تھیں ان میں سے ایک آدمی ایسا بھی جس کے ہاتھ پر گوشت کا ٹکڑا ابھرا ہوا تھا جس پر بال تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو قتل کرنے پر اتفاق کیا اور جو صحابہ کرام ان کے قتل میں امیر المؤمنین کے ساتھ شریک نہ ہو سکے انہوں نے بہت افسوس کا اظہار کیا جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام، اس کے برعکس جنگ جمل اور صفین میں ایسا نہیں بلکہ امیر المؤمنین ان دونوں لڑائیوں پر افسردہ تھے اور جو کچھ ہوا اس پر افسوس کا اظہار کرتے تھے، انہوں نے اور آپ کے فرزند سیدنا حسن علیہ السلام نے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ [2]

حسن بصری رحمہ اللہ سے صحابہ کرام کی آپس میں لڑائی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایسی لڑائی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ شریک ہوئے اور ہم موجود نہیں تھے وہ علم رکھتے تھے ہم (ان کے مقابل) جاہل ہیں وہ کسی بات پر متفق ہیں تو ہم اس پر عمل کرتے

[1] بخاری: ٣٦١٠۔ مسلم: ١٠٦٤۔ [2] البداية والنهاية: ٧/ ٢٣٠۔

ہیں اگر وہ کسی معاملہ میں اختلاف کرتے ہیں تو ہم خاموش ہیں۔ ❶

علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین:

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کے اختلاف کے متعلق خاموشی اختیار کرتے ہیں وہ کسی کو بھی موردِ الزام نہیں ٹھہراتے اور نہ ہی کسی کو برا بھلا کہتے ہیں وہ اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل کرتے ہیں اور توقف اختیار کرتے ہیں۔

اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں میرے باپ نے مجھے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی محفل میں حاضر تھا کہ ایک آدمی نے ان سے علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور بے رغبتی کا اظہار کیا۔ ان سے کہا گیا اے ابوعبداللہ یہ (سوال کرنے والا) ہاشمی ہے۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ ﴾ (البقرة: ١٣٤)

''یہ امت تھی جو گزر گئی ان کے لیے ہے جو انہوں نے کمایا۔'' ❷

ابن ابی زید القیروانی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس اختلاف یعنی علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین لڑائی کے متعلق اہل سنت کے ہاں کچھ قواعد وضوابط بیان کیے جاتے ہیں۔ ❸

❶ الجامع لأحكام القرآن: ١٦/ ٣٣٢۔

❷ طبقات الحنابله: ١/ ٣٧۔

❸ حقوق آل البيت بين السنة والبدعة، ص: ١٦۔

علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کے متعلق چند قواعد

اول:...... حضرت علی علیہ السلام معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں بلکہ آپ ان کے باپ اور بھائی سے بھی افضل ہیں اور یہ کہنا چاہیے کہ وہ ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ کرام سے افضل اور بہترین ہیں۔

دوم:...... خلافت وولایت کے حقدار سیدنا علی علیہ السلام تھے اہل سنت کا کوئی ایک فرد اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں رکھتا ہے۔ یہ بات صحابہ کرام، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ جو صحابہ کرام تھے سب کے دل میں موجود تھی کہ خلافت کے حقدار علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ صحابہ کرام نے اگر ان کی خلافت کو ماننے سے انکار کر دیا تو اس کی بنیادی وجہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کا مطالبہ تھا جبکہ علی رضی اللہ عنہ اس کو حکمت کے تحت مؤخر کر رہے تھے۔

امام غزالی نے اپنی کتاب ''قواعد العقائد'' میں کہا: اس بات میں کسی صاحب علم اور صاحب شعور کو اختلاف نہیں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ صحابہ کے بھی ہم پلہ نہیں ہیں چہ جائیکہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے برابر ہوں۔ کہاں علی رضی اللہ عنہ اور کہاں معاویہ رضی اللہ عنہ ؟

عام لوگوں پر ان کا معاملہ مشابہہ ہو گیا اور لوگ گروہوں میں تقسیم ہو گئے جس کی بناء پر دونوں کے درمیان جنگ بپا ہوگئی یہ اللہ کی تقدیر تھی جو نافذ ہو کر رہی کیونکہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اس کی ملکیت میں وہی ہوسکتا ہے جو وہ چاہتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے:

﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝﴾ (الأنبياء:٢٣)

''اس سے نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے اور ان (لوگوں) سے پوچھا جائے گا۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اجماع صحابہ (اور اجماع اہل سنت) بناء پر چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ راشد نہیں مانتا وہ گدھے سے بھی بدتر ہے۔'' [1] یہ مسئلہ علمائے سنت اور فقہائے امت کے ہاں متفق علیہ ہے۔ [2]

سوم:...... دلائل ونصوص کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ولایت کے حقدار بھی علی رضی اللہ عنہ ہی تھے لہٰذا وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینے اور قصاص کا وقت مقرر کرنے کے بارے میں خوب علم رکھتے تھے۔ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے فکرمند تھے اور ان کے دفاع کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے دفاع کی اجازت مانگی مگر عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کر دیا۔

صفدی فرماتے ہیں: صحابہ کرام کے آپس میں اختلاف کے متعلق بات کرنے سے بچنا چاہیے اور یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ ان میں سے فلاں صحیح تھا اور فلاں غلط تھا ان میں سے کوئی ایک بھی کتاب وسنت سے باہر نہیں نکلا تھا۔ علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے گروہوں میں سے قاتل اور مقتولین سب جنت میں ہیں ان میں سے ہر ایک نے اجتہاد کیا اور جس چیز کو اچھا سمجھا اس پر عمل کیا اور جس کو اچھا نہ جانا اس کو چھوڑ دیا مجتہد کبھی غلطی بھی کر جاتا ہے اور کبھی صحیح بات تک پہنچ جاتا ہے اور ہر حال میں اس کے لیے اجر ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور وہ جہاں گئے حق ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ [3]

جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمار رضی اللہ عنہ کو باغی

---

[1] مناقب الإمام احمد: ١٦٣۔

[2] قطف الثمر فی بیان عقیده أهل الأثر: ١٠١۔

[3] أعيان العصر وأعوان النصر: ٢/ ٤٧ .

جماعت قتل کرے گی۔ ❶

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''جب لوگ آپس میں اختلاف کا شکار ہوں گے تو ابن سمیہ حق پر ہوں گے۔'' ❷

ان دو احادیث سے یہ واضح ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے قتل کیا دوسری حدیث میں ہے کہ جب لوگ اختلاف کریں گے تو حق ابن سیمۃ کے ساتھ ہوگا۔ ❸ ابن سمیہ سے مراد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ❹

چہارم:...... معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار تھے وہ شرعی طور پر پانچویں خلیفہ ہیں کیونکہ دلائل ونصوص سے پتہ چلتا ہے کہ تیس سال تک خلافت نبوی منہج پر رہے گی جس میں سے حسن رضی اللہ عنہ کے حصے میں چھ ماہ آئے ہیں اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت افضل ہیں اور ان سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں مگر انہوں نے مسلمانوں کا خون بہانے اور ان کی جانوں کے ضیاع کے خوف سے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

قاضی محبّ الدین ابوالولید محمد بن محمد بن محمود الحلبی رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ''ماہ ربیع کے آخر میں مجھے میرے دوست قاضی شرف الدین نے طلب کیا اور علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال دہرایا تو میں نے کہا اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور مسند خلافت پر متمکن ہونے کی باری ان کی ہی تھی اور معاویہ رضی اللہ عنہ خلفاء کی صف میں شامل نہیں ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث وارد ہے کہ آپ نے

---

❶ بخاری: ٤٧؛ مسلم: ٢٩١٦۔

❷ الکبیر للطبرانی: ١٠٠١٧؛ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے السلسلة الضعيفة: ٢٢٠٩۔

❸ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ❹ بغية الطلب، ص: ٧١.

فرمایا: خلافت میرے بعد تیس سال تک قائم رہے گی۔ ❶ خلافت کا یہ زمانہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ پر پورا ہو گیا۔ ❷

پنجم:...... تمام صحابہ کرام اس معاملہ میں اجتہاد کرنے والے تھے۔ جو لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کی جلدی میں تھے اور اس معاملہ کو ہرگز مؤخر نہ کرنا چاہتے تھے جبکہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ تو لینا چاہتے تھے مگر کسی مناسب وقت کے انتظار میں تھے وہ امن و امان کی صورت حال کے پیش نظر فوراً بدلہ نہیں لینا چاہتے تھے اور اس کو مناسب وقت خیال نہ کر رہے تھے۔

(۲) فاطمہ الزہراء علیہا السلام:

ان کا اسم گرامی فاطمہ الزہراء بتول بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ آپ کی انتہائی پیاری صاحبزادی اور ان کے جگر کا ٹکڑا ہیں بلکہ سب سے محبوب بیٹی ہیں۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں تو قریش کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ یہ بعثت سے پانچ سال پہلے کی بات ہے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی مگر آپ کے ہاں پیاری صاحبزادی ہیں۔

سنن میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اٹھنے بیٹھنے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی اور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا ہے۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ان کا استقبال اٹھ کر اور آگے چل کر کرتے، ان کو بوسہ دیتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے۔ ❸

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ ❹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں (آپ کے مرض الموت

---

❶ ابوداود: ٤٦٤٦؛ ترمذی: ٢٢٢٦ ❷ سمط النجوم العوالی: ٢/ ٣١٥۔
❸ ابوداود: ٥٢١٧؛ ترمذی: ٣٨٧٢۔ ❹ الطبرانی فی الأوسط: ٢٧٢١۔

سے کچھ ہی دن پہلے ایام مرض الموت کے دوران ایک دن) آپ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کی چال کی وضع اور ہیت رسول کریم ﷺ کی چال کی وضع اور ہیت سے (ذرا بھی) مختلف نہیں تھی بہر حال آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ کو (آتے) دیکھا تو فرمایا: میری بیٹی مرحبا پھر آپ ﷺ نے ان کو (اپنے پاس) بٹھا لیا اور چپکے چپکے ان سے باتیں کیں، اتنے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور زور زور سے روئیں۔ آپ نے دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت رنجیدہ ہوگئی ہیں تو پھر ان سے سرگوشی کرنے لگے فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک دم ہنس دیں پھر جب رسول اللہ ﷺ اٹھکر چلے گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ تم سے آنحضرت ﷺ چپکے چپکے کیا باتیں کر رہے تھے؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء کرنے والی نہیں ہوں جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا: تم پر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ اور قسم دے کر کہنا چاہتی ہوں کہ میں تم سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگتی کہ مجھ کو اس سرگوشی کے بارے میں بتا دو جو (اس دن) آنحضرت ﷺ نے تم سے کی تھی فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں: ہاں (جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اس راز کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے ہوئے) میں بتاتی ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے جو پہلی بار مجھ سے سرگوشی کی تھی تو اس میں مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام مجھ سے سال بھر میں ایک مرتبہ (یعنی رمضان میں) قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال (رمضان میں) انہوں نے مجھ سے دو بار دور کیا اور اس کا مطلب میں نے یہ نکالا ہے کہ میری موت کا وقت آ گیا ہے اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتی رہنا اللہ کی اطاعت وعبادت میں مشغول رہنے اور معصیت سے بچنے کے لیے جو بھی تکلیف اور مشقتیں اٹھانا پڑیں اور جو بھی آفت وحادثہ پیش آئے خصوصا میری موت کے سانحہ پر صبر کرنا، بلاشبہ میں تمہارے لیے بالخصوص بہترین پیش رو ہوں۔'' میں رونے لگی اور پھر جب آپ ﷺ نے مجھ کو زیادہ مضطرب اور بے صبر پایا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور اس

وقت یوں فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم جنت میں (تمام) عورتوں یا خاص طور پر اس امت کی عورتوں کی سردار بنائی جاؤ'' (یہ سن کر میں ہنسنے لگی تھی) اور ایک روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلی مرتبہ) مجھ سے سرگوشی کی تو فرمایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پا جائیں گے اور (یہ سن کر) میں رونے لگی تھی، (دوسری مرتبہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی کی اس میں مجھ کو یہ بتایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سب سے پہلے میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملوں گی چنانچہ (یہ سن کر) میں ہنسنے لگی تھی۔ [1]

ان کی شادی کا قصہ کچھ یوں ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا گیا تو میری ایک لونڈی نے مجھے کہا کیا آپ کو علم ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کیا گیا ہے؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا ان کی شادی کا پیغام موصول ہو چکا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شادی کے سلسلے میں کیوں نہیں جاتے؟ میں نے کہا میرے پاس کوئی چیز ہے جس سے شادی کروں؟ اس نے کہا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں تو وہ آپ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دیں گے وہ بار بار اصرار کرتی رہی حتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب اور جلالت بہت زیادہ تھی جس کی وجہ سے میں ان کے سامنے بیٹھ تو گیا مگر بات کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ آپ نے پوچھا کسی لیے آئے ہو کیا کوئی حاجت ہے؟ مگر میں خاموش رہا: آپ نے فرمایا: شاید کہ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی غرض سے آیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں: آپ نے پوچھا کیا تیرے پاس کچھ ہے جس سے اس کا مہر دے سکے؟ میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے پوچھا وہ زرہ کدھر ہے جو میں نے بطور اسلحہ تم کو دی ہے؟ میں نے عرض کیا وہ تو میرے پاس ہے مگر وہ کوئی زیادہ قیمتی نہیں ہے فقط چار سو درہم کی ہے آپ

[1] بخاري: ٦٢٨٥؛ مسلم: ٢٤٥٠۔

نے فرمایا: میں نے تمہاری شادی کر دی تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کو لے جا سکتے ہو۔'' یہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر تھا۔ ❶

اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد سے نوازا، حسن حسین، محسن ان کے بیٹے اور ام کلثوم ان کی بیٹی ہیں جن کی شادی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی ایک بیٹی کا نام زینب ہے جس کی شادی عبداللہ بن جعفر سے ہوئی۔

وفات کے وقت ان کی عمر کتنی تھی اس میں اختلاف ہے۔ ابن زبیر بن بکار بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن حسن بن حسن ہشام بن عبدالملک کے پاس آئے تو وہاں کلبی بھی موجود تھے تو ہشام نے عبداللہ بن حسن سے پوچھا۔ اے ابومحمد فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر کتنی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: تیس سال ہشام نے کلبی سے پوچھا تیری عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا پینتیس (۳۵) سال ہشام نے عبداللہ بن حسن سے کہا اے ابومحمد کلبی کی بات سنیے اسے اس معاملہ کی خبر ہے۔ عبداللہ بن حسن نے کہا: امیر المؤمنین مجھ سے میری ماں کے متعلق پوچھئے اور کلبی سے اس کی ماں کے متعلق پوچھئے۔ ❷

اس عظیم، پاکباز، نیک اور متقی خاتونِ جنت کے چند فضائل مناقب ملاحظہ ہوں:

① فاطمہ رضی اللہ عنہا پوری دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے خود فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو مومن عورتوں کی سردار بن جاؤ یا تمام دنیا کی عورتوں کی سردار بنو۔ ❸

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی تمام عورتوں سے بہترین مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آسیہ فرعون

---

❶ اسدالغابة: ١٣٩٦۔ ❷ الإستيعاب: ١/ ٦١٤۔

❸ بخاري: ٦٢٨٥؛ مسلم: ٢٤٥٠۔

کی بیوی ہیں۔ [1]

② جس نے ان کو ناراض کیا اس نے نبی ﷺ کو ناراض کیا:

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ [2]

③ جو ان کو تکلیف دے گویا اس نے نبی ﷺ کو زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد بھی تکلیف دی:

مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے ساتھ کرنے کی اجازت مانگی ہے میں ان کو اجازت نہیں دوں گا پھر فرمایا: میں ان کو اجازت نہیں دں گا مگر یہ کہ ابوطالب کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ میری بیٹی کو طلاق دینا پسند کریں پھر اس کی بیٹی سے نکاح کریں کیونکہ میری بیٹی میرے جگر کا ٹکڑا ہے مجھے شک میں ڈالتا ہے جو کہ اسے شک میں ڈالتا ہے تکلیف دیتی ہے مجھے وہ چیز کہ جو اسے تکلیف دیتی ہے۔ [3]

④ وہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکیریں کیسی ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل عورتیں چار ہوں گی۔

(۱) خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا (۲) فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ
(۳) مریم بنت عمران علیہا السلام (۵) آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا جو فرعون کی بیوی تھیں [4]

---

[1] مسند احمد: ۲٦٦۸۔ [2] بخاری: ۳۷۱٤۔
[3] مسنداحمد: ۲٦٦۸؛ مستدرك: ۳۸۳٦۔
[4] مسنداحمد: ۲٦٦۸؛ مستدرك: ۳۸۳٦۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام جہان کی عورتوں میں سے چار عورتوں کے مناقب وفضائل کا جان لینا تمہارے لیے کافی ہے اور وہ مریم بنت عمران یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ، خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، فاطمہ، بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، فرعون کی بیوی آسیہ۔'' [1]

⑤ دنیا وآخرت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کی وجہ سے وہ سب سے پہلے آپ کے پاس جانے والی ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور آہستہ سے ایک بات کہی تو ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آہستہ سے یہ خبر بیان کی تھی کہ وہ اس مرض میں وفات پائیں گے، تو میں رونے لگی اس کے بعد مجھ سے آہستہ سے بیان کیا کہ اہل بیت میں سب سے پہلے میں ان سے ملونگی تو میں ہنسنے لگی۔ [2]

⑥ وہ اہل بیت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے پیاری ہیں:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ آئے اور مجھ سے کہا کہ اے اسامہ رضی اللہ عنہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے لیے اجازت مانگو۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دونوں کیوں آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں، انہیں اجازت دے دو وہ اندر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے یہ پوچھنے آئے کہ آپ اپنے اہل بیت میں سے کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد سے۔ یہ

---

[1] مسند احمد: ۱۲۳۹۱؛ ترمذی: ۳۸۷۸۔

[2] یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

ان کے قرب اور آپ سے محبت کی دلیل ہے۔ [1]

⑦ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہونا اور اس کا حقیقی سبب:

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مال نہ دیا تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا حالانکہ انہوں نے ازواج مطہرات حتی کہ اپنی لخت جگر عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو بھی کچھ نہ دیا اور اس کا واضح سبب وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ ''ہم نبیوں کی جماعت ہیں ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے'' [2] شاید فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اس حدیث کا اطلاق زرعی زمین اور غیر منقولہ جائیداد پہ نہیں ہوسکتا تھا۔ جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حدیث کو عام سمجھنے کی وجہ سے معذور ہیں۔

اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کو خاص سمجھنے کی وجہ سے ورثہ طلب کر رہی تھیں۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو ترکہ نہ دینے کا فیصلہ کر لیا تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار کر دیا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کا اظہار کیا کیونکہ وہ یہ خیال کرتی تھیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کی وارث ہیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پہ اطلاع نہیں تھی ''کہ ہم وارث نہیں بنائے جاتے جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔'' خلیفہ اوّل نے اس فرمان کی بناء پر ان کو، ازواج مطہرات کو اور آپ کے چچا کو ترکہ میں سے کچھ نہیں دیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو خیبر اور فدک کی زمین کا ذمہ دار اور نگران بنائیں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے ہیں وہ صدقہ ہے اور خلیفہ کا حق ہے کہ (اس کو اس تصرف میں لائے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا) وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنا چاہتے

---

[1] یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

[2] بخاری: ۳۰۹۳؛ مسلم: ۱۷۵۷۔

تھے کیونکہ وہ راست باز، حق گو، متقی اور حق کے متبع خلیفہ تھے اسی بناء پر فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے ناراض بھی ہوئیں اور ان سے قطع تعلق بھی کیا، علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی خواہش کا احترام کیا۔ ❶

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: بیہقی رحمہ اللہ نے امام شعبی رحمہ اللہ کی سند سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تو ان کو علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی عیادت کے لیے آئے ہیں کیا میں ان کو اجازت دے دوں تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دے دوں؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اجازت دے دیں، تو انہوں نے ان کو آنے کی اجازت دے دی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ان کو راضی کرنے لگے حتی کہ وہ ان سے راضی ہوگئیں اس حدیث کی سند امام شعبی رحمہ اللہ تک صحیح ہے۔ اس طرح یہ اشکال ختم ہوجاتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کر لی تھی۔ بعض آئمہ کا کہنا ہے کہ ان کی لاتعلقی فقط ان کو نہ ملنے کی حد تک تھی یہ ایسی قطع تعلقی نہ تھی جو اسلام میں حرام ہے کہ جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت ان الفاظ میں موجود ہے کہ یہ دونوں آپس میں ملتے ہیں تو ایک اِس طرف منہ پھیر لیتا ہے اور دوسرا اُس طرف منہ پھیر لیتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا باپ کی جدائی میں کچھ دیر ہی زندہ رہ سکیں اور جتنے دن زندہ رہیں غمگین اور بیمار ہی رہیں۔ ❷

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد تھوڑی دیر ہی دنیا میں رہیں اور اپنے والد گرامی کے چند مہینے بعد دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

(۳،۴) امیر المؤمنین سیدنا حسن شہید اور سیدنا حسین شہید علیہم السلام

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ دونوں دنیا اور آخرت میں سردار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور ان کے پھول ہیں۔

❶ البداية والنهاية: ٥/ ٢٧٠۔ ❷ فتح الباری: ٦/ ٢٠٢۔

حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے۔ وہ شعبان یا رمضان کے وسط میں سنہ تین ہجری کو پیدا ہوئے جبکہ حسین رضی اللہ عنہ شعبان چار ہجری کو پیدا ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیدا ہونے سے بہت ہی خوش ہوئے آپ نے خود ان کا عقیقہ کیا اور ان کے ختنے کروائے۔

دونوں سردار ان جنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ سیدنا علی علیہ السلام روایت کرتے ہیں حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے، آپ سینے سے لے کر سر تک جبکہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سینے سے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین علیہم السلام کے عقیقہ کے لیے ایک ایک مینڈھا [2] جبکہ نسائی کی روایت میں ہے کہ دو دو مینڈھے ذبح کیے۔ [3]

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا اور ساتویں دن ختنے کروائے۔ [4]

نوٹ:...... شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے نسائی کی روایت جس میں دو مینڈھوں کا ذکر ہے کو ابوداود کی حدیث کے مقابلہ میں جس میں ایک مینڈھے کا ذکر ہے زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

محمد بن منکدر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ختنے ساتویں دن کروائے۔

دونوں سرداروں کے مناقب وفضائل بہت زیادہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) وہ دنیا میں سردار ہیں:

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۱٦٤؛ ترمذی: ۳۷۷۹۔
[2] ابوداود: ۲۸٤۱۔
[3] النسائی: ٤۲۱۹۔
[4] النسائی: ٤۲۱۹؛ السنن الکبریٰ: ٤/ ۳۷۲۔

جب کہ حسن رضی اللہ عنہ ان کے پہلو میں کھڑے تھے کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی آپ کی طرف دیکھتے آپ فرما رہے تھے: یہ میرا بیٹا سردار ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کروا دے گا۔ ❶

(۲) وہ نوجوانان جنت کے سردار ہیں:

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ ❷

(۳) جس نے ان سے محبت کی تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی کام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر کچھ لپیٹے ہوئے تھے مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھا؟ جب میں کام سے فارغ ہوا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کولہے پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔ ❸

اسامہ بن زید سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین علیہم السلام کو سینے سے لگاتے اور فرماتے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ ❹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ کے کسی بازار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ آ گیا نبی

---

❶ بخاری: ٢٧٠٤۔

❷ ترمذی: ٣٧٦٨؛ مسنداحمد: ١٧/ ٣١۔

❸ ترمذی: ٣٧٦٩؛ صحیح ابن حجان: ٦٩٦٧۔

❹ بخاری: ٣٧٤٧۔

کریم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں پہنچ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آوازیں دینے لگے او بچے او بچے! لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا اس پر نبی کریم ﷺ وہاں سے واپس آ گئے اور میں بھی لوٹ آیا۔ تھوڑی دیر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی آ گئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ ان کی والدہ نے انہیں گلے میں لونگ وغیرہ کا ہار پہنانے کے لیے روک رکھا تھا وہ آتے ہی نبی کریم ﷺ کے ساتھ چمٹ گئے نبی کریم ﷺ نے بھی انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور تین مرتبہ فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے محبت کرنے والے سے محبت فرما۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جب بھی حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ [1]

(۴) دونوں سردار رسول اللہ ﷺ کے پھول ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن ابی نعم فرماتے ہیں کہ ایک عراقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھا کہ اگر کپڑے کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ فرمانے لگے دیکھو یہ مچھر کے خون کے بارے پوچھ رہا ہے اور انہی لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرزند (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا ہے، میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسن وحسین دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔ [2] جبکہ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عراق کے کسی آدمی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر محرم کسی مکھی کو مار دے تو کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اہل عراق آ کر مجھ سے مکھی مارنے کی بارے میں پوچھ رہے ہیں جبکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے نواسے کو شہید کر دیا حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ دونوں میری دنیا کے پھول ہیں۔

---

[1] بخاري: ٥٨٨٤؛ زائد الفاظ مسند احمد کے ہیں: ۱۰۸۹۱۔

[2] ترمذي: ٣٧٧٠۔

(۵) حسن و حسین علیہم السلام سے محبت درحقیقت نبی ﷺ سے محبت ہے:

زہیر بن اقمر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شہادتِ علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تقریر فرما رہے تھے کہ قبیلہ ازد کا ایک گندم گوں طویل قامت آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں بٹھایا ہوا تھا اور فرمارہے تھے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہیے کہ اس سے بھی محبت کرے اور تمام حاضر اور غائب لوگوں تک یہ پیغام دیں اور اگر نبی کریم ﷺ نے تاکید کے ساتھ یہ بات نہ فرمائی ہوتی تو میں تم سے کبھی بیان نہ کرتا۔ [1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سجدہ کرتے تو حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے جب لوگ ان کو روکنے کا ارادہ کرتے تو آپ ان کو اشارہ کرتے کہ ان کو چھوڑ دو، جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو ان کو اپنی گود میں بیٹھا لیتے اور فرمایا کرتے تھے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ ان دونوں سے محبت کرے۔ [2]

جبکہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن وحسین کا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور فرمارہے ہیں یہ میرے بیٹے ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔

(٦) نبی کریم ﷺ کی ان سے شدید محبت حتیٰ کہ منبر سے اتر کر ان کو اٹھالیا:

حسین بن واقد، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اتنے میں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما گرتے پڑتے ادھر آنکلے اس وقت وہ سرخ دھاری والا کرتہ پہنے ہوئے تھے آپ ﷺ ان کو دیکھ کر منبر سے اترے اور ان کو گود میں اٹھالیا اور پھر منبر پر تشریف لائے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے

[1] مسنداحمد: ٢٣١٠٦؛ مستدرك: ٤٨٠٦۔

[2] صحيح ابن خزيمه: ٨٨٧؛ ابن حبان: ٦٩٧٠۔

کہ تمہارے مال واولاد آزمائش ہیں میں نے ان دونوں کو دیکھا تو صبر نہ کر سکا اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔ ❶

یہ آپ کی شدید محبت ہی تو تھی کہ آپ حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ہونٹوں پر بوسے دیتے تھے معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ حسن رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں پر بوسہ دے رہے تھے اور جن ہونٹوں پر رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا ان کو کبھی آگ نہیں چھوسکتی۔ ❷

خلیفہ حسن علیہ السلام کے خاص فضائل ومناقب:

حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم قریشی، ہاشمی، رسول اللہ ﷺ کے نواسے فاطمہ علیہا السلام بنت رسول اللہ ﷺ کے لخت جگر ہیں آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کی پیدائش ماہ رمضان کے وسط میں تین ہجری کو ہوئی۔ یہ صحیح ترین قول ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔ ❸

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ (حسن رضی اللہ عنہ) دنیا میں میرا پھول ہے۔'' ❹

جس کو رسول اللہ ﷺ نے سردار کا لقب عطا فرمایا ہو اس سے بڑھ کر سردار کون ہوسکتا ہے؟ آپ سید، بردبار، متقی، فاضل، زاہد اور صالح انسان تھے آپ کے تقوی اور خوف الٰہی کا ہی ثمر ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے دنیا کو ٹھوکر ماردی اور فرمایا: اللہ

---

❶ ابو داود: ١١٠٩؛ ترمذی: ٣٧٧٤۔

❷ مسند احمد: ١٦٨٤٨۔ ❸ یہ حدیث گزر چکی ہے۔

❹ یہ حدیث گزر چکی ہے۔

کی قسم! جب سے میں نے سنا ہے کہ اگر امت محمد ﷺ کا ایک قطرہ خون بہا کر ان کا والی بنوں تو اس میں کچھ فائدہ نہیں تو میں نے اس کو ناپسند کیا ہے۔ ❶

آپ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔ ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے حسن رضی اللہ عنہ آپ سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ ❷

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہ تھا۔ ❸ ایک روایت میں ہے کہ ان کا چہرہ آپ کے مشابہ تھا۔ ❹

اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو (گود میں) بٹھا لیتے اور فرمایا کرتے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ ❺

عقبہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عصر کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے جبکہ علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا اور انہیں اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور فرمایا۔

میرا والد فدا ہو یہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ مسکرا دیے۔ ❻

ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے امت کو بہت بڑے نقصان سے محفوظ فرمایا اور بہت بڑی خونریزی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ ابن سعد نے اپنی سند سے عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حسن رضی اللہ عنہ فتنہ وفساد کو سخت ناپسند کرتے ہیں تو انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیج کر صلح کر لی اور یہ معاہدہ کیا کہ اگر حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی میں معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو ان کو خلیفہ نامزد کر دیا جائے گا۔ عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ

---

❶ الإستيعاب: ۱/ ۳۸۵۔ ❷ مسلم: ۲۳۴۳۔
❸ ابوداود: ۱۱۰۹؛ ترمذی: ۳۷۷٤۔ ❹ الإصابة: ۲/ ٦۱۔
❺ یہ حدیث گزر چکی ہے۔ ❻ بخاری: ۳۷۵۰۔

نے ان سے فرمایا: میری ایک رائے ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تو بھی میری پیروی اور موافقت کرے میں نے کہا کونسی رائے ہے؟انہوں نے فرمایا: میں نے سوچا ہے کہ میں مدینہ چلا جاؤں اور حکومت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردوں۔ کیونکہ اس (حکومت) کی وجہ سے فتنہ پھیل چکا ہے اور بہت سا خون بہہ چکا ہے اور راستے بے آباد ہو چکے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ انہوں نے یہ پیغام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں، مگر وہ ان کو مناتے رہے حتی کہ وہ راضی ہو گئے۔ ❶

جب آپ فوت ہوئے تو لاتعداد لوگ آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

یعقوب بن سفیان، ہلال بن جناب کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سرداران عراق کو قصر (محل) میں جمع کیا (یعنی قصر مدائن) اور فرمایا: تم لوگوں نے میری بیعت کی ہے کہ میں جس سے صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح کرو گے اور میں جس سے لڑوں گا تم بھی اس سے لڑو گے تو سنو! میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے تم بھی ان کی بیعت کرو اور ان کی اطاعت کرو۔ ❷

واقدی اپنی سند سے ثعلبہ بن ابی مالک سے بیان کرتے ہیں کہ میں حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے اور دفن میں شریک ہوا ان کو بقیع میں دفن کیا گیا، اس دن اتنے لوگ تھے کہ اگر سوئی پھینکی جاتی تو وہ زمین پر گرنے کی بجائے لوگوں کے سروں پر ہی رہتی۔ ❸

ان کے مناقب وفضائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ پانچویں خلیفہ راشد ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت ان کے بعد تیس (۳۰) سال تک نبوی منہج پر قائم رہے گی ان تیس

---

❶ الطبقات: ٦/ ٤٨٣۔

❷ الطبقات: ٦/ ٣٨٢؛ المعرفة والتاريخ للفسوی: ٣/ ٣١٧۔

❸ الإصابة: ٢/ ٦٥۔

سالوں کا عرصہ ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی ،علی رضی اللہ عنہم کی خلافت کے بعد چھ مہینے باقی رہتا ہے اس چھ ماہ کے دوران ہی حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے تھے اور اسی عرصہ میں انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی۔

واقدی کا کہنا ہے کہ وہ انچاس (۴۹ھ) میں فوت ہوئے جبکہ مدائنی کے نزدیک ان کی وفات بچاس ہجری میں ہوئی۔ اس کے علاوہ چوالیس (۴۴ھ) اور اٹھاون (۵۸ھ) کے اقوال بھی موجود ہیں۔ ❶

امام شہید حسین علیہ السلام کے مناقب وفضائل:

وہ حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم، قریشی ہیں، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور ان کے پھول ہیں۔

زبیر اور کئی مؤرخین کے نزدیک ان کی پیدائش چار ہجری ہے جبکہ سات کے اقوال بھی موجود ہیں مگر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد جلد ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا امید سے ہوگئیں اور ایک سال کے اندر ہی حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوگئی، حسین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنی اور روایت بھی کی ہیں۔

آپ کے بہت سے القاب ہیں: رشید، طاہر، طیب، رضی، سید، زکی، مبارک، فرمانبردار وغیرہ آپ جسم کے نچلے حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ ❷

یعلی العامری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ میرا نواسہ ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے، بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں: اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے۔ ❸

---

❶ الإصابة: ۱/ ۲۔ ❷ یہ حدیث گزر چکی ہے۔

❸ مسند احمد: ۱۷۵٦۱؛ ترمذی: ۳۷۷۵۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے پیارے میرے سینے پر چڑھو، حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر رکھ دیے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنا منہ کھولو پھر آپ نے ان کو بوسہ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ ❶

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک بازار سے واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ کہاں ہے؟ تین دفعہ، وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو آواز دے رہے تھے۔ اتنی دیر میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے ان کے گلے میں ہار تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا انہوں نے بھی جوابا اشارہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سینے کے ساتھ لگایا اور فرمایا: اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس سے محبت فرما اور جو کوئی اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سننے کے بعد مجھے حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہ تھا۔ ❷

ایک روایت میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جب بھی حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں۔ ❸

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور ان کا سر ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اپنی چھڑی سے حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں کو چھونے لگا ان کے دانت بہت خوبصورت تھے۔ تو میں نے کہا: تیرا ستیاناس ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے وہ ان ہونٹوں پر بوسے دیا کرتے تھے۔ ❹

---

❶ فضائل الصحابہ: ١٤٠٥؛ ادب المفرد: ٤٢٩؛ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے: الضعیفہ: ٣٤٨٦۔

❷ بخاری: ٥٨٨٤؛ مسلم: ٢٤٢١۔ ❸ مسند احمد: ١٠٨٩١۔

❹ فضائل الصحابة: ١٣٩٧، الكبير طبراني: ٣/ ١٢٥.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے حسین رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی زبان باہر نکالتے اور بچہ زبان کی سرخی دیکھ کر خوش ہوتا۔ یہ منظر دیکھ کر عیینہ بن حصین بن الفزاری نے کہا: میں آپ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں میرے بھی بچے ہیں مگر میں نے تو ایسا کبھی نہیں کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ ❶

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس کو یہ پسند ہو کہ وہ کسی جنتی اور بعض روایات میں ہے نوجوانانِ جنت کے سردار کو دیکھنا چاہے وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے اور یہ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ ❷

ابوالقاسم بغوی نے اپنی سند سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے آگے سے گزر رہے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا: (اے بیٹی) کیا تجھے پتہ نہیں کہ اس کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔ ❸

عیزار بن حریث سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے کہ انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو فرمایا: آج یہ اہل آسمان کے ہاں دنیا کا محبوب ترین شخص ہے۔ ❹

حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے ساتھ مدینہ میں رہائش پذیر تھے پھر ان کے ساتھ کوفہ تشریف لے گئے۔ جنگ جمل اور صفین اور خوارج کے ساتھ لڑائی میں اپنے والد گرامی کے ساتھ تھے علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ان کے ساتھ رہے۔ پھر اپنے بھائی کے ساتھ ہی مدینہ چلے گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک ان کے ساتھ رہے پھر مکہ تشریف لے گئے۔ ان کے

❶ صحیح ابن حبان: ٥٥٩٦؛ سمط النجوم: ٢/ ٨٧۔

❷ صحیح ابن حبان: ٦٩٦٦۔

❸ الکبیر: ٣/ ١١٦؛ اس کی سند منقطع ہے۔

❹ مصنف ابن ابی شیبہ: ٦/ ٢٠٠؛ المحدث الفاصل: ٣٤٨؛ ایک اور سند سے ہیثمی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

پاس اہل عراق کے خطوط آئے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی بیعت پر آمادہ تھے۔ اسی لیے آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل بن اَبی طالب کو عراق بھیجا اور ان سے بیعت لی۔ ان کے خط پر آپ کوفہ کی طرف عازم سفر ہوئے اور ان کی شہادت کا اندوہناک واقعہ وجود میں آیا۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل سنت کا مؤقف:

اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کا قتل اس امت کے لیے ایک بہت بڑی مصیبت اور ناقابل برداشت آفت تھی۔ ان کا قتل اہل کوفہ کی غداری اور خیانت کا شاخسانہ تھا۔ جب وہ اپنے پرامن وطن کو چھوڑ کر کوفہ کے قریب پہنچے تو اہل کوفہ نے ان سے کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالا۔ ان کے وطن میں ایسے جانثار موجود تھے جو ہر آن ان کی حفاظت کرتے مگر وہ ایسے علاقہ کی طرف نکل چکے تھے جہاں کے باسیوں نے ان کی حرمت اور تقدس کو پامال کر ڈالا اور ان کی کوئی قدر نہ کی، جب حسین رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے انہوں نے یہ جملہ کہا: اے حسین رضی اللہ عنہ ہمارے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ہماری تلواریں ابن زیاد کے ساتھ ہیں۔ کس قدر جھوٹی محبت تھی اور کسی قدر بہتان اور افتراء پر مبنی ان کا پیار تھا۔ ان بدبختوں نے ابن زیاد ظالم اور فاجر کا تو ساتھ دیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ کی لخت جگر سے بے وفائی کی اور ان کو قتل کر ڈالا۔ ان بدبختوں نے فقط حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اہل بیت کے ان افراد کو بھی مار ڈالا جو آپ کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قاتلوں اور ان کے معاونین پر لعنت فرمائے۔ اس عظیم سانحہ پر ہر سچا مسلمان تڑپ اٹھا تمام مسلمانوں پر غم کی سیاہ رات چھا گئی۔ اہل بیت اسلام کا عظیم ستارہ ان بدبختوں کے ہاتھوں غروب کر دیا گیا اس حادثہ پر پوری امت آہ و فغاں تھی بلکہ جنات بھی رو رہے تھے جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ میں نے جنوں کو حسین رضی اللہ عنہ کی وفات پر روتے ہوئے سنا ہے۔ میمونہ رضی اللہ عنہا

سے بھی اسی طرح کی روایت ثابت ہے۔ ❶

ام سلمہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئی ہیں۔ وہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت زندہ تھیں۔ وہ آپ کی خبر سن کر بے ہوش ہوگئیں اور بہت زیادہ غم کا اظہار کیا وہ اس کے بعد چند دن زندہ رہیں اور مالک حقیقی سے جا ملیں۔ ❷

ان کا بے ہوش ہونا اور اس قدر غمگین ہونا لازمی تھا کیونکہ انہوں نے حدیث کساء (چادر والی روایت) نقل کی ہے۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین رضی اللہ عنہ سے محبت خود ملاحظہ کی تھی۔

حسین رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن، دس محرم کو شہید ہوئے جسے یوم عاشوراء کہا جاتا ہے یہ سنہ ۶۰ھ یا ۶۱ھ یا ۵۷ کا واقعہ ہے۔ آپ کو مقام کربلاء پر شہید کیا گیا جو کہ عراق میں کوفہ کے قریب ہے اس کا ایک نام (الطف) بھی ہے۔ ان کو سنان بن انس النخعی نے شہید کیا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ مذحج قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے ایک قول کے مطابق آپ کو شمر بن ذی الجوشن نے شہید کیا۔ یہ خبیث پھلبہری کا مریض تھا۔ حمیر قبیلہ کا ایک بدبخت حولی بن یزید الأصبحی آپ کا سر کاٹ کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا۔ ❸

(ذخائر العقبی) کتاب میں ہے کہ آپ کی عمر میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۵۷ھ سال ہے "موالید اہل بیت" میں ابن الدراع نے یہی نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں آپ اپنے نانا کریم کے ساتھ ۷ سال رہے۔ اپنے باپ کے ساتھ ۳۰ سال، اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۰ سال اور ان کے بعد ۱۰ سال یہ ملا کر ۵۷ سال ہی بنتے ہیں بعض کے نزدیک آپ کی عمر ۵۴ اور بعض کے نزدیک ۵۶ سال ہے۔ ❹

---

❶ الکبیر للطبرانی: ۲۸۶۸۔ معرفۃ الصحابہ: ۱۷۹۰۔

❷ اس کا بیان ان کے فضائل میں ذکر ہوگا۔

❸ تاریخ الطبری: ٥/ ٤٥٣؛ الطبقات: ٦/ ٤٢٠۔

❹ المعجم الکبیر: ۳/ ۲۰۲۔

علی بن زید بن جدعان سے ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نیند سے گھبرا کر بیدار ہوئے اور فرمایا انـا لـلـہِ و إنا الیه راجعون اللہ کی قسم! حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے۔ ہیں ان کے ساتھی کہنے لگے اے ابن عباس رضی اللہ عنہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔

انہوں نے فرمایا: میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے ان کے ہاتھ میں خون سے بھری بوتل ہے اور فرما رہے ہیں: (اے ابن عباس) کیا تو نے نہیں دیکھا میری امت نے میرے بعد کیا کیا انہوں نے میرے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا یہ ان کا اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لے جا رہا ہوں۔ یہ دن اور وقت لکھ لیا گیا جس میں انہوں نے یہ بات کی تھی پھر خبر آئی کہ حسین رضی اللہ عنہ اسی دن اور اسی وقت شہید کیے گئے۔ [1]

سلمی بیان کرتی ہیں کہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو وہ رو رہی تھیں میں نے ان سے پوچھا کس چیز نے آپ کو رلایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ ان کا سر اور داڑھی غبار آلود ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی حالت کیسی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل (قتل ہونے کی جگہ) سے آ رہا ہوں۔ [2]

ابن سعد نے شہر بن حوشب سے روایت کی ہے کہ ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے کہ ہم نے ایک عورت کی رونے کی آواز سنی وہ ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انہوں نے یہ ظلم کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے اور پھر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی اور ہم وہاں سے

---

[1] المنامات لإبن أبی دنیا: ۱۲۹؛ اس کی سند ضعیف ہے۔

[2] ترمذی: ۳۷۷۱؛ مستدرك: ٦٧٦٤؛ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

اٹھ آئے۔ ❶

ابوحباب الکلبی اپنے بعض قریبی دوستوں سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رات کو جبانہ مقام کی طرف نکلے تو ہم نے سنا کہ بعض جنات شہادت حسین پر روتے ہوئے اشعار کہہ رہے ہیں۔

۱: یہ وہ ہے جس کے ماتھے پہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بوسے دیا کرتے تھے اور اس کے رخساروں پر آپ کا لعاب دہن ہے۔

۲: ان کے والدین قریش کے سب سے افضل افراد ہیں اور ان کے نانا سب سے افضل ترین ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم نے ان کو یوں جواب دیا۔

(۱) وہ تو ان کی طرف ایک وفد کی شکل میں آئے تھے۔ اور یہ کوفہ والے بدترین وفد ثابت ہوئے۔ (۲) انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی بیٹی کے لخت جگر کو قتل کر دیا اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں چلے گئے۔ ❷

اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی آل اولاد کو قتل کرنے والوں اور ان کا تعاون کرنے والوں پر لعنت فرمائے۔

جب حسین رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے تو انہوں نے خطبہ ارشاد فرمایا زبیر بن بکار کہتے ہیں مجھے محمد بن الحسین نے بیان کیا کہ جب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے تو وہ کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا: تم دیکھ رہے ہو جو کچھ ہو رہا ہے، دنیا بدل چکی ہے اس کی بھلائی اور نیکی ختم ہو چکی ہے۔ یہ برتن میں بچے تھوڑے سے پانی کی مانند باقی ہے۔ یہ مضر صحت چراگاہ کی مانند ہو چکی ہے کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ حق پر عمل کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں، باطل سے کوئی رکنے والا نہیں، مومن آدمی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے مجھے اپنی موت ایک گھڑی کے بعد نظر آ رہی ہے اور

---

❶ الطبقات: ٦/ ٤٥٢؛ اس کی سند میں عامر بن عبدالواحد اور شہر بن حوشب ضعیف راوی ہیں۔

❷ تاریخ دمشق: ١٤/ ٢٤٢؛ المعجم الكبير: ٢٨٦٦، ٢٨٦٧۔

ظالم لوگوں کے لیے زندگی درحقیقت شرمندگی ہے۔ [1]

انہوں نے اور بھی بہت سی باتیں کیں انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے رات عبادت، نوافل، استغفار اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہوئے گزار دی، جبکہ دشمن کے پہردار ان پر چکر لگا رہے تھے ((حسبنا الله ونعم الوكيل ، وانالِله وانا اليه راجعون))

ابوبکر الأنباری نے ذکر کیا ہے کہ زینب بنت عقیل بن أبی طالب نے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد اپنا سر خیمہ سے نکالا اور اونچی آواز کے ساتھ مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

(۱) تم اس وقت کیا جواب دو گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تم آخری امت نے میرے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

(۲) میرے بعد میری آل اولاد میرے اہل کے ساتھ جبکہ میں موجود نہ تھا تم نے ان کو قید کیا اور ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیے۔

(۳) کیا میری نصیحت اور میری محنت کا یہ پھل تم نے مجھے دیا ہے؟ تم نے میرے عزیز واقارب کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ [2]

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھا کہ آل ابی طالب کے خون سے کبھی بھی اپنے ہاتھ نہ رنگنا میں نے دیکھا جب بنی حرب نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو اللہ عزوجل نے ان سے حکومت چھین لی۔

سانحہ کی ابتداء:

حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ اتفاق ہو چکا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت حسن رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئے گی اور یوں معاملات صحیح طور پر چل رہے تھے۔ حسن

---

[1] الحلية: ۲/ ۳۹؛ ابن عساکر: ١٤ / ٢١٧۔

[2] المعجم الكبير لطبرانی: ۳/ ۱۱۸؛ تاریخ ابن عساکر: ٦٩/ ١٧٨۔

وحسین رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لاتے اور وہ بھی ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے، معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی عزت توقیر اور ان کا احترام کرتے تھے حتی کہ حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی مگر حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا کوفہ والوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں ہی وہ علم بغاوت بلند کریں اور ان کے پاس کوفہ آئیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ کوفہ کے کچھ لوگ محمد بن الحنفیہ کے پاس آئے اور ان کو اپنے ساتھ لے جانے کا مطالبہ کیا مگر انہوں نے بھی انکار کر دیا محمد بن الحنفیہ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کوفہ والوں کی طلب کا ذکر کیا مگر انہوں نے فرمایا: یہ لوگ ہم کو ختم کرنا اور ہمارے خون میں اپنے ہاتھ آلودہ کرنا چاہتے ہیں یعنی وہ جانتے تھے کہ یہ لوگ خائن اور دھوکہ باز ہیں۔ وہ مدینہ میں ہی متردد تھے کہ وہ ان کے پاس جائیں یا نہ جائیں؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی موت سے چند روز قبل یزید کو وصیت کی جس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انہوں نے کہا (علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ دیکھو وہ لوگوں کے ہاں سب سے زیادہ محبوب ہیں ان سے صلہ رحمی کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور نرم رویہ اختیار کرنا اس طرح تیرے لیے ان کا معاملہ بہترین رہے گا اور اگر ان سے کوئی چیز واقع ہو تو میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے مقابلے میں ان کا کارساز ہو جنہوں نے ان کے والد کو قتل کیا ان کے بھائی سے دھوکہ کیا اور ان کو ذلیل کیا اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے اور لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی۔

یزید نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا جو کہ اس وقت مدینہ کے والی تھے کہ لوگوں کو بلا کر ان سے بیعت لو، سرداران قریش سے پہلے بیعت لینا اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے ابتداء کرنا کیونکہ امیر المؤمنین (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے ان کے متعلق مجھ سے عہد لے رکھا ہے کہ میں ان سے نرمی اور اصلاح کا معاملہ رکھوں، ولید نے حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں رات کو ہی قاصد بھیجا اور انہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے فوت ہوجانے کی اطلاع دی اور

یزید کی بیعت کرنے کا مطالبہ کیا، ان دونوں نے کہا: ہم صبح تک انتظار کریں گے اور دیکھیں گے کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں؟ ولید نے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جبکہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ رات کو چپکے سے مکہ روانہ ہو گئے۔

اہل کوفہ کی دعوت اور مسلم بن عقیل کی روانگی:

حسین رضی اللہ عنہ مکہ میں دار عباس بن مطلب میں قیام پذیر ہوئے ان کو اہل کوفہ کے بہت سے خطوط موصول ہوئے کہ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور ابھی تک بیعت نہیں کی اور ہم والی کوفہ کی اقتداء میں جمعہ کی نماز بھی ادا نہیں کرتے لہٰذا آپ تشریف لائیں اس وقت کوفہ کا والی نعمان بن بشیر الانصاری تھا حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا کہ جو کچھ انہوں نے خطوط میں تحریر کیا ہے اگر اس میں واقعتاً سچے ہیں تو میں ان کے پاس جاؤں۔

مسلم بن عقیل مدینہ آئے اور راستہ کی رہنمائی کے لیے دو بندوں کو ساتھ لیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں کو رستے میں پیاس کی شدت نے آن پکڑا جس سے ایک آدمی فوت ہو گیا جبکہ مسلم بن عقیل اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ کوفہ پہنچ گئے وہ ایک گھر میں ٹھہرے جس کے مالک کا نام مسلم بن عوسجہ تھا جب اہل کوفہ کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ ان کی طرف امڈ آئے، ۱۲۰۰۰ بارہ ہزار بندوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ایک آدمی جو یزید کا قریبی تھا اس نے والی کوفہ نعمان بن بشیر الانصاری سے کہا تو انتہائی کمزور والی ہے یا تجھے کمزور کیا جا رہا ہے۔ اہل شہر بغاوت کر رہے ہیں۔ نعمان نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کمزور ہونا، اس کی نافرمانی میں طاقتور ہونے سے زیادہ عزیز ہے میں عزت والے پردے کو کبھی پھاڑنے والا نہیں ہوں۔ [1]

عبداللہ بن زیاد کی تعیناتی اور نعمان بن بشیر کی معزولیت:

مذکورہ آدمی نے نعمان بن بشیر الأنصاری کی یہ بات سن کر یزید کو خط لکھا اور تمام صورت

---

[1] تاریخ الطبرانی: ٥/ ٣٤٧؛ ترتیب الأھالی: ٨٦٦۔

حال سے آگاہ کر دیا یزید نے اپنے غلام سرحون کو بلایا اور کوفہ کی صورت حال کے پیش نظر مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا کوفہ کے لیے عبداللہ بن زیاد سے بڑھ کر کوئی مناسب آدمی نہیں ہے۔ ان دنوں یزید عبداللہ بن زیاد سے ناراض تھا اور اس کو بصرہ کی حاکمیت سے معزول کر چکا تھا۔ اس نے عبداللہ بن زیاد کے لیے راضی نامہ لکھوایا اور اسے بصرہ کے ساتھ ساتھ کوفہ کا بھی والی بنا دیا اور اسے لکھا کہ مسلم بن عقیل کو طلب کرے۔

عبداللہ بن زیاد پہلے بصرہ آیا اور اہل بصرہ کی موجودگی میں کوفہ روانہ ہوا اس نے اپنا منہ کپڑے سے چھپا رکھا تھا، وہ کوفہ پہنچا، وہ یہ جس مجلس کے پاس سے گزرتا تو اہل مجلس کہتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تجھ پر سلام ہو وہ اسے حسین بن علی رضی اللہ عنہما گمان کر رہے تھے یہ شاہی محل میں اترا اور اپنے غلام کو تین ہزار ۳۰۰۰ درہم دے کر کہا جاؤ اس آدمی کا پتہ لگاؤ جس کے ہاتھ پر اہل کوفہ بیعت کر رہے ہیں تم اس کے پاس جاؤ اور یہ ظاہر کرو کہ تو حمص سے آیا ہے اس کو مال بھی دینا اور اس کی بیعت بھی کرنا یہ غلام بہت اعتماد اور پیار و محبت سے مسلم بن عقیل کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ لوگوں نے اس بوڑھے کا پتہ بتا دیا جس کے پاس مسلم بن عقیل ٹھہرے تھے، اس نے ان کے سامنے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اس بوڑھے نے کہا اگر اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے تو یہ میرے لیے انتہائی مسرت کا باعث ہے اور اگر تمہارا معاملہ اس کے برعکس ہے تو میرے لیے افسوس کا مقام ہے۔ اس کے بعد وہ اسے لے کر مسلم بن عقیل کے پاس گیا۔ اس نے ان کی بیعت بھی کی اور مال بھی پیش کیا۔ یہ وہاں سے نکلا اور عبداللہ بن زیاد کو خبر کر دی۔ مسلم بن عقیل، عبداللہ بن زیاد کے آنے کے بعد ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے رہے حتی کہ ہانی بن عروہ المرادی کے ہاں ٹھہرے۔

عبداللہ بن زیاد نے اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا: ہانی بن عروہ کو کیا ہے کہ وہ میرے پاس نہیں آتا تو محمد بن اشعث سردارانِ کوفہ کے مجمع کے سامنے نکلا اور عروہ کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا لوگوں نے اس کو آواز دی اور کہا امیر کوفہ تیرا ذکر کر رہے ہیں اور تیری حاضری

میں تاخیر کا سبب دریافت کر رہے ہیں لہٰذا ان کے ہاں حاضری دو یہ ان لوگوں کے ساتھ سوار ہوا اور عبداللہ بن زیاد کے دربار میں حاضری دی۔

جب عروہ نے سلام کیا تو عبداللہ بن زیاد بولا اے ہانی! بتاؤ مسلم بن عقیل کہاں ہیں؟ اس نے کہا مجھے پتہ نہیں ہے عبداللہ بن زیاد نے اس غلام کو سامنے آنے کا حکم دیا جو مسلم بن عقیل کو درہم دے کر آیا تھا۔ جب عروہ نے اس کو دیکھا تو عبداللہ بن زیاد کے پاؤں میں گر گیا اور کہا اے امیر! اللہ کی قسم میں نے ان کو نہیں بلایا بلکہ وہ خود میرے گھر آ کر ٹھہرے ہیں۔ اس نے کہا جاؤ انہیں میرے پاس لاؤ مگر ہانی نے کوئی حرکت نہ کی، عبداللہ بن زیاد نے کہا اسے میرے قریب لاؤ لوگوں نے قریب کر دیا عبداللہ بن زیاد نے ان کو مارنا شروع کیا اور پھر قید کر دیا۔ جب لوگوں کو اس بات کا پتہ چلا تو محل کے دروازے پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ عبداللہ بن زیاد نے اپنے ایک درباری سے کہا: انہیں بتاؤ کہ اس کو ہم نے فقط مسلم بن عقیل کا پتہ پوچھنے کے لیے قید کیا ہے۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب یہ بات لوگوں نے سنی تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ [1]

خیانت عہد کی ابتداء:

مسلم بن عقیل نے اس صورت حال کے پیش نظر لوگوں کو جمع ہونے کا کہا تو ان کے ارد گرد چالیس ہزار لوگ جمع ہو گئے عبداللہ بن زیاد نے سردارانِ کوفہ کو اپنے محل میں بلایا اور ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے قبیلہ والوں کو سمجھائے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے قبیلہ والوں کو مسلسل سمجھایا وہ ان کو واپس جانے کا کہتے رہے۔ لوگ اس صورت حال کے پیش نظر ایک ایک کر کے کھسکتے رہے۔ حتی کہ مسلم بن عقیل کے ساتھ چند لوگ باقی رہ گئے جب رات کا اندھیرا چھایا تو ان کے ساتھ ایک آدمی بھی باقی نہ بچا۔ حسبنا الله علیهم!

---

[1] یہ ابوجعفر کا بیان ہے۔

مسلم بن عقیل علیہ السلام کا قتل:

جب مسلم بن عقیل اکیلے رہ گئے تو کوفہ کی گلیوں میں متردد ہو کر پھرنے لگے وہ ایک عورت کے دروازے پر آئے اور کہا مجھے پانی پلایئے اس عورت نے پانی پلایا پانی پینے کے بعد وہ کھڑے رہے تو اس عورت نے پوچھا اللہ کے بندے کیوں پریشان ہو؟ انہوں نے فرمایا: میں مسلم بن عقیل ہوں، کیا میں آپ کے پاس رات ٹھہر سکتا ہوں؟ اس نے کا ہاں آجایئے وہ گھر میں داخل ہوگئے اس عورت کا ایک بیٹا محمد بن اشعث کا غلام تھا جس نے اسی وقت جا کر اسے بتا دیا۔ مسلم بن عقیل اچانک گھبرا کر نکلے تو دیکھا کہ گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو لڑنے کے لیے تلوار نکال لی محمد بن اشعت نے ان کو پناہ دی جس کی بناء پر انہوں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا وہ ان کو لے کر عبداللہ بن زیاد کے پاس آیا اس کے حکم سے ان کو شاہی محل میں لا کر قتل کر دیا گیا ان کے بعد ہانی بن عروہ کو قتل کیا گیا۔ ایک شاعر نے کہا:

اگر تجھے موت سے تعارف نہ ہو تو دیکھ
کہ ہانی اور مسلم بن عقیل کو کیسے موت کے گھاٹ اتارا گیا

حسین علیہ السلام کا کوفہ کی طرف خروج اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقف:

حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا عزم کر لیا تھا انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روک رکھا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کوفہ جائیں وہ ان کو منع کرنے کے ساتھ ساتھ رو رہے تھے ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر تھیں کیونکہ وہ اہل کوفہ کی خیانت اور دھوکہ دہی سے خوب واقف تھے۔ اے قاری! تجھے غور کرنا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہل بیت سے محبت کس قدر زیادہ ہے اور وہ کس قدر ان کا حق پہچانتے ہیں۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے ابوعبداللہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں اور میں آپ پر شفقت کرنے والا ہوں میں نے سنا ہے کہ کوفہ والوں

نے آپ کو خط لکھ کر بلایا ہے براہ کرم کوفہ مت جایئے۔ میں نے آپ کے والد گرامی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں کوفہ والوں سے تنگ ہوں اور ان کو ناپسند کرتا ہوں اور کوفہ والے مجھ سے تنگ ہیں اور مجھ کو ناپسند کرتے ہیں میں نے ان میں وفاداری کا نام ونشان نہیں دیکھا ہے نقصان کے علاوہ ان سے کوئی امید نہیں ہے یہ لوگ ثابت قدم نہیں ہیں، یہ لوگ عزم کے پکے نہیں اور تلوار کے مقابلہ میں ان میں صبر نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حسین علیہ السلام سے عرض کیا: کوفہ نہ جایئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دنیا اور آخرت میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے آخرت کو منتخب فرمایا، آپ ان کے لخت جگر ہیں دنیا کی فکر چھوڑیں مگر جب وہ نہ مانے تو ان کو گلے سے لگایا اور روتے ہوئے الوداع کہا اسی لیے ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حسین رضی اللہ عنہ نے ہم پر غالب آ کر (کوفہ کی طرف) خروج کیا۔ [1]

ابن عباس علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: عراق اور اپنے شیعہ کے پاس جانے کا انہوں نے کہا: مجھے تو یہ بات انتہائی ناپسند ہے کہ آپ ان لوگوں کے پاس جائیں جنہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو زخمی کر دیا حتی کہ وہ ان سے ناراض ہو کر آ گئے۔ میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں کہ اپنے آپ کو دھوکہ میں مت ڈالیے۔ [2]

ابو واقد لیثی کہتے ہیں: مجھے جب حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی خبر ملی تو میں انہیں ایک مقام پر ملا اور ان کو اللہ کی قسم دے کر کہا کہ وہ کوفہ نہ جائیں وہ غیر مناسب وقت میں خروج کر رہے ہیں یہ تو اپنے آپ کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے چچازاد بھائی! میں صلہ رحمی کی بنا پر کہنا چاہتا ہوں مگر مجھے علم نہیں کہ آپ کے ہاں میری

[1] الطبقات: ٦/ ٤٢٥؛ (الخانجی) [2] حوالہ سابقہ۔

نصیحت کی کیا اہمیت ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے ابوبکر تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو اپنی ولایت میں خیانت کرنے والے ہیں کہو جو کہنا ہے۔ انہوں نے کہا: آپ کو پتہ ہے کہ اہل عراق نے آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اب آپ ان کی طرف جانا چاہتے ہیں وہ لوگ دنیا دار ہیں ان میں سے جو بھی آپ سے نصرت اور تعاون کا وعدہ کرے گا وہ آپ سے ہی لڑے گا اور آپ کو ہی رسوا کرے گا اور آپ کے مقابلے میں اس کا تعاون کرے گا جس کی نسبت آپ اس کو زیادہ عزیز ہوں گے۔ اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یاد کیجیے۔ انہوں نے جواب دیا اے چچازاد بھائی! آپ نے جو نصیحت کی اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے اپنی رائے اور سوچ سے اچھی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ جس کام کا فیصلہ کرتا ہے وہ ہوکر رہتا ہے۔ ابوبکر کہنے لگے۔ إنــا لــلــهِ ، اے ابوعبداللہ! اللہ کے ہاں ہم آپ کے لیے ثواب کی امید رکھیں گے۔ [1]

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے ان کی طرف خط بھیجا اور کوفہ والوں کے مکر وفریب سے ڈرایا اور ان کو اللہ کی قسم دے کر کوفہ جانے سے روکا تو حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو جواباً لکھا، میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے میں اس پر ضرور عمل کروں گا اور جب تک میں اس کو سرانجام دینے کے قریب نہیں پہنچ جاتا کسی کو اس کے متعلق نہ بتاؤں گا۔ [2]

یزید بن معاویہ نے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ خروج کر کے مکہ پہنچ گئے ہیں اور شاید ان کے پاس مشرق کے کچھ لوگ حاضر ہوئے ہیں جو ان کو خلافت کی تمنا دلا رہے ہیں۔ آپ ان کے متعلق تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں اگر یہ بات سچ ہے تو انہوں نے قرابت داری کو ختم کر ڈالا ہے، آپ اہل بیت کے بہت عظیم فرد اور ان کے منظور نظر ہیں۔ آپ ان کو تفرقہ پیدا کرنے سے باز رکھیں اور کچھ اشعار لکھ کر ان اور مکہ و مدینہ میں

[1] حواله سابقه: ٦/ ٤٢٦۔ [2] حواله سابقه: ٦/ ١٢٦۔

موجود ہر قریشی کے پاس بھیجے جن کا مفہوم کچھ یوں ہے۔ [1]

اے سوار! جو عمدہ سواری پر سوار ہو کر محو سفر ہو۔ تمام قریشیوں کو یہ خبر دو کہ میرے اور حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتہ داری ہے۔ ان کے اور ہمارے درمیان ایک معاہدہ ہے جس کو پورا نہ کرنا قابل مذمت ہے۔ تم قوم میں قابل عزت ہو اور تمہاری والدہ ماجدہ پاک دامن اور کرم والی تھیں، وہ اس قدر فضیلت والی تھی کہ کوئی عورت ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں یہ بات ہر کوئی جانتا ہے۔ ان کے فضل و مقام کے تم بھی قائل ہو اور تمہارے علاوہ پوری امت کو ان کی فضیلت کا اعتراف ہے۔ جس بات کی طرف تم لپک رہے ہو اس کا انجام قتل کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اے قوم کے لوگو! جب جنگ کی آگ بجھ چکی ہے تو اس کو دوبارہ ہوا نہ دو تم لوگ سلامتی اور مضبوطی کو تھامے رکھو، پہلے لوگوں کو جنگ نے غارت کر دیا، کئی قومیں جنگ کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ اپنی قوم کے ساتھ انصاف کرو اور ہلاکت کا دروازہ نہ کھٹکھٹاؤ کتنے لوگ ہیں جن کے قدم ڈگمگا گئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ''جواباً لکھا میں امید کرتا ہوں کہ حسین رضی اللہ عنہ کا خروج کسی ایسی غرض سے نہ ہوگا جو تجھ کو ناپسند ہو۔ میں ان کو ہر اس کام کی نصیحت کرتا رہوں گا جس سے اللہ تعالیٰ باہمی محبت پیدا کر دے اور اختلاف ختم کر دے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات گئے تک بات کرتے رہے، فرمایا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ ایسا نہ کریں کہ کل آپ بے سروسامانی کے عالم میں اپنے کو ضائع کر دیں براہ کرم عراق مت جائیں۔ اگر آپ ہر حال میں جانا ہی چاہتے ہیں تو حج مکمل ہونے کا انتظار کریں۔ پھر لوگوں سے ملیں اور ان کا ردعمل دیکھیں اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں انہوں نے یہ بات دس ذوالحجہ سنہ ٦٠ ھ میں کہی مگر حسین رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور عراق جانے کا ارادہ ترک نہ کیا۔

---

[1] حوالہ سابقہ: ٦/ ١٢٦۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میرا گمان ہے کہ آپ عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل کر دیے جائیں گے جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل کر دیا گیا۔ اللہ کی قسم! مجھے خطرہ ہے آپ کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ والا معاملہ دہرایا جائے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بات سن کر حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ ضعیف العمر ہو چکے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے عیب لگنے کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنا ہاتھ آپ کے سر پر مار کر اپنی قوت دکھاتا اور آپ کو روک لیتا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں فلاں جگہ پر قتل کر دیا جاؤں تو وہ اس سے بہتر ہے کہ میری وجہ سے کعبہ کی حرمت کو پامال کیا جائے یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ [1]

مسلم بن عقیل علیہ السلام کے قتل کی خبر موصول ہونا

حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل علیہ السلام کے قتل اور اہل کوفہ کی غداری کی خبر اس وقت موصول ہوئی جب وہ مقام قادسیہ سے فقط تین میل کے فاصلے پر تھے ان سے حر بن یزید تمیمی نے ملاقات کی اور عرض کیا کہ آپ واپس چلے جائیں کیونکہ میں اپنے پیچھے کوئی خیر کی خبر چھوڑ کر نہیں آیا اور ان کو قتل مسلم کے متعلق بتایا حسین رضی اللہ عنہ واپسی کا ارادہ کیا مگر مسلم بن عقیل کے بھائی جو کہ آپ کے ساتھ تھے کہنے لگے ہم واپس نہیں جائیں گے یا تو بدلہ لیں گے یا خود بھی قتل ہو جائیں گے لہٰذا وہ چلتے رہے۔ عبداللہ بن زیاد نے ایک چھوٹا سا لشکر ان کے مقابلہ کے لیے تیار کیا جو پچاس گھڑ سواروں اور سو پیادوں پر مشتمل تھا۔ مقام کربلاء پر آمنا سامنا ہوا اس لشکر کی ذمہ داری عمر بن سعد کے سپرد تھی اسے عبداللہ بن زیاد نے ان کا امیر مقرر کیا اور کامیابی کی صورت میں اسے اپنا جانشین بنانے کا وعدہ کیا۔ عمر بن سعد سے حسین علیہ السلام نے فرمایا: تین باتوں میں سے کسی ایک کی اجازت مجھے دے دو۔

(۱)...... میں کسی اور ملک میں چلا جاتا ہوں۔

---

[1] طبقات ابن سعد: ٦/ ٤٢٧۔ الخانجی، تاریخ ابن عساکر: ١٤/ ٢١٠ .

(۲)...... میں مدینہ واپس چلا جاتا ہوں۔

(۳)...... میری ملاقات یزید سے کرادو۔

یہ مطالبات معقول اور عمل کے لحاظ سے آسان تھے مگر جب عبداللہ بن زیاد کو پتہ چلا تو اس نے سرکشی اور تکبر سے کام لیتے ہوئے انکار کر دیا اور ظلم کا رستہ اپنایا۔

حسین علیہ السلام کی شہادت:

عمر بن سعد نے ان تینوں باتوں سے اتفاق کیا اور یہ تینوں مطالبات لکھ کر عبداللہ بن زیاد کے پاس بھیجے کہ حسین رضی اللہ عنہ کو ان تین باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دے دیا جائے۔

(۱)...... وہ کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔

(۲)...... ان کو واپس مدینہ میں جانے دیا جائے۔

(۳)...... یزید سے ملاقات کروائی جائے۔

مگر عبداللہ بن زیاد نے لکھا مجھے ایسا کوئی مطالبہ قابل قبول نہیں فقط ایک ہی شکل ہے کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیں (بیعت کریں) یہ اس بد بخت کا ظلم اور تکبر تھا جس کی وجہ سے اس بڑے سانحہ نے جنم لیا حسین رضی اللہ عنہ نے اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔لڑائی ہوئی اور حسین علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت شہید کر دیے گئے۔ یہ اہل بیت کے سترہ افراد تھے۔ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن افراد کو میدان کربلا میں ظلم و جبر کے تحت شہید کیا گیا وہ درج ذیل ہیں:

(۱) حسین علیہ السلام — (۲) علی اکبر (بیٹا)

(۳) عبداللہ بن حسن (بھتیجا) — (۴) قاسم بن حسن (بھتیجا)

(۵) ابوبکر بن حسن (بھتیجا) — (۶) عباس بن علی رضی اللہ عنہ (بھائی)

(۷) عبداللہ بن علی (بھائی) — (۸) جعفر بن علی (بھائی)

(۹) عثمان بن علی (بھائی) — (۱۰) ابوبکر بن علی (بھائی)

(۱۱) محمد بن علی (بھائی) (محمد اصغر)

(۱۲) جعفر بن ابی طالب کی اولاد اس سے محمد بن عبداللہ بن جعفر

(۱۳) عون بن عبداللہ

(۱۴) عقیل کی اولاد میں سے عبداللہ بن عقیل جبکہ مسلم بن عقیل کوفہ میں شہید کیے گئے۔

(۱۵) عبدالرحمان بن عقیل (۱۶) جعفر بن عقیل

(۱۷) عبداللہ بن مسلم بن عقیل

حسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر عبداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا۔ اس نے آپ کا سر اور اہل بیت کے بقیہ افراد کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ بقیہ افراد میں علی بن حسین علیہ السلام اور ان کی پھوپھی زینب علیہا السلام تھیں۔ علی بن حسین اس وقت بیمار تھے یزید نے ان کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ ٹھہرایا اور پھر مدینہ روانہ کر دیا۔ ❶

ابراہیم نخعی سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ اگر میں حسین علیہ السلام کو شہید کرنے والوں میں شامل ہوتا اور پھر بھی میں جنت داخل ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنے میں شرم محسوس کرتا۔ ❷ حماد بن سلمہ نے عمار بن یاسر کے واسطہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور یہ دوپہر کا وقت تھا کہ ان پر گردوغبار کے اثرات ہیں جبکہ آپ کے بال بھی پراگندہ ہیں اور ان کے ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی بوتل ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے میں اسی دن سے اسے اکٹھا کیے ہوئے ہوں۔ یہ خواب اسی دن آیا جس دن حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ ❸

---

❶ تاریخ الطبری: ٥/ ٤٠٠٠؛ طبقات: ٦/ ٤٣٥۔

❷ المعجم الکبیر: ٢٨٢٩؛ الإصابة: ٢/ ٧١۔

❸ فضائل الصحابة: ١٣٨٠؛ مسند احمد: ١/ ٣٤٣؛ الکبیر للطبرانی: ٣/ ١١٠ .

عمار ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: میں نے جنوں کو حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت پر روتے دیکھا ہے۔ [1]

زبیر بن بکار کہتے ہیں: حسین رضی اللہ عنہ ۱۰ محرم ٦١ ھ کو شہید کیے گئے۔ جمہور کا قول بھی یہی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: بہت سے مؤرخین اس بات کو نقل کرنے والے ہیں کہ یزید نے حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی اسے ان کو قتل کرانے سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا تھا بلکہ وہ ان کی عزت وتکریم کرتا تھا جیسا کہ اس کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا لیکن وہ یہ ضرور چاہتا تھا کہ آپ خلافت کے مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں اور اس کے خلاف ہرگز خروج نہ کریں جب حسین رضی اللہ عنہ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اہل عراق ان کے ساتھ دھوکہ کر چکے ہیں اور ان کو رسوا کرنے سے گریز نہیں کریں گے بلکہ ان کو پکڑ کر حکومتی کارندوں کے حوالے کر دیں گے تو انہوں نے تین مطالبے ان کے سامنے رکھے،، وہ یزید سے ملاقات کرادیں، ان کو کسی اور ملک میں جانے دیں یا مدینہ واپس جانے دیں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور ان کی گرفتاری کے درپے ہو گئے، ان سے لڑائی کی حتی کہ انہیں مظلومانہ انداز سے شہید کر دیا جب ان کے قتل کی خبر یزید اور اس کے اہل تک پہنچی تو انہوں نے اس کو بہت برا تصور کیا اور ان کے قتل پر آنسو بہائے۔ یزید نے کہا: اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ (عبداللہ بن زیاد) پر لعنت فرمائے اور کہا اللہ کی قسم! اگر اس کے اور حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی قرابت داری ہوتی تو وہ کبھی بھی ان کو قتل نہ کرتا اور کہا میں قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بغیر اہل عراق کی اطاعت پر خوش تھا۔ پھر اس نے حسین رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے لیے سامان سفر تیار کروایا اور ان کو مدینہ روانہ کر دیا مگر اس کے باوجود نہ ہی تو اس نے حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو بدلہ دلایا اور نہ ہی ان کے قاتل کو قتل کیا اور نہ ہی ان پر زیادتی کرنے والوں کو گرفتار کیا۔

---

[1] یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

البتہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس نے عورتوں کو لونڈیاں بنالیا، بچوں کو قید کر لیا اور انہیں بے عزت کرنے کے لیے مختلف شہروں میں گھماتا رہا، ان کو بغیر دوپٹہ یا اوڑھنی کے اونٹ پر سوار کیا تو یہ بہت بڑا جھوٹ اور بہتان ہے اس نے کسی ایک مسلمان کو غلام نہیں بنایا چہ جائیکہ ہاشمی خواتین کو لونڈیاں بناتا: (الحمدللہ) امت محمد ﷺ نے کبھی بھی ہاشمی افراد کو غلام بنانے کو جائز نہیں سمجھا ہے مگر خواہش پرست اور فتنہ باز لوگ جھوٹ اور بہتان باندھتے رہتے ہیں۔ [1]

وہ مزید فرماتے ہیں: یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ کی شہادت سے بہت سی بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوئی ہیں تو اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ کی شہادت بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے اور ان کو شہید کرنے والا۔ اس پر راضی ہونے والا اور اس میں تعاون کرنے والا یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں عذاب کے مستحق ہیں مگر ان کی شہادت دیگر شہادتوں کی طرح ہی ہے۔ ان کا قتل سابقہ انبیاء اور ان سے افضل ترین لوگوں کی قتل سے بڑا سانحہ نہیں ہے۔ جیسا کہ کچھ لوگ مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں شہید ہوئے احد میں شہادتیں ہوئی ہیں، بئر معونہ پر ہونے والی شہادیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت، علی رضی اللہ عنہ کی شہادت وغیرہ جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کے والد گرامی علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا وہ ان کے متعلق کفر اور مرتد ہو جانے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ ان کا قتل حسین رضی اللہ عنہ سے بڑا سانحہ ہے کیونکہ ان کو قتل کرنے والے ان کے کفر اور ارتداد کا عقیدہ نہ رکھتے تھے بلکہ ان میں سے اکثر نے آپ کے قتل کو ناپسند کیا اور اسے بہت بڑا گناہ خیال کیا مگر ذاتی اغراض کے لیے انہوں نے آپ کو شہید کر دیا جیسا کہ بعض لوگ بعض کو حکومت کی خاطر قتل کر دیتے ہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی شہادت کے متعلق بہت سی جھوٹی باتیں مشہور کر دی گئی ہیں جیسا کہ آسمان سے خون کی بارش ہونا۔ آج تک کسی کے قتل پر ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا ہے۔ اور اسی طرح آسمانی افق پر سرخی کا پھیل جانا جبکہ یہ سرخی اس سے پہلے ظاہر ہوتی

[1] منهاج السنة النبوية: ٤/ ٥٥٧۔ ٥٥٨۔

تھی اس طرح کے کئی جھوٹ مشہور ہیں۔ افق آسمان پر سرخی آج بھی ظاہر ہوتی ہے یہ ایک طبعی سبب کی بناء پر ہوتا ہے جس کا تعلق سورج سے ہے۔ [1]

ابن خلدون کہتے ہیں: جب یزید کے فسق وفجور کا چرچا ہوا تو اہل بیت سے محبت کے دعویدار شیعہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر کوفہ آنے کی دعوت دی اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کا مشورہ دیا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ یزید کے فسق وفجور کے پیش نظر اس پر خروج متعین (لازمی) ہے خصوصاً جس کے پاس خروج کی طاقت اور اہلیت ہو۔ انہوں نے اپنے متعلق اندازہ کیا کہ ان کے پاس اہلیت بھی ہے جہاں تک اہلیت کا تعلق ہے تو وہ ان میں ضرورت سے بھی زیادہ موجود تھی البتہ طاقت کے متعلق ان کا اندازہ صحیح نہ تھا کیونکہ قریشیوں میں قبیلہ مضر کا تعصب موجود تھا اور عبدمناف کا تعصب بنی اُمیہ میں تھا اس بات کا اندازہ قریش اور دیگر کئی لوگوں کو بھی تھا اور وہ اس بات کا ہرگز انکار نہ کرتے تھے فقط یہ ہوا تھا کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں نے اسے بھلا دیا تھا کیونکہ معجزات، نزول وحی فرشتوں کے ذریعے کئی بار مسلمانوں کی نصرت نے ان کو خاندانی تعصب سے مشغول کر دیا اور وہ اس کو کچھ دیر کے لیے بھول گئے جاہلیت کی عصبیت دب کے رہ گئی اور لوگوں نے اسے فراموش کر دیا جبکہ طبعی عصبیت باقی رہی جو حمایت اور دفاع پر مبنی تھی جس کی بناء پر اقامت دین، مشرکین سے جہاد اور نصرتِ اسلام و مسلمین کا کام لیا گیا مگر جب نبوت کا سایہ سروں سے ہٹ گیا، معجزات ختم ہوگئے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو یہ عصبیت پوری قوت کے ساتھ لوٹ آئی، قبیلہ مضر بنی اُمیہ کا حمایتی بن کر ابھرا جیسا کہ پہلے تھا۔ اس صورت حال میں یہ اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں کہ حسین علیہ السلام نے طاقت کے متعلق جو اندازہ کیا وہ درست ثابت نہ ہوا مگر شرعی لحاظ سے اس میں قطعاً کوئی غلطی نہ تھی۔ اسی لیے تو ابن عباس، ابن زبیر، ابن عمر اور حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد بن الحنفیہ ان کو کوفہ جانے سے بار بار روکتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اس

[1] منهاج السنة النبوية: ٤/ ٥٥٩ـ ٥٦٠ـ

معاملہ میں صحیح اندازہ نہیں لگا رہے ہیں۔ مگر انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل نہ کیا اور ایسے ہی اللہ کا حکم واقع ہونے والا تھا۔

باقی صحابہ کرام جو حجاز میں تھے یا یزید کے ساتھ شام اور عراق میں تھے اسی طرح تابعین بھی موجود تھے تو ان کا خیال یہ تھا کہ یزید اگرچہ فاسق انسان ہے مگر اس کے خلاف خروج جائز نہیں کیونکہ خروج سے قتل وغارت اور شدید خون ریزی کا خطرہ ہے۔ انہوں نے اسی فکر پر اکتفاء کیا۔ انہوں نے نہ ہی تو حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے چلنے کی کوشش کی، نہ ہی ان کے اس فعل پر کوئی انکار کیا اور نہ ہی ان کو گناہ گار تصور کیا کیونکہ وہ اجتہاد کرنے والے تھے اور یہی مجتہدین کا طرز عمل ہے۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دے کر گناہ کا کام کیا ہے اور ان کی نصرت نہ کر کے بہت بڑا جرم کیا ہے تو یہ دعویٰ اس لیے باطل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اسی بات کی قائل تھی کہ یزید کے خلاف خروج صحیح نہیں جبکہ وہ تمام حسین رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کے قائل تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلاء میں مخالفین سے فرماتے رہے کہ میری فضیلت اور مقام و مرتبہ ابوسعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعید اور زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھ لو۔

خود حسین رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے اس فعل پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی سوچ اجتہاد پر مبنی ہے اور جو وہ خود کر رہے ہیں اس کی بنیاد بھی اجتہاد پر ہے۔ جیسا کہ فقہاء نبیذ پینے والے کو حد لگانے کے متعلق اجتہاد کرتے ہیں۔ [1]

میں کہتا ہوں شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں جن میں سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط کی بہت زیادہ آمیزش کی گئی ہے بہرحال جو کچھ میں نے ذکر کر دیا ہے امید ہے کہ سمجھنے کے لیے کافی ہے اگر اس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو میں کبھی ذکر نہ کرتا مگر جو کچھ شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ذکر کرتے ہیں وہ جھوٹ اور افتراء کے سوا کچھ نہیں ہے

[1] مقدمه ابن خلدون: ٢٦٩۔ ٢٧١۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

امام ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں غزالی وغیرہ نے کہا کہ واعظ اور خطیب پر شہادت حسین کی روایات و حکایات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے اختلافات بیان کرنا حرام ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض، عداوت اور ان پر طعن و تشنیع کا سبب ہے وہ دین کے مینار ہیں۔ آئمہ محدثین نے ان سے دین سیکھا ہے اور ہم نے آئمہ ومحدثین سے سیکھا ہے لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض اور طعن و تشنیع درحقیقت دین اسلام پر اعتراض اور طعن ہے۔

ابن الصلاح فرماتے ہیں: تمام کے تمام صحابہ کرام عدول (ثقہ وقابل اعتماد) ہیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ان کی جلالت، عظمت اور ان کے عدول ہونے پر گواہ ہیں۔ ان کے متعلق تفصیل بیان کرنے کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ ابن صلاح کا یہ دعویٰ کہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات، حکایات بیان کرنا حرام ہے تو اس کتاب میں میری ذکر کردہ روایات اس کے منافی نہیں ہیں کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حق کا بیان ہے جس پر یقین اور اعتقاد رکھنا ان کی عظمت وجلالت کے پیش نظر واجب ہے اور ان کو ان نقائص سے بری الذمہ ثابت کرنا ضروری ہے جو عام خطیب اور واعظ حضرات بیان کرتے رہتے ہیں، وہ جھوٹی اور من گھڑت روایات ذکر کرتے ہیں وہ کبھی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں، کوششوں کا ذکر نہیں کرتے اور حق بیان کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ وہ عام لوگوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بغض میں واقع کرنے کا سبب بن رہے ہیں اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اس کے برعکس ہے کیونکہ یہ تو ان کی عظمت منزلت کا بیان ہے۔ [1]

---

[1] الصواعق المحرقة: ٢/ ٦٤٠۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکباز بیٹیاں

ہم اہل بیت علیہم السلام میں سے چادر والوں کے فضائل ومناقب بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکباز بیٹیوں کا تذکرہ کریں گے کیونکہ وہ دیگر لوگوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین ہیں اور وہ آپ کی اولاد اور آپ کی نسل میں سے ہیں۔ ہم ان کے چند فضائل ومناقب کا تذکرہ کریں گے۔

① فاطمہ الزہراء علیہا السلام:

ان کے حالات اور فضائل ومناقب پہلے ذکر ہو چکے ہیں۔ اصحاب الکساء (چادر والوں) میں ان کا شمار ہے۔

② زینب علیہا السلام:

زینب بنت سید البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمیہ قریشیہ، ان پر اور ان کے والد گرامی پر درود سلام نازل ہوں، ان کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی خدیجہ بنت خویلد علیہا السلام ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں جب زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تیس (۳۰) سال تھی۔ [1] جب آپ زینب علیہا السلام کے باپ بنے تو آپ نے انتہائی فرحت ومسرت کا اظہار کیا اور آپ ان سے شدید محبت کرتے تھے۔ [2]

---

[1] المستدرك للحاكم: ٤/ ٤٢۔

[2] الإصابه فی تمییز الصحابة: ٨/ ١٥١؛ حالات زندگی نمبر (۱۲۲۳)۔

اہل مکہ خصوصاً حسب ونسب کے لحاظ سے بہترین لوگوں کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو عربی زبان وادب اور اصل عربی لہجہ سکھلانے کے لیے دیہی علاقوں میں دودھ پلانے والی عورتوں کے سپرد کرتے تھے یہ بچہ دو سال تک دیہی علاقہ میں رہتا اس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ بچہ دیہی علاقہ اور صحراء کی سختی سے واقف ہو جائے اور شہر کی پرتعیش اور سہولتوں والی زندگی سے دور رہے۔ دوسال کے بعد بچہ والدین کے سپرد کر دیا جاتا۔

زینب رضی اللہ عنہا کو بھی دودھ پلانے کی غرض سے ایک عورت کے سپرد کیا گیا آپ دوسال تک ان کے پاس رہیں پھر اپنے والد گرامی کے پاس آئیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے زیر اثر پروان چڑھیں، انہوں نے اپنے والد گرامی سے ادب، اخلاق اور فضائل سیکھے اور بہترین تربیت پائی یہ نبوت سے پہلے کی بات ہے۔ زینب علیہا السلام کا نکاح ان کے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی القریشی سے ہوا ان سے ایک بیٹی امامۃ پیدا ہوئیں جن کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کیا اور ایک بیٹا علی بن العاص پیدا ہوا جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فتح مکہ کے موقع پر اپنے پیچھے سوار کیا ہوا تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو زینب رضی اللہ عنہا نے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا اور اسلام کو ہی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا مگر ان کے شوہر ابوالعاص نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا جب اللہ تعالیٰ نے ہجرت کی اجازت دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی زینب رضی اللہ عنہا مکہ میں ہی اپنے شوہر ابوالعاص کے ساتھ غزوہ بدر کے بعد تک ٹھہری رہیں ان کے شوہر ابوالعاص بدر کی جنگ میں مشرکین مکہ کی طرف سے شریک ہوئے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے زینب رضی اللہ عنہا کیونکہ ایک نیک، صالح اور باوفا بیوی تھیں نے اپنے شوہر کو مسلمانوں کی قید سے آزاد کرانے کی کوشش کی انہوں نے ان کو آزاد کرانے کے لیے ایک ہار بھیجا جو ان کی والدہ محترمہ نے ان کو ان کی شادی کے موقع پر بطور تحفہ دیا تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجے تو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی) حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں مال بھیجا جس میں ان کا ایک ہار بھی تھا جو ان کو اپنی والدہ حضرت خدیجہ کی طرف سے ہدیہ کیا گیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید رقت طاری ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: اگر مناسب سمجھو تو زینب کی دلجوئی کی خاطر اس کے قیدی کو آزاد کر دو اور جو مال اس کا ہے وہ اسی کو لوٹا دو۔ صحابہ کرام نے اتفاق کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کو چھوڑتے وقت عہد لیا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے پاس آنے سے نہیں روکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کو زینب رضی اللہ عنہا کو لانے کے لیے مکہ روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جب تک زینب رضی اللہ عنہا تمہارے پاس نہ پہنچ جائیں تم بطن یاجج میں ٹھہرے رہنا اور جب وہ آ جائیں تو ان کے ساتھ رہنا اور ان کو لے کر یہاں آنا۔

جب ابوالعاص واپس مکہ آیا تو زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے مدینہ ہجرت کی اجازت چاہی تو اس نے اجازت دے دی جیسا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا، وہ اپنے والد گرامی کے پاس مدینہ آ گئیں، کچھ عرصہ ابوالعاص حالت کفر میں رہا اور اسلام قبول نہ کیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس مدینہ آیا اور اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے نکاح میں ہی واپس لوٹا دیا۔

ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے مدینہ جانے کی اجازت چاہی تو اس نے اجازت دے دی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لا چکے تھے۔ وہ اپنے والد گرامی کے پاس مدینہ آ گئیں۔ ایک دن ابوالعاص بھی مدینہ آیا اور زینب رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے لیے اپنے باپ سے امان طلب کرو انہوں نے حجرہ سے اپنا سر باہر نکالا جبکہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور

فرمایا: اے لوگو! میں زینب بنت رسول اللہ ﷺ بات کر رہی ہوں۔ میں نے ابوالعاص کو امان دے دی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: مجھے ابوالعاص کے آنے کا علم نہیں، ابھی سنا ہے اور مسلمانوں کے ادنیٰ شخص کے ذریعے بھی امان دی جاتی ہے۔ ❶

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کر لیا جبکہ ان کے شوہر ابوالعاص ابھی مشرک ہی تھے۔ بعد میں وہ بھی ایمان لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا پہلا نکاح برقرار رکھا۔ جبکہ ایک روایت میں ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو ابوالعاص کے ہاں پہلے نکاح کی بنا پر لوٹا دیا اور نکاح نہیں پڑھایا۔ ❷

زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی دنیا سے رخصت ہوگئیں ان کا انتقال ۸ ھ میں ہوا، ان کی موت کا سبب یہ ہے کہ وہ جب مکہ سے اپنے والد گرامی رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کے لیے روانہ ہوئیں تو ہبار بن اسود اور اس کے کسی ساتھی نے ان کو سواری سے دھکا دے کر ایک سخت چٹان پر گرا دیا جس سے وہ زخمی ہوگئیں، اور ان کا بہت سا خون بہہ گیا۔ وہ اسی زخم کی تکلیف میں مبتلا رہیں حتی کہ ۸ ھ کو دنیا سے کوچ کر گئیں۔ ❸

صالحی الشامی کہتے ہیں طبرانی نے ایک مرسل روایت صحیح سند کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ ایک آدمی زینب رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ رہا تھا کہ قریش کے دو آدمی پیچھے سے آن ملے اور اس سے لڑنے لگے حتی کہ اس پر غالب آ گئے انہوں نے زینب رضی اللہ عنہا کو دھکا دیا جس سے وہ سواری سے گر گئیں اور ان کا خون بہنے لگا یہ دونوں ان کو ابوسفیان کے پاس واپس لے گئے اس نے ان کو بنی ہاشم کی خواتین کے سپرد کر

---

❶ الكبير للطبراني: ٢٢/ ٤٢٥۔ الأوسط: ٨٤٢٢.

❷ ابوداود: ٢٢٤٠؛ ترمذی: ١١٣٤۔

❸ الاستيعاب: ٤/ ١٨٥٤؛ الإصابة: ٦/ ٤١٢۔

دیا، وہ بعد میں ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں وہ تکلیف میں رہیں حتی کہ دنیا سے رخصت ہوگئیں اس لیے لوگ ان کو شہید تصور کرتے ہیں وہ ۸ھ کے شروع میں ہی فوت ہوگئیں۔ ان کو ام ایمن، سودہ بنت زمعہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے غسل دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی آپ خود ان کی قبر میں اترے جبکہ ابوالعاص بھی آپ کے ساتھ تھے۔ [1]

پہلی فضیلت: زینب رضی اللہ عنہا کے خاص مناقب وفضائل

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے افضل ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو آپ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے کنانہ یا ابن کنانہ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئیں، مکہ والے ان کے تعاقب میں نکلے حتی کہ ہبار بن اُسود آن پہنچا وہ ان کے اونٹ کو اپنے نیزے سے زخمی کرتا رہا حتی کہ اونٹ نے ان کو گرا دیا جس سے ان کا حمل ضائع ہوگیا ان کو اٹھا کر واپس مکہ لے جایا گیا، بنوہاشم اور بنوامیہ آپس میں جھگڑنے لگے بنوامیہ نے کہا ان پر ہمارا حق ہے کیونکہ وہ ابوالعاص کی بیوی ہیں جبکہ وہ اس وقت ہند بنت عتبہ بن ربعیہ کے پاس تھیں اور ہند ان سے کہتی تھی یہ سب کچھ تمہارے باپ کی وجہ سے ہے۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو زینب رضی اللہ عنہا کو میرے پاس کیوں نہیں لاتا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا یہ میری انگوٹھی (بطور علامت) لے جاؤ اور زینب رضی اللہ عنہا کو دو۔ زید رضی اللہ عنہ روانہ ہوگئے۔ وہ لوگوں سے مانوس ہو کر رہتے رہے حتی کہ ان کی ملاقات ایک چرواہے سے ہوئی انہوں نے پوچھا کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا ابوالعاص کا ہوں انہوں نے پوچھا یہ بکریاں کس کی ہیں؟ اس نے کہا زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہوں نے اس سے کچھ بات کی اور کہا اگر میں تجھے کوئی چیز دوں تو کیا زینب رضی اللہ عنہا کو دے دو گے اور کسی سے اس کا

[1] سبیل الهدی والرشاد: ۱۱/ ۲۹، ۳۰۔

ذکر نہ کرو گے؟ اس نے کہا ہاں انہوں نے اسے وہی انگوٹھی دے دی، چرواہا چلا گیا وہ جب بکریاں لے کر گھر پہنچا تو اس نے وہ انگوٹھی زینب رضی اللہ عنہا کو دی تو انہوں نے پوچھا یہ تمہیں کس نے دی ہے؟ اس نے کہا ایک آدمی نے دی ہے۔ انہوں نے پوچھا یہ آدمی کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا فلاں جگہ پہ ہے۔ وہ خاموش ہوگئیں، جب رات ہوئی تو اس جگہ پہنچ گئیں جب وہ زید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو انہوں نے کہا آپ میرے آگے سوار ہوجایئے زینب رضی اللہ عنہا نے کہا نہیں آپ آگے بیٹھیں زید رضی اللہ عنہ آگے سوار ہوئے اور وہ ان کے پیچھے سوار ہوئیں حتی کہ مدینہ پہنچ گئے، ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یہ میری افضل بیٹی ہے [1] جس کو میری وجہ سے تکلیف سے دوچار ہونا پڑا۔ [2]

دوسری فضیلت: ان کی امان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کی

یہ حدیث گزر چکی ہے کہ جب وہ اپنے شوہر ابوالعاص سے اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آگئیں تو چند دنوں بعد ان کے شوہر بھی ان کے پاس مدینہ آگئے اور ان کو پیغام بھیجا کہ اپنے والد گرامی سے میرے لیے پناہ طلب کیجیے تو انہوں نے حجرہ سے سر باہر نکال کر اعلان کیا جبکہ لوگ صبح کی نماز ادا کر رہے تھے کہ میں نے ابوالعاص کو امان دے دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا مجھے اس کے آنے کا علم نہیں مجھے بھی ابھی پتہ چلا ہے اور مسلمانوں کے ادنیٰ آدمی کی امان کا بھی اعتبار ہوگا۔ [3]

---

[1] امام حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث امام ابوبکر بن خزیمہ کے واسطہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ انہوں نے کہا آپ کے اس فرمان یہ میری افضل بیٹی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ میری افضل صاحبزادیوں میں سے ہے۔ ورنہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امت کی عورتوں کی سردار ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہ مریم بنت عمران کے علاوہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں عرب ایسا انداز عموماً استعمال کرتے رہتے ہیں۔

[2] الکبیر للطبرانی: ۲۲/ ۴۳۱؛ شرح مشکل الآثار: ۱٤۲۔

[3] یہ حدیث گزر چکی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ ان کے شوہر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے کیونکہ وہ مشرک تھے تو زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے ابوالعاص کو امان دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امان کا اعتبار کیا اور فرمایا مسلمانوں کے ادنیٰ فرد کی امان کا بھی اعتبار ہوگا۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ جب ابوالعاص زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے اس کو پناہ دے دی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے، جب آپ نے نماز کی تکبیر کہی تو زینب رضی اللہ عنہا نے اونچی آواز سے فرمایا: اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اے لوگو! کیا تم نے بھی وہ کچھ سنا ہے جو میں نے سنا ہے لوگوں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے مجھے اس کے متعلق پتہ نہیں حتی کہ میں نے بھی تمہارے ساتھ ابھی سنا ہے مسلمانوں کے ادنیٰ فرد کی امان کا بھی اعتبار ہوگا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے بیٹی اس کی اچھی مہمان نوازی کرو مگر وہ تمہارے قریب نہ آئے کیونکہ تو اس کے لیے حلال نہیں ہے اور وہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ [2]

تیسری فضیلت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے بچوں سے شدید محبت:

ابوعمر بن عبدالبر نے کہا: ابوالعاص کے ایک بیٹے کو زینب رضی اللہ عنہا نے جنم دیا جس کا نام علی تھا۔ یہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے ہی والا تھا کہ فوت ہوگیا یہ وہی بچہ ہے جو فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی فوت ہوگیا۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام امامۃ تھا۔ اس بچی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید محبت رکھتے تھے۔ [3]

---

[1] الکبیر للطبرانی: ٢٢/ ٤٢٦۔

[2] سنن البیهقی: ١٨١٧٧؛ ١٨١٧٨۔

[3] الإصابة: ٨/ ١٥٢؛ أسد الغابة: ٧/ ١٣١۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہار ہدیہ دیا گیا جس پہ سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا آپ کی تمام ازواج آپ کے پاس بیٹھی تھیں اور امامۃ بنت ابی العاص گھر کے ایک کونے میں مٹی کے ساتھ کھیل رہی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس بچی کو تم سب کس نظر سے دیکھتی ہو؟ ہم نے بچی کی طرف دیکھ کر عرض کیا ہم نے اس سے بڑھ کر کوئی بچی حسین وجمیل نہیں دیکھی ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ، آپ نے جب بچی کو اٹھا کر فرمایا: اللہ کی قسم یہ (ہار) میں اپنے اہل بیت میں سے اس کے گلے میں پہناؤں گا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس خوف سے میرے لیے دنیا اندھیر ہوگئی کہ کہیں میرے علاوہ کسی اور بیوی کو نہ پہنا دیں میری طرح دوسری تمام بیویوں کو بھی یہی فکر دامن گیر ہوئی، ہم سب پر ایک پر اسرار خاموشی چھا گئی۔ آپ آگے بڑھے اور وہ ہار امامۃ بنت ابی العاص کے گلے میں پہنا دیا۔ [1]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامۃ بنت ابو العاص کو اٹھائے ہمارے پاس تشریف لائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر سوار تھیں اسی حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو اس کو بٹھا دیا اور جب کھڑے ہوئے تو پھر اٹھا لیا نماز کے ختم ہونے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے رہے۔ [2]

چوتھی فضیلت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شوہر کی تعریف کی اور بیوی سے محبت کا ذکر کیا:

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی سے

---

[1] معجم الكبير: ٢٢/ ٣٤٤؛ مسند ابويعلى: ٤٤٧١۔

[2] بخاری: ٥١٦؛ مسلم: ٥٤٣۔

منگنی کر لی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی حمایت میں خفا نہیں ہوتے اسی لیے تو علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کی بات چیت مکمل کر لی ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پہلے شہادتین پڑھا اور پھر فرمایا کہ میں نے ابوالعاص بن ربیع سے (اپنی لڑکی کا) نکاح کر دیا تو ابوالعاص نے جو بات مجھ سے کہی سچ کہی فاطمہ رضی اللہ عنہا یقیناً میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میں اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کو کوئی صدمہ یا تکلیف پہنچے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک آدمی کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ منگنی چھوڑ دی جبکہ دوسری روایت جو کہ علی بن حسین (زین العابدین) سے مروی ہے انہوں نے حضرت سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے قبیلہ عبدشمس والے اپنے داماد کا ذکر کیا اور ان کی تعریف وتوصیف بیان کر کے فرمایا انہوں نے جو بات مجھ سے کہی سچی کہی اور مجھ سے جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا۔ [1]

ابن عبد البر فرماتے ہیں: ابوالعاص بن ربیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخلص اور محبت کرنے والے تھے جب قریش نے ان سے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دامادی پر ان کے شکر گزار ہوئے ان کی تعریف کی اور ان کو بہت ہی اچھے الفاظ سے یاد کیا۔ زینب رضی اللہ عنہا اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ ہجرت کر گئیں جبکہ وہ ابھی مکہ میں مقیم تھے۔ [2]

پانچویں فضیلت: شہادت کی موت

یہ سب سے بڑی فضیلت ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کو شہادت کی موت نصیب ہوئی کیونکہ ایک مشرک نے ان کو زخمی کر دیا تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو زینب رضی اللہ عنہا

---

[1] بخاری: ٣٧٢٩؛ مسلم: ٢٤٤٩۔ [2] الإستیعاب: ٤/ ١٧٠١۔

مکہ سے کنانہ کے یا ابن کنانہ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئیں۔ مشرکین ان کی تلاش میں نکلے ہبار بن اسود ان کے پیچھے پہنچ گیا وہ ان کے اونٹ کو اپنے نیزے سے مارتا رہا حتی کہ اونٹ نے ان کو نیچے گرادیا جس سے ان کا حمل ضائع ہو گیا اور بہت سا خون بہہ گیا ان کو اٹھا کر واپس مکہ لے جایا گیا بنو ہاشم اور بنو امیہ آپس میں لڑنے لگے۔ بنوامیہ نے کہا ان پر ہمارا حق ہے کیونکہ وہ ابوالعاص کی بیوی تھیں وہ اس وقت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کے ہاں تھیں جو ان کو یہ کہتی تھی کہ یہ سب کچھ تمہارے باپ کی وجہ سے ہے۔ [1]

صالحی شامی کہتے ہیں طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ابن زبیر رحمہ اللہ سے مرسل روایت کی ہے کہ ایک آدمی کے ساتھ زینب رضی اللہ عنہا (مدینہ کی طرف) روانہ ہوئیں تو قریش کے دو آدمی آن پہنچے اور وہ اس اکیلے آدمی سے لڑتے رہے حتی کہ اس پر غالب آ گئے اور ان میں سے ایک نے زینب رضی اللہ عنہا کو دھکا دیا جس سے وہ سواری سے پتھر پر گر کر زخمی ہو گئیں ان کا حمل ضائع ہو گیا اور بہت سا خون بہہ گیا۔ وہ دونوں ان کو ابوسفیان کے پاس لے آئے۔ پھر بنی ہاشم کی عورتیں آئیں اور اس نے ان کو ان کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہجرت کر کے مدینہ آئیں مگر اسی تکلیف میں مبتلا رہ کر دنیا سے رخصت ہو گئیں اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو شہید تصور کرتے تھے۔ [2]

چھٹی فضیلت: ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ ان کے جنازہ کے ساتھ نکلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ غمگین تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں داخل ہوئے، جب آپ باہر تشریف لائے تو آپ کے چہرہ انور کا رنگ بدلہ ہوا تھا۔ ہم نے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

---

[1] یہ حدیث گزر چکی ہے۔

[2] السیرة النبویه لإبن کثیر: ٤/ ٦١٠؛ سبیل الهدی والرشاد: ١١/ ٢٩۔

یہ بے چاری بیمار رہتی تھی۔ مجھے موت کی سختی اور قبر کا (مردے پر) تنگ ہونا یاد آیا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائے۔ [1]

③ رقیہ علیہا السلام بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رقیہ بنت سید البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمیہ قریشیہ علیہا السلام ان کی والدہ کا نام خدیجہ بنت خویلد علیہا السلام ہے۔ قبل نبوت ان کی شادی عتبہ بن ابولھب سے ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر مبعوث ہوئے تو رقیہ علیہا السلام نے بھی اپنی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل جو کہ آپ کی بیٹی رقیہ علیہا السلام کے شوہر عتبہ کے والدین ہیں۔ آپ کی دشمنی اور عداوت میں سب سے آگے اور سب سے سخت تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ایذاء پہنچائی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۃ لہب اتار دی:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ ﴾ (اللھب: ١ ـ ٥)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود ہلاک ہوگیا نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی (جائے گی) جولکڑیاں ڈھونے والی ہے۔ اس کی گردن میں پوست کھجور کی بنی ہوئی رسی ہے۔''

ابولہب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمنی روزانہ شدید تر ہوتی جارہی تھی۔ ابولہب نے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا: تو میرے لیے حرامی ہے یا پھر آپ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دو، اس کی ماں ام جمیل نے کہا رقیہ رضی اللہ عنہا بے دین ہوگئی ہے اسے طلاق

[1] المستدرك: ٦٨٤٥؛ امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

دے دو، عتبہ نے رقیہ علیہا السلام کو طلاق دے دی، اس کے بعد ان کا نکاح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی رقیہ علیہا السلام کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

قتادہ بن دعامہ سے روایت ہے کہ ام کلثوم علیہا السلام بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عتیبہ بن ابی لہب نے نکاح کیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے نبوت کا اعلان کر دیا، ان کی بہن رقیہ علیہا السلام عتیبہ کے بھائی عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ مبارکہ اتاری:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّ امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝﴾ (اللھب: ۱۔ ۵)

تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں عتیبہ اور عتبہ سے کہا: تم میرے لیے اس وقت تک حرامی ہو جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دے دیتے۔ ان کی والدہ بنت حرب بن اُمیہ (حمالۃ الحطب) نے کہا یہ دونوں بے دین ہوگئیں ہیں ان کو طلاق دے دو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ رقیہ رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ حبشہ میں ہی رہے پھر یہ سوچ کر مکہ واپس آ گئے کہ شاید اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر دی ہو گی مگر جب وہ مکہ پہنچے تو دیکھا کہ کفار اپنی ضد پر قائم ہیں۔ انہوں نے کفر کو ترک نہیں کیا اور وہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو تکلیف دے رہے ہیں، خود ان کو بھی اپنے رشتہ داروں کے ظلم اور ایذاء سے دوچار ہونا پڑا مگر انہوں نے صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا آپ کی اہلیہ بھی سب کچھ حوصلہ اور ہمت سے برداشت کرتی رہیں۔ یہی حال ان تمام صحابہ کرام کا تھا جو شروع شروع میں اسلام قبول کرنے والے ہیں جب قریش کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت عطا فرما دی۔

ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب پہلی ہجرت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس مکہ آئے تو اہل مکہ نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے اور ان کو بہت زیادہ تکلیف دینا شروع کر دی۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ میں دوسری ہجرت میں شریک تھی جو کہ پہلی ہجرت سے کہیں زیادہ سخت تھی قریش نے ظلم کی انتہا کر دی ان کے ظلم وستم کی وجہ مسلمانوں پر نجاشی (شاہ حبشہ) کی مہربانی اور اچھا سلوک تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم ایک دفعہ پہلے بھی ہجرت کر چکے ہیں اور اب دوبارہ حبشہ کی طرف (نجاشی کے ہاں) ہجرت کر رہے ہیں مگر آپ ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ اور میری طرف ہی ہجرت کر رہے ہو تمہیں دونوں ہجرتوں کا ثواب ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ اس ہجرت میں شریک مردوں کی تعداد ۸۳ جبکہ عورتوں کی تعداد ۱۱ تھی جو کہ سب کی سب قریشی تھیں سات لوگ دوسرے قبائل سے تھے۔ مسلمان نجاشی کے ہاں امن وسکون سے رہے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کا چرچا سنا تو ان میں سے ۳۳ مرد اور آٹھ عورتوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ [1]

عبدالرحمان بن اسحاق اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سعد نے مجھے بیان کیا کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: رقیہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ اور فرمایا: شاید تم ایک دوسرے کے بغیر نہ رہ سکو گے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ان دونوں کی کوئی خبر لاؤ وہ جب واپس آئیں تو عرض کیا: جب کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے کہ وہ دونوں اپنا سامان ایک گدھے پر رکھ کر سمندر کی طرف چلے گئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! یہ

---

[1] طبقات ابن سعد: ۱/ ۲۰۳؛ سبیل الهدی والرشاد: ۲/ ۳۸۹۔

لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد پہلے (میاں، بیوی) مہاجر ہیں۔ ❶ بعض روایات میں ہے: عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی سعادت حاصل کی ہے۔ ❷

اس لحاظ سے آپ کی تمام صاحبزادیوں میں سے فقط رقیہ رضی اللہ عنہا کو ہی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس لیے ان کو دودفعہ ہجرت کرنے والے اصحاب میں شامل کیا جاتا ہے ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کے بعد اسی کنیت سے پکارا جاتا تھا۔ جب اس بچہ کی عمر دو سال تھی تو ایک مرغ نے اس کے چہرے کو چونچیں مار کر اس قدر زخمی کر دیا کہ وہ فوت ہو گیا۔ اس کے بعد ان کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ ان کو مدینہ کی طرف ہجرت کا دوبارہ شرف اس وقت حاصل ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت سے بھری پلیٹ دے کر عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جبکہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے پاس موجود تھیں، میں نے ان سے زیادہ حسین وجمیل جوڑا نہیں دیکھا میں کبھی رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتا اور کبھی عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتا۔ جب میں واپس آیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو ان کے گھر میں داخل ہوا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے پوچھا کیا تو نے ان سے زیادہ حسین وجمیل اور بہترین جوڑا دیکھا ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتا اور کبھی عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھتا رہا۔ یہ پردہ کا حکم اترنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ❸

رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں بہت سی تکالیف اور مصائب کا سامنا کیا ہے۔ ام جمیل نے ان کو بہت زیادہ پریشان اور تکالیف سے دوچار کیے رکھا۔ پھر انہوں نے حبشہ کی طرف

---

❶ مستدرك حاكم: ٦٨٤٩۔

❷ السنة لأبي عاصم: ١٣١١؛ المعجم الكبير: ١٤٣۔

❸ المعجم الكبير: ٩٧؛ مجمع الزوائد: ١٤٤٩٠۔

پہلی ہجرت کی جب وہ واپس مکہ آ گئیں تو عثمان رضی اللہ عنہ کے عزیز واقارب نے ان پر بہت زیادہ ظلم کیا۔ پھر انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہاں رہیں۔ اپنے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک دفعہ پھر مکہ واپس آئیں اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ان کی والدہ ماجدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کو دیکھے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ وہ مدینہ میں تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بدر کی طرف روانہ ہوگئے وہ اس وقت شدید بیمار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ میں ہی رہنے کا حکم دیا۔ وہ اپنے والد گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہوگئیں کیونکہ آپ اس وقت بدر میں تھے رقیہ رضی اللہ عنہا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عقد میں ان کے پاس فوت ہوگئیں، ان کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئیں تو ان کی عمر بائیں (۲۲) سال تھی۔ ان کو مدینہ کے معروف قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی جنگ سے واپس تشریف لائے تو ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور ان کے لیے دعا کی، یہ منظر دیکھ کر فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں آپ اپنی چادر کے ساتھ ان کے آنسو صاف کر رہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کا انتقال ہوا تو ایک خاتون کہنے لگی کہ عثمان رضی اللہ عنہ تمہیں جنت مبارک ہو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کی طرف غصے بھری نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے شہسوار اور ساتھی تھے (اس لیے مرنے کے بعد جنت ہی میں جائیں گے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے اللہ کا پیغمبر ہونے کے باوجود معلوم نہیں ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ یہ سن کر لوگ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بارے ڈر گئے لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہمارے آگے جانے والے بہترین ساتھی عثمان بن مظعون سے جا ملو (جس سے ان کا جنتی ہونا ثابت ہوگیا) اس پر عورتیں رونے لگیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں کوڑوں سے مارنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا عمر! رک جاؤ پھر خواتین سے فرمایا: کہ تمہیں رونے کی اجازت ہے لیکن شیطان کی چیخ وپکار سے اپنے آپ کو بچاؤ، پھر فرمایا: کہ جب تک یہ آنکھ اور دل کا معاملہ رہے تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور باعث رحمت ہوتا ہے اور جب ہاتھ سے زبان تک نوبت پہنچ جائے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے پہلو میں روتی رہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفقت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں اپنے کپڑے سے پونچھنے لگے۔ [1]

رقیہ رضی اللہ عنہا کے خاص مناقب وفضائل

پہلی فضیلت: ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنے والا پہلا گھرانہ

سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رقیہ رضی اللہ عنہا کو بھی ساتھ لے جاؤ اور فرمایا: شاید تم ایک دوسرے کے علاوہ صبر نہ کر پاؤ گے پھر آپ نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ ان کی کوئی خبر لاؤ جب وہ واپس آئیں تو بتایا کہ وہ اپنا سامان ایک گدھے پر لاد کر سمندر کی طرف جا رہے ہیں جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بعد پہلا جوڑا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کی ہے۔
یہ حدیث گزر چکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص

---

[1] مسنداحمد: ۳۱۰۳؛ البیهقی: ۷۱۶۰؛ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت اپنی اہلیہ کے ساتھ کی ہے۔ ❶

دوسری فضیلت: اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے وحی بھیج کر کیا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ عزوجل نے میری طرف وحی کی ہے کہ میں اپنی دو بیٹیوں کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ ❷

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ میں اپنی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ ❸

تیسری فضیلت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری اور نگرانی جنگ بدر میں شمولیت کے برابر قرار دی

یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لیے روانہ ہوئے تو وہ بیمار تھیں آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کی نگرانی اور علاج ومعالجہ پر مامور فرمایا: جب آپ غزوہ بدر سے واپس آئے تو عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر کے ثواب میں اور مال غنیمت میں شریک ہونے کی خوشخبری سنائی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں اس لیے شریک نہ ہو سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی جو ان کی بیوی تھیں سخت بیمار تھیں تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جنگ بدر میں شریک ہونے والے شخص کے برابر تم کو بھی حصہ اور ثواب ملے گا۔ ❹

---

❶ یہ حدیث گزر چکی ہے۔

❷ فضائل الصحابه: ۸۳۷؛ فضائل عثمان بن عفان: ۱۳۱؛ طبرانی نے اسے روایت کیا ہے مگر اس میں عمیر بن عمران الحنفی ،ضعیف راوی ہے۔

❸ معرفة الصحابه: ۷۳۵۰؛ شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ضعیف جامع الصغیر: ۱۵۷۲۔

❹ بخاری: ۳۱۳۰۔

چوتھی فضیلت: رسول اللہ ﷺ نے ان کی اور ان کے شوہر کی تعریف کی

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے گوشت سے بھری پلیٹ دے کر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیجا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے پاس بیٹھی تھیں۔ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت جوڑا نہیں دیکھا۔ میں کبھی رقیہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھتا اور کبھی عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھتا جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تو ان کے گھر میں داخل ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ نے پوچھا کیا ان سے زیادہ خوبصورت جوڑا تو نے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں اللہ کے رسول ﷺ میں کبھی رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتا رہا اور کبھی عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھتا رہا۔

یہ پردہ کا حکم اترنے سے پہلے کا قصہ ہے۔

④ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ

ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت سید البشر رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبد المطلب ہاشمیہ قریشیہ ان کی والدہ ماجدہ کا نام خدیجہ بنت خویلد علیہا السلام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کی چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ جبکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔

اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا بعثت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے پیدا ہوئیں انہوں نے اسلام کی اشاعت اور کفر وشرک پر اسلام کے غلبہ کو دیکھا ہے وہ اپنے والد گرامی اور اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ دین الٰہی کی دعوت اور اس کی تصدیق میں شریک رہی ہیں اور مکہ والوں کی تکالیف اور ایذاؤں کا سامنا کیا ہے ان کو بھی اپنے والد گرامی اور والدہ ماجدہ کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا تھا۔

ان کا پہلا نکاح عتیبہ بن ابولہب بن عبد المطلب سے ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو ام کلثوم اپنی والدہ ماجدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی ایمان لے آئیں اور اپنی دیگر بہنوں کے ساتھ آپ کی بیعت کر لی نبی ﷺ کا چچا ابولہب اور اس کی بیوی اُمّ جمیل

عتیبہ کے والدین آپ کی دشمنی اور عداوت میں سب سے زیادہ سخت تھے اور آپ کو ایذاء دینے میں سب سے بڑھ کر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب اور اس کی بیوی کے متعلق یہ سورۃ مبارکہ نازل فرمائی:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّ امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝﴾

یہ اس لیے کہ وہ رسول اللہ ﷺ، آپ کے اہل بیت اور صحابہ کرام کو ناقابل برداشت اذیت دیتے تھے۔ ابولہب نے اپنے بیٹے عتیبہ سے کہا: تو میرے لیے حرام ہے جب تک تو محمد ﷺ کی بیٹی ام کلثوم کو طلاق نہیں دے دیتا اس کی ماں ام جمیل کہنے لگی ام کلثوم بے دین ہوگئی ہے اس کو طلاق دے دے، عتیبہ نے ان کو طلاق دے دی۔

قتادہ بن دعامہ سے روایت ہے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عتیبہ بن ابولہب سے ہوئی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے نبوت کا اعلان کر دیا۔ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ کے بھائی عتبہ سے ہوا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ مبارکہ اتاری:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّ امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝﴾

تو اس نے اپنے دونوں بیٹیوں کو کہا تم اس وقت تک میرے لیے حرام ہو جب تک محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو۔ ان کی ماں کہنے لگی جو حمالة الحطب (لکڑیاں اکٹھی کرنے والی) ہے کہ یہ دونوں بے دین ہوگئی ہوان کو طلاق دے دو۔ [1]

ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کی جب کہ ان کو لینے کے لیے

---

[1] یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بدر کے میدان میں مسلمانوں کی نصرت اور فتح کو دیکھا۔ ان کے حالات اپنی بہن رقیہ رضی اللہ عنہا سے ملتے جلتے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کے ہاں اکٹھے پرورش پائی اور دونوں کی شادی ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوئی دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ظلم سے نجات دی اور ان کو شرف وعزت سے نوازا اور دونوں کی رخصتی نہ ہوئی تھی ابولہب کے دونوں بیٹے ان کے ساتھ نکاح کے شرف سے محروم ہو گئے۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ رقیہ رضی اللہ عنہا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی نیند سلا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ام کلثوم کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت کے دوسرے سال ہوئی جبکہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ربیع الاول تین ہجری میں ہوا۔ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ہی رہیں۔حتی کہ دنیا سے رخصت ہوگئیں ان کی وفات شعبان نو (۹) ہجری میں ہوئی اور ان کے بطن سے عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔آپ نے ان کو ان کی ہمشیرہ کی قبر میں ان کی باقیات کے پاس ہی دفن کر دیا جبکہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

نبی کریم ﷺ کے ان کے متعلق فرامین اور واقعات میں سے چند یہ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میرے شوہر بہتر ہے یا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور پھر فرمایا: تمہارے شوہر ان لوگوں میں سے ایک ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ ان سے محبت رکھتے ہیں وہ جانے لگیں تو آپ نے فرمایا: میرے پاس آؤ اور بتاؤ میں نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ نے فرمایا ہے: کہ میرے شوہر ان لوگوں میں شامل جو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ان سے محبت رکھتے ہیں آپ نے فرمایا: ہاں اور اس

پر مزید اضافہ کرلو کہ میں جنت میں داخل ہوا اور ان (عثمان رضی اللہ عنہ) کا محل دیکھا اور اس سے اعلیٰ خوبصورت محل میں نے کسی صحابی کا نہیں دیکھا ہے۔ ❶

ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم لوگ آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ''اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور ملاؤ جب تم لوگ فارغ ہو جاؤ تو ہمیں خبر کر دینا'' جب ہم فارغ ہوئے تو آپ کو اطلاع دی آپ نے ہم کو اپنا تہبند عطا کیا اور فرمایا کہ اس کا انابنا دو اور ایوب نے بیان کیا کہ مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کی حدیث سے مثل روایت کیا اور حفصہ کی حدیث میں تھا کہ اس کو طاق مرتبہ غسل دو اور اس میں یہ بھی تھا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ❷

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے تھے میں نے دیکھا آپ کی دونوں آنکھیں بہہ رہی تھیں آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس نے رات کو اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آپ نے فرمایا کہ قبر میں اترو چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے۔ ❸ اس کی وضاحت موجود ہے کہ یہ صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ ایک روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں: ہم ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے وقت موجود تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے تھے۔ ❹

---

❶ المعجم الأوسط: ١٧٦٤؛ مسند الشامين: ١٤٨؛ مجمع الزوائد: ١٥٤٣٢ .

❷ بخاری: ١٢٥٣؛ مسلم: ٩٣٩۔ ❸ بخاری: ١٢٨٥ .

❹ الطبقات الكبرى: ٨/ ٣٨؛ بعض نے کہا یہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں بعض نے کہا رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں اس پر امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیق لگائی کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے دفن کے وقت تو آپ بدر میں تھے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری: ۳/ ۱۵۸ میں اس کو ذکر کیا ہے اور کئی مؤرخین نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے خاص فضائل ومناقب

ام عیاش جو کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی ہیں سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے بذریعہ وحی کیا ہے۔ [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دوسری بیٹی کی قبر پر کھڑے تھے جو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے عثمان رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تھا اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں ان کا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہی نکاح کرتا اور میں نے آسمانی وحی کی بناء پر ہی ان سے نکاح کیا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مسجد کے باہر دروازے پر ملے اور فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یہ جبرائیل ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ نے آپ کا نکاح ام کلثوم سے حضرت رقیہ کے مہر کی مثل اور انہی جیسی مصاحبت پر کر دیا۔ [2]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو وہ انتہائی غمگین تھے آپ نے پوچھا عثمان کیا مسئلہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں جو غم مجھے پہنچا ہے کیا کسی اور کو اتنا بڑا غم پہنچ سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی دنیا سے رخصت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے آپ کے اور میرے درمیان سسرالی رشتہ تھا وہ ختم ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اے عثمان رضی اللہ عنہ! ایسی بات کر رہے ہو۔ یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا رہے ہیں۔ کہ میں رقیہ رضی اللہ عنہا کی بہن ام کلثوم کا نکاح اس کے مہر کے مثل اور اس کی عدت کے مثل آپ سے کر دوں لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر دیا۔ [3]

---

[1] التاريخ الكبير للبخاري: ۳/ ۳۰۷؛ المعجم الكبير: ۲۵/ ۹۲؛ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔
[2] ابن ماجه: ۱۱۰؛ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔
[3] مستدرك حاكم: ٦٨٦٠؛ تخریج اور تعلیق کے لیے سابقہ حدیث کی طرف رجوع کریں۔

دوسری فضیلت: ان کے پہلے خاوند کے لیے جس نے ان کو طلاق دے دی رسول اللہ ﷺ کی بددعا

قتادہ بن دعامہ سے روایت ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ نکاح عتبہ بن ابی لہب سے ہوا ابھی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ نبی ﷺ نے نبوت کا اعلان کر دیا ان کی بہن رقیہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اس کے بھائی عتبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ﴿ تَبَّتۡ يَدَآ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ... ﴾ سورۃ مبارکہ اتاری تو ابولہب نے عتیبہ عتبہ سے کہا تم دونوں میرے لیے حرام ہو حتی کہ محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دو۔ ان کی ماں بنت حرب بن امیہ حمالۃ الحطب کہنے لگی اے بیٹو! ان دونوں کو طلاق دے دو کیونکہ یہ دونوں بے دین ہوگئیں ہیں۔

جب عتیبہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو طلاق دی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تاکہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے لاتعلقی کا اعلان کرے کہنے لگا میں آپ کے دین کا انکار کرتا ہوں اور میں نے آپ کی بیٹی کو طلاق دے دی ہے۔ آپ مجھے پسند نہیں کرتے اور میں آپ کو پسند نہیں کرتا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر کے ان کی قمیض پھاڑ ڈالی جبکہ آپ شام کی طرف تجارت کی غرض سے جا رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے درندوں میں سے کوئی درندہ تجھ پر مسلط کر دے، یہ قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف نکلا ان لوگوں نے رات کے وقت الرزرقاء مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ایک شیر رات کو قافلہ کے پاس چکر کاٹنے لگا عتبہ کہنے لگا۔ میری ماں کے لیے بربادی ہے یہ درندہ اللہ کی قسم مجھے کھا جائے گا جیسا کہ محمد ﷺ نے میرے لیے بددعا کی ہے اگرچہ وہ مکہ میں ہیں اور میں شام ہوں، اس شیر نے رات کو اس پر حملہ کر دیا اور اس کے سر کو اپنے منہ میں لے کر اس قدر دبایا کہ اسے قتل کر دیا۔ [1]

---

[1] حوالہ گزر چکا ہے۔

تیسری فضیلت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ازار میں کفن دیا

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم لوگ آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور ملاؤ جب تم لوگ فارغ ہو جاؤ تم ہمیں خبر کر دینا جب ہم فارغ ہوئے تو آپ کی اطلاع دی آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا کہ اس کا انابنا دو اور ایوب نے بیان کیا کہ مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا نے محمد کی حدیث مثل روایت کیا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ اس کو طاق مرتبہ غسل دو اور اس میں یہ بھی ہے کہ تین یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ غسل دو اور یہ بھی تھا کہ آپ نے فرمایا داہنی طرف سے مقامات وضو سے شروع کرو اور یہ بھی کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ [1]

چوتھی فضیلت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جنازہ پڑھایا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے تھے میں نے دیکھا آپ کی دونوں آنکھیں بہہ رہی تھیں، آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس نے رات کو اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں آپ نے فرمایا کہ قبر میں اترو چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے۔ [2] ایک حدیث میں وضاحت ہے کہ یہ صاحبزادی ام کلثوم علیہا السلام تھیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام کلثوم رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے موقع پر موجود تھے آپ ان کی قبر کے پاس بیٹھے تھے۔ [3]

---

[1] بخاری: ۱۲۵۳؛ مسلم: ۹۳۹؛ ابن ماجه: ۱٤٥٨؛ ابن ماجہ میں نام کی بھی وضاحت ہے۔

[2] بخاری: ۱۲۸۵۔ [3] یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات

اگر آپ کسی سے سوال کریں (ھل تأھلت) کیا تو اہل والا ہو گیا ہے؟ تو فوراً دماغ میں کیا خیال آتا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اس کے والدین نہیں تھے اور اب وہ ماں باپ والا بن گیا ہے۔

یا پھر یہ مطلب ہے کہ اس کی اولاد نہ تھی اور اب اس کے ہاں اولاد پیدا ہو گئی ہے؟

یقیناً یہ طے شدہ اور پکی بات ہے کہ ہر انسان کا ذہن جس طرف مائل ہو گا وہ یہ ہے کہ ھل تأھلت یعنی ھل تزوجت؟ کہ تو نے شادی کر لی ہے کیونکہ بیوی پر لفظ اہل کا اطلاق سب سے پہلے ہوتا ہے۔

اگر آپ قرآن مجید اور سنت مطہرہ پر غور کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ لفظ اہل بیت بہت سے مقامات پر بیوی کے لیے استعمال ہوا ہے اور اسی طرح اولاد کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ﴾ ''جب موسیٰ علیہ السلام آگ دیکھ کر اپنے گھر والوں سے کہا تم ذرا سی دیر ٹھہر جاؤ مجھے آگ دکھائی دی ہے۔ (موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی اہلیہ تھیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لفظ اہل بیوی کے لیے استعمال کیا ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ ہو۔ جس میں لفظ اہل (بیوی) کے پاس آنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے وہ اس وقت کھال کو رنگ دے رہی تھیں اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حاجت پوری فرمائی پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف تشریف لے گئے تو فرمایا کہ عورت شیطان کی شکل میں سامنے آتی ہے اور شیطانی صورت میں پیٹھ پھیرتی ہے پس جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے تو اپنی بیوی کے پاس آئے۔ ❶

اس حدیث میں ہے: فليأت أهله وہ اپنی بیوی کے پاس آئے، یہاں لفظ اہل واضح طور پر بیوی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو مجھے بھیجا کہ میں لوگوں کو ولیمہ کی دعوت میں شریک ہونے کے لیے بلاؤں، میں لوگوں کو بلا کر لایا وہ کھانا کھا کر چلے گئے پھر اوروں کو لایا وہ بھی چلے گئے آخر میں میں نے عرض کیا کہ سب لوگ چلے گئے آپ نے مجھے کھانا کھانے کا حکم دیا مگر تین آدمی بیٹھے باتیں کرتے رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف چلے گئے اور ان سے کہا السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواباً کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور دریافت کیا کہ آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک فرمائے اس کے بعد آپ اپنی سب بیویوں کے پاس تشریف لے گئے۔ سب کو السلام علیکم کہا اور سب ہی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح جواب دیا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں دیکھ کر بڑی شرم محسوس ہونے لگی اور کچھ کہہ نہ سکے اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف جا کر ٹہلنے لگے، جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے یا کسی نے آپ کو خبر دی آپ تشریف لائے مگر ابھی چوکھٹ کے اندر ایک ہی قدم رکھا تھا کہ آپ نے پردہ ڈال دیا اور اندر چلے گئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ ❷

یہ لفظ بخاری کے ہیں جبکہ مسلم میں ہے: "سلام عليكم كيف أنتم يا أهل البيت"

---

❶ مسلم: ١٤٠٣۔
❷ بخاری: ٤٧٩٣۔

''تم پر سلام ہو اے اہل بیت کیسے ہو' اور سب نے آگے سے جواب دیا ہم خیریت سے ہیں۔ پھر آپ کی ازواج مطہرات دریافت کرتیں۔ "كيف وجدت أهلك" ''آپ کی اہلیہ کیسی ہے؟'' وہ فرماتے بہترین۔ ❶

اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے وہ ہر اس شخص کی مائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے لیکن جو سیدھے رستے سے بھٹک گیا ہو وہ اس کی مائیں نہیں ہیں۔ جب امہات المومنین لفظ آل اور اہل میں شامل ہیں کیونکہ سسرالی رشتہ کے ذریعے ان کا تعلق مضبوط ہے تو ہم نے لازم سمجھا کہ اس کتاب میں ان کا بھی تذکرہ کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کے متعلق بہت سی جھوٹی روایات اور قصے مشہور ہیں، اس کذب بیانی کی بنیاد حسد اور جہالت کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور ان میں سے اکثر قصوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ان جھوٹے قصوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے پچیس (۲۵) شادیاں کی تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے پچیس عورتوں کو منگنی کا پیغام بھیجا تھا۔ یہ سب جھوٹ اور جہالت ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے گیارہ (۱۱) عورتوں سے شادی اور سب کے ساتھ ازدواجی تعلقات بھی قائم کیے۔ ان کے مختصر تذکرہ کچھ یوں ہے۔

پہلی بیوی

خدیجہ بنت خویلد علیہا السلام بن اسد بن العزی بن قصی بن کلاب ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو آپ کی عمر پچیس سال اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو وہ آپ کی معاون اور بہترین وزیر ثابت ہوئیں وہ آپ کی ہجرت سے تین سال پہلے فوت ہوگئیں۔

---

❶ مسلم: ١٤٢٨.

دوسری بیوی

سودۃ بنت زمعہ علیہا السلام بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حنبل آپ نے ہجرت سے قبل مکہ میں ہی ان سے نکاح کیا جبکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پاچکی تھیں ان کا پہلا نکاح سکران بن عمرو سے ہوا جو کہ سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں۔ اُمّ المومنین کی عمر زیادہ ہوگئی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی۔

تیسری بیوی

عائشہ رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق علیہ السلام آپ نے ہجرت سے قبل ان سے مکہ میں ہی نکاح کیا جبکہ رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوئی۔ آپ تمام بیویوں میں سے اکیلی ہی کنواری تھیں۔

چوتھی بیوی

حفصہ بنت عمر بن خطاب علیہا السلام آپ نے ان سے مدینہ میں نکاح کیا جبکہ ان کے پہلے شوہر خنیس بن خدافہ السہمی وفات پا گئے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ بدر میں شریک تھے۔ وہ مدینہ میں فوت ہوئے۔

پانچویں بیوی

ام حبیبہ بنت ابی سفیان علیہا السلام ان کا نام رملۃ بنت صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف ہے۔ انہوں نے اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ وہاں جا کر عیسائی ہوگیا اور عیسائیت پر ہی فوت ہوا۔ آپ نے ان سے شادی کی جبکہ وہ حبشہ کی سرزمین ہی تھیں یہ اپنے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہما سے پہلے مدینہ میں فوت ہوئیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں عبداللہ کا ملک حبشہ میں انتقال ہوگیا نجاشی (شاہ حبشہ) نے ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار ہزار درہم مہر مقرر کیا اور ان کو حسنہ کے بیٹے شرجیل کے ساتھ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو کوئی چیز اور نہ دی آپ کی بقیہ عورتوں کا مہر چار سو درہم تھا۔ [1]

چھٹی بیوی

ام سلمۃ علیہا السلام ان کا نام ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ یہ ابوسلمۃ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں۔ جب وہ فوت ہو گیا تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کر لیا۔

ساتویں بیوی

زینب بنت جحش علیہا السلام بن رئاب بن یعمر بن صبرۃ یہ آپ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی ہیں آپ سے پہلے ان کا نکاح آپ کے غلام زید بن حارثہ سے ہوا تھا زید رضی اللہ عنہ سے طلاق اور رسول اللہ ﷺ سے نکاح کا قصہ مشہور ہے۔ [2] وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئیں۔

آٹھویں بیوی

زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبدمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعۃ: ان کا لقب ام المساکین ہے کیونکہ یہ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلاتی تھیں ان کا پہلا

[1] ابوداود: باب الصداق: ۲۱۰۷۔

[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید سے فرمایا کہ زینب رضی اللہ عنہا سے میرا ذکر کرو زید رضی اللہ عنہ گئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے اور وہ آٹے کا خمیر کر رہی تھیں زید کہتے ہیں جب میں نے انہیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی عظمت آئی یہاں تک کہ مجھ میں ان کی طرف دیکھنے کی طاقت نہ تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر کیا تھا چنانچہ میں نے ان سے پیٹھ پھیری اور اپنی ایڑیوں پر لوٹا پھر میں نے کہا اے زینب! رسول اللہ ﷺ نے آپ کی طرف پیغام بھیجا ہے اور آپ ﷺ تجھے یاد کرتے ہیں انہوں نے کہا میں کچھ بھی نہیں کر سکتی جب تک تک میرے رب کا حکم نہ آئے میں استخارہ کر لوں اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑی ہوگئی اور قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس بغیر اجازت آئے۔

نکاح عبداللہ بن جحش سے یا طفیل بن حارث سے ہوا جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ نے ان سے تین ہجری میں نکاح کیا۔ یہ آپ کے پاس فقط دو یا تین ماہ زندہ رہیں اور وفات پا گئیں۔

نویں بیوی

جویریہ بنت حارث علیہا السلام بن ابی ضرار بن حبیب الخزاعیہ مصطلقیہ یہ غزوہ بنی مصطلق میں قید ہو کر آئیں اور یہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں انہوں نے ان سے مکاتبت (مخصوص رقم کی اادائیگی کے بدلے آزادی) کر لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے شدہ رقم دے کر ان سے شادی کر لی۔

دسویں بیوی

صفیہ بنت حُیی بن اخطب النضر یہ علیہا السلام جو کہ ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ یہ غزوہ خیبر میں گرفتار ہوئیں یہ سات ہجری کا واقعہ ہے۔ ان کا پہلا نکاح کنانہ بن اُبی الحقیق سے ہوا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کر دیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر دیا اور ان سے شادی کر لی اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر قرار دیا۔

گیارہویں بیوی

میمونہ بنت حارث علیہا السلام بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رؤیبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر صعصعہ یہ خالد بن ولید اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مقام سرف میں نکاح کیا جو کہ مکہ سے ۹ میل پر پانی کا ایک چشمہ تھا اور اسی جگہ پر رخصتی ہوئی، ان کی وفات بھی اسی مقام پر ہوئی۔

یہ آپ کی سب سے آخری بیوی ہیں اور ایک مشہور روایت کے مطابق سب سے آخر میں فوت ہوئیں جبکہ ایک قول کے مطابق ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سب سے آخر میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔

یہ گیارہ ازواج مطہرات ہیں جن سے آپ نے نکاح کیا اور ازدواجی تعلق قائم کیا جبکہ

کچھ کے ساتھ نکاح تو ہوا مگر ازدواجی تعلق قائم نہ ہوسکا۔

ابوعمر بن عبدالبر نے استیعاب میں نقل کیا ہے ''وہ ازواج مطہرات جن کے بارے میں اہل علم کا اتفاق ہے گیارہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے چھ قریشی ایک بنی اسرائیلی جو کہ ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں اور چار عام عربی عورتوں سے شادی کی۔

آپ کی ازواج مطہرات میں سے دو بیویاں آپ کی زندگی میں فوت ہوگئیں۔ (۱) خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جبکہ نو بیویاں آپ کی رحلت کے وقت بقید حیات تھیں۔

البتہ وہ چند عورتیں جن کے متعلق اختلاف ہے کہ آپ نے ان سے نکاح کیا۔ یا ان کو طلاق دے دی یا نکاح تو ہوا مگر ازدواجی تعلق قائم نہ ہوئے تو اس میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ جب تک کوئی بات صحیح سند سے ثابت نہ ہو تو خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زینب رضی اللہ عنہا سے میرا ذکر کرو زید رضی اللہ عنہ گئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے اور وہ آٹے کا خمیر کر رہی تھیں زید کہتے ہیں جب میں نے انہیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی عظمت آئی یہاں تک کہ مجھ میں ان کی طرف دیکھنے کی طاقت نہ تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر کیا تھا چنانچہ میں نے ان سے پیٹھ پھیری اور اپنی ایڑیوں پر لوٹا پھر میں نے کہا اے زینب! رسول اللہ ﷺ نے آپ کی طرف پیغام بھیجا ہے اور آپ ﷺ تجھے یاد کرتے ہیں اس نے کہا میں کچھ بھی نہیں کرسکتی اس وقت تک میرے رب کا حکم نہ آئے استخارہ کرلوں اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑی ہوگئی اور قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ ان کے پاس بغیر اجازت آئے۔ ❶

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ عورتیں جن کی طرف آپ نے نکاح کا پیغام بھیجا مگر

❶ الإستيعاب: ١/ ٣٤.

شادی نہ ہوئی یا وہ عورتیں جنہوں نے اپنا آپ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کیا مگر آپ نے ان سے شادی نہ کی وہ چار یا پانچ ہیں بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ایسی عورتیں تیس (۳۰) ہیں تو اہل سیرت اور آپ کے حالات زندگی قلمبند کرنے والوں کے ہاں ایسی کوئی بات معروف نہیں ہے بلکہ وہ اس دعویٰ کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے ہاں ایک تو جونیہ عورت کا قصہ ثابت ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے پیغام بھیجا جب آپ اس کے پاس شادی کا پیغام دینے کی غرض سے تشریف لے گئے تو اس نے آپ سے پناہ طلب کر لی تو آپ نے اس کو پناہ دی اور اس سے شادی نہ کی۔ اسی طرح کلبی عورت کا ذکر ہے اسی طرح وہ عورت تھی جس کے پہلو پر بیماری کے داغ تھے اور وہ جس نے اپنا آپ ہبہ کر دیا تھا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کی شادی کسی اور سے قرآن مجید کی بعض سورتوں کے عوض کر دی تھی اس کے علاوہ کوئی قصہ محفوظ اور ثابت نہیں ہے۔ [1]

اہل علم نے ازواج مطہرات میں سے افضل کی تعین میں اختلاف کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے خصائص اور فضائل ہیں جو دوسری بیوی کو حاصل نہیں ہیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدمی کا مظاہرہ، آپ کا تعاون کیا اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد کی نعمت سے نوازا جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو محروم رکھا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے علم دین اور تعلیم دین کی نعمت سے مالا مال کیا ان کے ذریعے امت کو بے حساب فائدہ پہنچا یہ فضیلت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل نہ ہو سکی۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاد ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہر ایک زوجہ محترمہ کی خاص فضیلت ہے جو دوسری کو حاصل نہیں ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت کا اندازہ شروع اسلام میں لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی، ان کو حوصلہ دیا اور ان کے قدم مضبوط کیے۔ انہوں نے اپنا مال دین کی سربلندی کے لیے خرچ

[1] زاد المعاد: ۱/ ۱۱۳.

کیا۔ اللہ کے راستے میں تکالیف برداشت کیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مصائب کا سامنا کیا۔ جب اسلام کو ہر لحاظ سے تعاون کی ضرورت تھی تو انہوں نے جانی و مالی تعاون پیش کیا۔ انہوں نے جس طرح دین کی نصرت کی اور جس طرح اپنا مال خرچ کیا کسی اور نے نہیں کیا جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہمیت کا اندازہ اسلام کے آخری ایام کے لحاظ سے کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے دین میں تفقہ اور مہارت حاصل کی۔ امت کو دین سکھایا، علم و تعلیم کے میدان میں نام کمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و حکمت کو لوگوں تک پہنچانے میں جو کردار ادا کیا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔ (یہ ان کے کلام کا مفہوم ہے)[1]

میرے علم کے مطابق خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ انہوں نے تمام عورتوں اور مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان کی وفات کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ حتی کہ وہ ان کی سہیلوں سے بھی احسان سلوک کیا کرتے تھے ہم ایک حدیث ذکر کریں گے جس میں وضاحت ہے کہ وہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

ذیل میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چند فضائل مناقب ذکر کیے جائیں گے۔

ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام: خدیجہ بنت خویلد بن اُسد بن عبدالعزی بن قصی ہے اور ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن جندب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر میں ان سے نکاح کیا جب کہ ان کی عمر چالیس سال تھی۔ آپ سے ان کی شادی کا سبب یہ ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی ایک تاجر خاتون تھیں جو حسب ونسب، شرف وعزت کے ساتھ ساتھ مالدار بھی تھیں۔ وہ مختلف مردوں کو تجارت کے

---

[1] جلاء الأفهام: ١/ ١١٣ .

لیے مال دیا کرتی تھیں اور اس میں سے کچھ حصہ ان کے لیے مقرر کر دیتی تھیں کیونکہ قریش تجارت کرتے تھے جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی صداقت، ایمانداری، سچائی اور اخلاق حسنہ کے متعلق پتہ چلا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیج کر اپنا مال بطور تجارت پیش کرنے کی پیش کش کی اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ میرا مال لے کر تجارت کی غرض سے شام جائیں تو میں آپ کو دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ منافع دوں گی اور یہ کہ میرا غلام آپ کے ساتھ تعاون کے لیے موجود رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پیش کش کو قبول فرما لیا۔ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مال لے کر شام چلے گئے جبکہ ان کا غلام میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ شام پہنچے تو ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے جو عیسائی راہبوں کے گرجا گھر کے ساتھ تھا۔ ان میں سے ایک راہب میسرہ کے پاس آیا اور پوچھا یہ آدمی کون ہے جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے؟ اور کہنے لگا اس درخت کے نیچے آج تک نبی کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھا ہے؟ آپ نے اپنا تجارتی سامان فروخت کیا اور جو خریدنا تھا وہ خریدا اور مکہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ میسرہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ وہ دیکھتا کہ جہاں گرمی شدید ہوتی تو ایک بادل رسول اللہ ﷺ پر سایہ فگن رہتا جبکہ آپ اپنے اونٹ پر سوار ہوتے، جب میسرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آیا تو راہب کا قول، بادل کا سایہ اور رسول اللہ ﷺ کے بہترین اخلاق کے متعلق اس نے پوری تفصیل بیان کر دی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا انتہائی ذہین اور عقلمند خاتون تھیں وہ حسب ونسب اور شرف وعزت کے لحاظ سے مکہ کی بہترین عورت تھیں وہ مالدار اور شرف النفس تھیں انہوں نے ایک قاصد بھیج کر رسول اللہ ﷺ سے نکاح کرنے کی رغبت کا اظہار کر دیا رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام قبول کر لیا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا عمرو بن اُسد بن عبدالعزی کو اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچاؤں کو خبر کر دی سارے لوگ اکٹھے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا نکاح خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوگیا۔ اس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال جبکہ آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ [1]

---

[1] ثقات لإبن حبان: ١/ ٤٧.

آپ کی تمام اولاد سوائے ابراہیم علیہ السلام کے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہے پہلے لگاتار دو بچے ہوئے ایک کا نام قاسم علیہ السلام جو کہ سب سے بڑے تھے اور دوسرے کا نام عبداللہ علیہ السلام ہے جن کو طیب اور طاہر کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے آپ نے بڑے بیٹے کے نام پر اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی۔ یہ دونوں بیٹے بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔ ان کے بطن سے چار بچیاں پیدا ہوئیں زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح ابو العاص رضی اللہ عنہ سے ہوا، رقیہ وام کلثوم رضی اللہ عنہا دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا، جب رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

تمام کی تمام صاحبزادیوں نے اسلام قبول کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام صاحبزادیاں آپ کی زندگی میں ہی دنیا فانی سے کوچ کر گئیں جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد فقط چھ ماہ زندہ رہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ شدید خوف زدہ ہوگئے مگر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور انہیں خوف سے نکلنے میں پوری مدد کی، وہ انہیں لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ جب ورقہ نے خبر دی کہ یہ تو وہ فرشتہ ہے جو انبیاء پر وحی لے کر آتا ہے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کا اقرار کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوا اس پر ایمان لے آئیں انہوں نے آپ کو حوصلہ دیا۔ وہ تمام مردوں اور عورتوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی پریشان ہوتے یا کوئی بھی ناپسندیدہ چیز دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہوجاتے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر آپ کو تسلی ہوجاتی اور آپ کی پریشانی ختم ہوجاتی، لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا آپ کے لیے آسان ہوجاتا، وہ اپنا مال آپ پر خرچ کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال سے تجارت کرتے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: ام المؤمنین، اپنے زمانہ کی تمام عورتوں کی سردار، رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد کی والدہ سوائے ابراہیم علیہ السلام کے، سب سے پہلے ایمان لانے والی، ہر ایک سے پہلے تصدیق کرنے والی، آپ کو حوصلہ دینے والی، آپ کے قدم مضبوط کرنے والی، کامل ترین عورتوں میں سے ایک عقلمند، معزز، پرہیزگار، پاکدامن اور جنتوں کی سردار، آپ نے ان سے پہلے کسی سے شادی نہ کی، ان کی زندگی میں کسی اور سے نکاح نہ کیا، جب تک وہ دنیا سے رخصت نہ ہوگئیں آپ نے دوسری شادی کے متعلق سوچا بھی نہیں۔ آپ نے ان کی وفات کو بہت زیادہ محسوس کیا وہ آپ کی بہت اچھی ہمسفر اور غمگسار تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے کو ان کو دنیا میں ہی جنت اور جنت کے اندر موتیوں سے بنے محل کی ضمانت دے دی جس میں کوئی شور وغل اور کام کاج کی تھکاوٹ نہ ہوگی۔ [1]

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو کبھی ناراض نہ کیا۔ کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ آپ نے ان سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی ہو۔ آپ نے ان سے ایلاء (مقررہ وقت تک ناراضی کی قسم کھانا) بھی نہیں کیا۔ آپ کبھی ان سے ناراض نہیں ہوئے۔ ان سے کبھی قطع کلامی نہیں کی یہ بات ان کی فضیلت اور مناقب کے لیے کافی ہے۔ وہ مزید فرماتے ہیں ان کی یہ بھی فضیلت ہے کہ وہ اس امت میں سے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائی ہیں وہ میدان دعوت میں رسول اللہ ﷺ کی معاون ہمدرد اور غمگسار رہی ہیں۔ آپ نے ان کی زندگی میں کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔ [2]

ان کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بواسطہ جرائیل علیہ السلام ان کو سلام بھیجا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک برتن لیے آ رہی ہے جس میں سالن،

[1] سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ [2] جلاء الأفهام: ۲۳۵۔

کھانا یا پینے کی کوئی چیز ہے جب یہ آپ کے پاس آ جائیں تو اللہ تعالیٰ کی اور میری طرف سے انہیں سلام کہہ دیجیے اور جنت میں موتی کے محل کی بشارت دیجیے جس میں نہ شور وشغب ہوگا نہ تکلیف ہوگی۔ (یہ فقط ان کے لیے ہے کسی اور کے لیے نہیں ہے) [1]

ایک اور حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو ان کی بہت ہی تعریف کرتے۔ وہ کہتی ہیں مجھے ایک دن بہت غیرت آئی اور میں نے کہا: آپ سرخ مسوڑہوں والی (جس کے دانت گر جائیں) بوڑھی کا اکثر تذکرہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں عطا کر دی ہیں ایک روایت میں ہے کہ میں نے کہا: آپ قریش کی عورتوں میں سے ایک بوڑھی کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں جس کے مسوڑھے سرخ ہوگئے تھے اور جس کو فوت ہوئے بھی زمانہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں عطا کر دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر (بیوی) عطا نہیں فرمائی'' وہ میرے اوپر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا۔ اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی اپنے مال سے اس وقت میری دل جوئی اور تعاون کیا جب لوگوں نے اپنا مال روک لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں سے اولاد عطا کی جب کہ دوسری بیویوں سے نہیں کی۔ [2]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں جس قدر خدیجہ رضی اللہ عنہا سے غیرت کھاتی تھی کسی اور بیوی سے نہ کھاتی تھی حالانکہ وہ میری شادی سے قبل فوت ہوگئی تھیں کیونکہ آپ اکثر ان کا تذکرہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک محل کی بشارت دیں جس میں کوئی شوروغل اور تھکاوٹ واکتاہٹ نہ ہوگی۔ جب آپ جانور ذبح کرتے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہلیوں کی طرف گوشت بھیجا کرتے تھے جو ان کی حاجت کے لیے کافی ہوتا۔ [3]

---

[1] بخاري: ٣٨٢٠؛ مسلم: ٢٤٣٢۔

[2] بخاري: ٣٨٢١؛ مسلم: ٢٤٣٧؛ مسند حمد: ٢٤٨٦٤۔ [3] بخاري: ٣٨١٦۔

ان کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی سب سے بہترین خاتون تھیں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: عورتوں میں سے بہترین مریم بنت عمران ہیں اور خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابوکریب کہتے ہیں وکیع رحمہ اللہ نے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی پہلے اشارہ میں آسمان کی عورتوں میں سے مریم بنت عمران کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہے اور دوسرے اشارہ میں زمین کی عورتوں میں سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بتانا مطلوب ہے، اس لیے وکیع رحمہ اللہ نے جو اس حدیث کی سند کے راویوں میں سے ہیں آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ان کی اپنی رائے سے نہیں بلکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت کے لیے ایک زائد چیز ہے اور عدول کی زیادتی مقبول ہے یہ بھی تاویل ممکن ہے کہ زمین وآسمان کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد یہ ہو کہ وہ دونوں زمین وآسمان میں اپنے اپنے زمانہ کی بہترین خواتین تھیں۔ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی عورتوں میں سے بہترین مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔ [2]

ان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جنت کی سردار عورتوں میں سے ایک ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچیں اور ہم سے پوچھا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی عورتوں میں افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون ہیں۔ [3]

---

[1] بخاری: ٣٤٣٢؛ مسلم: ٢٤٣٠۔

[2] ترمذی: ٤٧٤٥؛ مسنداحمد: ١٢٣٩١؛ مستدرك للحاكم: ٤٧٤٦؛ اور کہا شیخین کی شروط مطابق صحیح ہے۔ امام ذہبی نے موافقت کی ہے۔

[3] مسنداحمد: ٢٦٦٨؛ ابن حبان نے صحیح کہا ہے امام ذہبی نے موافقت کی ہے۔

ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ علیہا السلام

ان کا نام ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ بن قیس قریشیہ عامریہ ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ اپنے چچا زاد سکران بن عمرو قریشی عامری کے نکاح میں تھیں جو کہ سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں۔ سودہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر سکران رضی اللہ عنہ دونوں نے اسلام قبول کیا۔ دنوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی واپسی پر سکران دنیا سے رخصت ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام بھیج دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سودہ بنت زمعہ سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں جو کہ سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں انہوں نے خواب دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آرہے ہیں حتی کہ ان کی گردن پر پاؤں رکھ دیا انہوں نے اس خواب کے متعلق اپنے خاوند کو اطلاع دی۔ اس نے کہا اگر تیرا خواب سچا ہے تو میں فوت ہوجاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے شادی کریں گے انہوں نے کہا حجراً وستراً (ایسا کیسے ہوسکتا ہے) ہشام کہتے ہیں حجراً سے مراد اس خیال کی نفی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ چاند ٹوٹ کر ان پر گر پڑا ہے جبکہ وہ سوئی ہوئی تھی، انہوں نے یہ خواب اپنے خاوند کو سنایا تو اس نے کہا: اگر تیرا خواب سچا ہے تو پھر میری زندگی کے دن ختم ہوچکے ہیں۔ میرے بعد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرے گی۔ سکران اسی دن سے بیمار رہنے لگے وہ چند دن زندہ رہنے کے بعد فوت ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔ [1]

مخرمہ بن بکیر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ سکران بن عمرو مکہ سے سرزمین حبشہ میں آئے ان کی بیوی سودہ بنت زمعہ ان کے ساتھ تھیں وہ واپس مکہ جا کر فوت ہوگئے، جب ان

---

[1] الطبقات الکبری: ۸/ ۵٦، ۵۷۔

کی عدت ختم ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے عرض کیا میرا معاملہ آپ کے سپرد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی قوم کے کسی آدمی سے کہو جو تیری شادی کرے انہوں نے حاطب بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود سے کہا اس نے ان کی شادی آپ سے کردی یہ پہلی خاتون ہیں جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد شادی کی ہے۔ [1]

ان کی منگنی اور شادی کا قصہ کچھ یوں ہے: ابی سلمۃ بن عبدالرحمان اور یحییٰ بن عبدالرحمان بن حاطب روایت کرتے ہیں کہ خولہ بنت حکیم بن اُوقص السلیمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اورعرض کرنے لگیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ تنہا ہوگئے ہیں (پریشان ہیں) کیونکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا میں نہیں رہی ہیں آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ وہ بچوں کی دیکھ بھال اور گھر کا خیال رکھتی تھیں وہ عرض کرنے لگیں کیا میں آپ کے لیے رشتہ کا پیغام بھیجوں آپ نے فرمایا: کیوں نہیں بے شک خواتین اس معاملہ میں زیادہ اچھے انداز سے بات کرسکتی ہیں (وہ کہتی ہیں) میں نے سودہ بنت زمعہ جو بنی عامر بن لوی قبیلہ سے تھیں کو اور عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شادی کا پیغام بھیجا آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی اور مکہ میں ہی رخصتی ہوئی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ابھی سات سال تھی پھر آپ نے ان سے مدینہ میں شادی کی۔ [2]

یہ رمضان المبارک سنہ دس بعثت نبوی کا قصہ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شوال کا مہینہ تھا جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ [3]

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ سب

---

[1] حوالہ سابقہ: ۸/ ۵۳۔

[2] الإصابة: ۸/ ۱۰۲؛ الطبقات الکبریٰ: ۸/ ۵۷۔

[3] البداية والنهاية: ۳/ ۱۳۲، ۱۳۳۔

سے پہلے شادی کی وہ تین سال تک اکیلی ہی آپ کے ساتھ رہیں حتی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی سودہ رضی اللہ عنہا قوم کی معزز اور ذہین خاتون تھیں۔ وہ بھاری جسم کی مالک تھیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت دیکھتے ہوئے اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ ❶

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی عمر زیادہ ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنا دن عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دیا جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا ارادہ تبدیل کر لیا۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی باری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ترجیح دی۔ یہ قربانی انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب کے لیے دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری مقرر کیا کرتے تھے اور ان کے لیے ایسا نہ کرتے تھے مگر وہ پھر بھی راضی تھیں۔ انہوں نے اپنی رضا مندی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی کو ترجیح دی۔ ❷

ان کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ہے کہ وہ بہت زیادہ صدقہ وخیرات کیا کرتی تھیں۔ محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس دراہم سے بھرا تھیلا بھیجا۔ سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ان کو بتایا گیا کہ دراہم ہیں انہوں نے فرمایا: یہ تو کھجوروں کی مانند ہیں۔ پھر آپ نے ان دراہم کو ایک تھال میں ڈالنے کا حکم دیا اور سب کے سب تقسیم کر دیے۔ ❸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی عورتوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے جس کا نام قرعہ میں نکل آتا اس کو اپنے ساتھ لے جاتے اور ہر بیوی کے پاس ایک دن اور ایک رات رہتے مگر سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ نے اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا جس کی وجہ فقط رسول

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۶۵، ۲۶۶۔ ❷ جلاء الأفهام: ۳۵۰۔

❸ الإصابة: ۷/ ۷۲۱؛ الطبقات: ۸/ ۵۶۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی تھی۔ ❶

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنے نزدیک محبوب کوئی عورت نہیں دیکھی اور میں پسند کرتی ہوں کہ میں اس کے جسم کا حصہ ہوتی۔ ان کے مزاج میں تیزی تھی جب وہ بوڑھی ہوگئیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دن کی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے دو دن تقسیم کیے ایک دن ان کا اور ایک دن سودہ رضی اللہ عنہا کا۔ ❷

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کی ازواج مطہرات نے حج کیا تو وہ ان کے ساتھ نہیں گئی ہیں۔ ابن سیرین سے روایت ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں حج بھی کر چکی ہوں اور عمرہ بھی میں اب اپنے گھر میں ہی رہوں گی جیسا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ محمد بن عمر کہتے ہیں وہ بہت ہی صالحہ خاتون تھیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دلیل بنایا کہ ''یہی حج ہے اور پھر محصور ہو جانا ہے'' اس لیے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حج نہیں کیا ہے حتی کہ دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ ❸

وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شوال (۵۴ھ) کو مدینہ میں فوت ہوگئیں۔ انہوں نے اپنے گھر کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کرنے کی وصیت کی۔

ان کے امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی اولاد سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں اور اپنے خاوند کا بہت زیادہ خیال رکھتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی ایک خاتون کو جن کا نام سودہ تھا۔ ❹ پیغام نکاح بھیجا، سودہ کے یہاں اس شوہر سے جو فوت

---

❶ بخاری: ۲۵۹۳۔ ❷ مسلم: ١٤٦٣۔

❸ ابوداود: ۱۷۲۲؛ مسنداحمد: ۲۱۹۰۵۔ طبقات: ۸/ ۲۰۸۔

❹ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ کوئی اور سودہ ہیں اور یہ قریشیہ تھیں۔ واللہ اعلم

ہوگیا تھا، پانچ یا چھ بچے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تمھیں مجھ سے کون سی چیز روکتی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا! مجھے آپ سے کوئی چیز نہیں روکتی، آپ تو ساری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، اصل میں مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ یہ بچے صبح وشام آپ کے سرہانے روتے اور چیختے رہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس کے علاوہ بھی کوئی وجہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے وہ بہترین عورتیں جو اونٹوں پر پشت کی جانب بیٹھتی ہیں ان میں سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کے لیے انتہائی شفیق اور اپنی ذات کے معاملے میں اپنے شوہر کی محافظ ہوتی ہے۔ [1]

عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ان کا نام عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوئی ہے۔ ان کی والدہ کا نام ام رومان بنت عمیر بن عامر ہے آپ نبوت کے چوتھے یا پانچویں سال پیدا ہوئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دو یا تین سال قبل ان سے نکاح کیا جبکہ ان کی رخصتی مدینہ میں ہوئی۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور مدینہ منورہ ہجرت سے دو تین سال پہلے مجھ سے نکاح فرمایا جبکہ میری عمر سات سال تھی جب ہم مدینہ منورہ آئے تو ایک دن کچھ عورتیں میرے پاس آئیں میں اس وقت جھولا جھول رہی تھی اور بخار کی شدت سے میرے بہت سے بال جھڑ کر تھوڑے ہی رہ گئے تھے وہ مجھے لے گئیں اور میرا بناؤ سنگھار کرنے کے بعد مجھے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تخلیہ فرمایا اس وقت میری عمر نو سال تھی۔ [3]

---

[1] مستدرك حاكم: ٦٧١٣ . [2] مستدرك حاكم: ٦٧١٣۔

[3] بخاري : ٥١٣٣ ، مسلم : ١٤٢٢ .

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر سات سال تھی ایک روایت میں ہے کہ نکاح کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور جب ان کی رخصتی ہوئی تو ان کی عمر نو سال تھی جبکہ ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے، جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ حافظ بن حجر رحمہ اللہ نے دونوں روایات کو یوں جمع کیا ہے کہ وہ چھ سال پورے کر چکی تھیں اور ساتویں سال میں داخل ہو چکی تھیں۔ [1]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی شوال میں ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال کے مہینے میں نکاح کیا اور پھر تین سال کے بعد شوال کے مہینے میں مجھے رخصت کرا کر اپنے گھر لائے اب تم ہی بتاؤ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں کون سی زوجہ مطہرہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب تھی۔ (راوی کا کہنا ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مستحب تصور کرتی تھیں کہ شوال میں عورتوں سے صحبت کی جائے۔ [2]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شوال میں نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال قبل میرے ساتھ نکاح کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ آپ جب مدینہ آئے تو سوموار کا دن تھا جبکہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں اور میرے ساتھ خلوت شوال میں فرمائی اس وقت میری عمر نو سال تھی۔ [3]

ان کو نکاح کا پیغام بھیجنے کی کیفیت درج ذیل ہے۔ ابوسلمۃ بن عبدالرحمان اور یحییٰ عبدالرحمان روایت کرتے ہیں کہ خولہ بنت حکیم بن اوقص السلیمیہ جو کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ تنہائی محسوس کر رہے ہیں (پریشان ہیں) کیونکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہو گئیں

---

[1] الإصابة فی تمییز الصحابة: ٨/ ٢٣٢.
[2] بخاری: ٦١٣٠؛ مسلم: ١٤٢٣۔
[3] بخاری: ٦١٣٠؛ مسلم: ١٤٢٣۔

ہیں آپ نے فرمایا: کیوں نہیں وہ بچوں کی ماں تھیں ان کی اور گھر کی نگران تھیں۔ وہ کہنے لگیں کیا میں آپ کی طرف سے نکاح کا پیغام بھیجوں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ تم عورتیں یہ معاملات بہتر سمجھتی ہو (وہ کہتی ہیں) میں نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو جو کہ بنی عامر بن لوی قبیلہ سے تھیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں ہی شادی کی اور رخصتی بھی وہاں ہی ہوئی جبکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چھ سال تھی۔ پھر جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تو ان کی رخصتی ہوئی۔ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے قبل عائشہ رضی اللہ عنہا کی منگنی جبیر بن مطعم سے ہوئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں بھیجا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ان کی شادی کا وعدہ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹے جبیر کے ساتھ کر رکھا ہے۔ مجھے ان سے بات کرنے کی اجازت دیجیے۔ پھر انہوں نے ان سے بات کی۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی جب کہ وہ کنواری تھیں۔ [2]

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں تو خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا ''جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے عرض کیا اگر آپ چاہیں تو کنواری لڑکی بھی موجود ہے اور شوہر دیدہ بھی موجود ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کنواری لڑکی کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی مخلوق میں آپ کو سب سے محبوب آدمی کی بیٹی یعنی عائشہ بنت ابی بکر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا شوہر دیدہ کون ہے، انہوں نے عرض کیا سودہ بنت زمعہ، جو آپ پر ایمان رکھتی ہے اور آپ کی شریعت کی پیروی کرتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور دونوں کے یہاں میرا تذکرہ کر دو۔ چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سیدنا

[1] الطبقات: ۸/ ۵۷۔ [2] الطبقات الکبریٰ: ۸/ ۸۵۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں اور کہنے لگیں اے ام رومان رضی اللہ عنہا! اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے ام رومان نے پوچھا کیسے؟ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے، ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر و تھوڑی ہی دیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اور ان کے درمیان بھی یہی سوال جواب ہوتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا جائز ہے؟ کیونکہ وہ تو ان کی بھتیجی ہے خولہ رضی اللہ عنہا واپس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور ان سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں جا کر کہہ دو کہ میں تمہارا اور تم میرے اسلام میں بھائی ہو، اس لیے تمہاری بیٹی سے میرے لیے نکاح کرنا جائز ہے، انہوں نے واپس آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر دی۔ انہوں نے فرمایا: تھوڑی دیر انتظار کر وا ور خود باہر چلے گئے ان کے جانے کے بعد ام رومان رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا تھا اور بخدا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کی لہٰذا ابوبکر رضی اللہ عنہ مطعم بن عدی کے پاس گئے اور ان کی بیوی بھی موجود تھیں۔ وہ کہنے لگی: اگر ہم نے اپنے بیٹے کا نکاح آپ کے یہاں کر دیا تو ہوسکتا ہے کہ آپ ہمارے بیٹے کو بھی اپنے دین میں داخل کرلیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم بن عدی سے پوچھا کہ کیا تم بھی یہی رائے رکھتے ہو؟ اس نے کہا کہ اس کی بات صحیح ہے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل آئے اور ان کے ذہن پر وعدہ خلافی کا جو بوجھ تھا وہ اللہ نے اس طرح دور کر دیا اور انہوں نے واپس آ کر خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے یہاں لے آؤ، خولہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے آئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ اس کے بعد خولہ رضی اللہ عنہا وہاں سے نکل کر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ اللہ تمہارے گھر میں کتنی بڑی خیر و برکت داخل کرنے والا ہے، سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیسے؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس اپنی جانب سے پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے، انہوں نے کہا بہتر یہ ہے کہ تم میرے والد کے پاس جا کر ان سے اس بات کا ذکر کرو، سودہ کے والد بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی عمر اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ وہ حج نہیں کر سکتے تھے، خولہ ان کے پاس گئیں اور زمانہ جاہلیت کے طریقے کے مطابق انہیں آداب کہا، انہوں نے پوچھا کون ہے؟ بتایا کہ میں خولہ بنت حکیم ہوں، انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ خولہ نے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ نے سودہ کے لیے پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے زمعہ نے کہا: وہ بہترین جوڑ ہے، تمہاری سہیلی کی کیا رائے ہے؟ خولہ نے کہا کہ اسے یہ رشتہ پسند ہے، زمعہ نے کہا کہ اسے میرے پاس بھیجو:، خولہ نے انہیں بلایا تو زمعہ نے ان سے پوچھا پیاری بیٹی! ان کا کہنا ہے کہ محمد بن عبد اللہ نے اسے تمہارے لیے پیغام نکاح دے کر بھیجا ہے اور وہ بہترین جوڑ ہے تو کیا تم چاہتی ہو کہ میں ان سے تمہارا نکاح کردوں؟ سودہ رضی اللہ عنہا نے حامی بھر لی زمعہ نے مجھ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور زمعہ نے ان سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کردیا، چند دنوں کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بھائی عبد بن زمعہ حج سے واپس آیا، اسے اس رشتے کا علم ہوا تو وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا، اسلام قبول کرنے کے بعد وہ کہتے تھے تمہاری زندگی کی قسم! میں اس دن بڑی بیوقوفی کر رہا تھا جب سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہونے پر میں اپنے سر پر مٹی ڈال رہا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم نے ''مقام السخ'' میں بنوحارث بن خزرج کے یہاں قیام کیا، ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف لے آئے اور کچھ انصاری مرد وعورت بھی اکٹھے ہوگئے، میری والدہ مجھے لے آئیں جبکہ میں دو درختوں کے درمیان جھولا جھول رہی تھی اور میرے سر پر کسی وجہ سے بہت تھوڑے بال تھے، انہوں نے مجھے جھولے سے نیچے اتارا مجھے پسینہ آیا ہوا تھا، اسے پونچھا اور پانی سے میرا منہ دھلایا اور مجھے لے کر چل پڑیں، حتی کہ دروازے پر پہنچ کر رک گئیں میری سانس پھول رہی تھی جب

میری سانس بحال ہوئی تو وہ مجھے لے کر گھر داخل ہوگئیں، نبی ﷺ ہمارے گھر میں ایک چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور انصار کے کچھ مرد وعورت بھی موجود تھے، میری والدہ نے مجھے نبی ﷺ کے قریب بٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ یہ آپ کے گھر والے ہیں، اللہ آپ کو ان کے لیے اور انہیں آپ کے لیے مبارک فرمائے، اس کے بعد مرد وعورت یکے بعد دیگرے وہاں سے جانے لگے نبی ﷺ نے ہمارے گھر میں ہی میرے ساتھ تخلیہ فرمایا میری اس شادی کے لیے کوئی اونٹ ذبح نہ ہوا اور نہ بکری، تاآنکہ سعد بن عبادہ نے ہمارے یہاں ایک پیالہ بھیجا جو وہ نبی ﷺ کے پاس وقت بھیجتے تھے جب نبی ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے پاس جاتے تھے اور اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔ ❶

حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے وحی الٰہی کے ذریعے نکاح کیا، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ان کی تصویر سبز ریشمی غلاف میں نبی کریم ﷺ کے پاس لائے اور فرمایا: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی اہلیہ ہیں۔ ❷

ان سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم خواب میں دو دفعہ دکھائی گئی ہو ایک آدمی ریشمی کپڑے میں لپیٹے ہوئے کہہ رہا ہے۔ یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ تم تھیں میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو ایسا ہو کر رہے گا۔ ❸

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا جس طرح دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ان کی اہلیہ ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو میں نے اپنے متعلق بات کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تو میری دنیا وآخرت میں اہلیہ ہو۔ میں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: تو میری دنیا اور

❶ مسنداحمد: ٢٥٧٦؛ مسند ابن راھویہ: ١١٦٤۔

❷ ترمذی: ٣٨٨٠؛ چند الفاظ کے فرق سے یہ حدیث بخاری میں بھی ہے: ٦١٣٠؛ مسلم: ١٤٢٣؛ میں بھی ہے۔

❸ بخاری: ٥٠٧٨۔

آخرت میں اہلیہ ہے۔ ❶

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا: جب میں نے تمہیں جنت میں اپنی اہلیہ کے روپ میں دیکھا تو میرے لیے موت آسان ہوگئی۔ ❷

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ جنت میں آپ کی اہلیہ کون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تو ان میں سے ہے'' وہ کہتی ہیں: میرے دل میں خیال آیا کہ آپ نے میرے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی ہے۔ ❸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ تھی، یہ کنیت ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کی نسبت سے رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کی تمام بیویوں کی کنیت ہے سوائے میرے، آپ نے فرمایا: تو اپنے بیٹے (بھانجے) کے نام پر ام عبداللہ رکھو انہوں نے اپنی کنیت اُم عبداللہ رکھی حتی کہ فوت ہوگئیں۔ ❹

عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی رخصتی کے بعد نو سال تک رسول کریم ﷺ کے عقد میں رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے محبوب محمد ﷺ کو اپنے پاس بلالیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے شادی کی تو ان کی عمر چھ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو ان کی عمر نو سال تھی اور وہ نو سال آپ کے ساتھ رہیں۔ ❺

عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ فضیلت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکدامنی کا اعلان ساتویں آسمان کے اوپر سے اتارا جب ان پر تہمت لگائی گئی، واقعہ افک مشہور ہے۔ قرآنی آیات

❶ ابن حبان: ٧٠٩٥؛ مستدرك حاكم: ٦٧٢٩۔

❷ الكبير للطبراني: ٢٣/ ٢٩؛ مسنداحمد: ٢٥٠٧٦؛ سلسله صحيحة:٨٦٧۔

❸ بخاري: ٥٠٧٧۔

❹ ابوداود: ٤٩٧٠؛ ابن ماجه: ٣٧٣٩؛ مستدرك حاكم: ٧٧٣٨؛ اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔

❺ بخاري: ٥١٣٣۔ مسلم: ١٤٢٣.

اترنے کے بعد بھی جو کوئی ان کے متعلق ایسی بات سوچے وہ کافر اور دائرہ سلام سے خارج ہے کیونکہ وہ کلام اللہ کو جھٹلانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۱ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۲ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۳ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۴ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ۝۱۵ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝۱۶ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۷ وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۱۸ ﴾ (النور: ۱۱-۱۸)

''بلاشبہ جو لوگ یہ طوفان گھڑ لائے وہ تمہارے اندر ہی کا ایک ٹولہ ہے، تم اس کو اپنے لیے بُرا مت سمجھو بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہی ہے ان میں سے ہر شخص نے اپنے کیے کے مطابق گناہ سمیٹا ہے اور ان میں سے جس نے اس کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے یہ کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے ان کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنے نفسوں میں نیک گمان کرتے اور وہ سب یوں کہتے کہ یہ تو ایک کھلا بہتان ہے، یہ لوگ اس الزام پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پھر جب وہ گواہ نہیں لا سکے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں اور اگر تم لوگوں پر اللہ کی مہربانی اور اس کی رحمت نہ ہوتی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

یقینی طور پر تم لوگوں کو پہنچ کر رہتا ایک بہت بڑا عذاب ان باتوں کی وجہ سے جن میں تم لوگ پڑ گئے تھے جب کہ تم لوگ اس طوفان کو اپنی زبانوں سے نقل درنقل کرتے جا رہے تھے اور تم اپنے مونہوں سے وہ کچھ کہتے جا رہے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی چیز سمجھ رہے تھے۔ مگر اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی اور یہ کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے اس کو سنا تھا تو تم سنتے ہی یوں کہہ دیتے کہ ہمیں تو ایسی بات منہ سے نکالنا بھی زیب نہیں دیتا، اللہ تو پاک ہے یہ تو ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ تم پھر کبھی ایسا نہ کرنا اگر تم ایماندار ہو اور اللہ کھول کر بیان فرماتا ہے تمہارے لیے اپنے احکام وفرامین اور اللہ سب کچھ جانتا بڑا ہی حکمت والا ہے۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا اعلان مذکورہ آیات سے لے کر مندرجہ ذیل آیات تک سورۃ نور میں موجود ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ﴾ (النور: ۱۱۔۱۸)

''جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے جس دن ان کے خلاف گواہی دیں گی خود ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی جو یہ لوگ کیا کرتے تھے اس دن اللہ انہیں ان کا وہ بدلہ پورے کا پورا

دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور انہیں قطعی طور پر خود معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی ہے حق اور حقیقت کو کھول دینے والا خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے اور پاکیزہ عورتیں پاک مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے یہ ان باتوں سے پاک ہیں جو بنانے والے بناتے ہیں، ان کے لیے بخشش بھی ہے اور عزت کی روزی بھی۔''

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت سے بری قرار دیا ہے اور ان کی پاکدامنی کو ثابت کیا ہے اور جس نے افک (تہمت) ان کی طرف منسوب کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس بدبخت کی مذمت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان لوگوں پر حد قائم کرنے کا حکم دیا ہے جو اس طوفانِ بدتمیزی کے ذمہ دار یا اس میں شریک ہیں۔ ان لوگوں کو اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ دنیا وآخرت میں ایسے لوگوں پر لعنت برستی رہے گی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ ان کے متعلق کہا گیا ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے اور برا نہیں ہے کیونکہ ان کی پاکدامنی کا اعلان آسمان سے نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان کو بلند کیا۔ ان کا ذکر قرآن مجید میں اترا اور اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین کے لیے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ انتہائی فضیلت کی حامل ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں تو بہت سے لوگ باکمال پیدا ہوئے مگر عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہیں اور تمام عورتوں پر عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ فضیلت حاصل ہے جو دوسرے کھانوں پر ثرید (گوشت کا سالن) کو ہے۔ [1]

---

[1] بخاري: ٣٤١١، مسلم: ١٤٣١.

وہ رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ اور ان کے محبوب کی بیٹی ہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ ذات السلاسل میں لشکر کا امیر مقرر کر کے بھیجا وہ فرماتے ہیں: جب میں اس غزوہ سے لوٹ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ میں نے عرض کیا: مَردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا: اس کے باپ سے میں نے عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ سے پھر آپ نے چند آدمیوں کا نام لیا۔

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی عورت کے رونے کی آواز سنی تو اپنی لونڈی سے فرمایا: جاؤ پتہ کرو کیا ہوا ہے؟ اس نے آکر بتایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئی ہیں۔ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: اللہ کی قسم وہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں سوائے اپنے باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے۔" [1]

مسروق کہتے ہیں کہ مجھ سے صدیقہ بنت صدیق، اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی چہیتی اور ہر تہمت سے پاک ہستی نے بیان کیا کہ نبی ﷺ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس لیے میں ان کی تکذیب نہیں کر سکتا۔ [2]

ان سے ہی منقول ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے فرائض کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ [3]

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والی اور فقیہہ تھیں اور سب سے زیادہ بہترین رائے رکھنے والی تھیں۔ [4]

---

1. المستدرك: ٦٧٤٦؛ اورانہوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔
2. مسنداحمد: ٢٦٠٤٤؛ الكبير للطبراني: ٢٣/ ١٨١۔
3. سنن دارمی: ٢٩٠١؛ سنن سعيد بن منصور: ٧/ ٢٨٧۔
4. المستدرك: ٦٧٤٨؛ اصول السنة: ٢٧٦٢۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے حلال وحرام، علم دین، شعر ادب اور علم طب، میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ ❶

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی حدیث یا دینی مسائل میں کوئی اشکال پیش آتا تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے تھے، جس کا شافی جواب ہمیں ان سے مل جایا کرتا تھا۔ ❷

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر تمام لوگوں کا اور تمام ازواج مطہرات کا علم جمع کیا جائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے زیادہ اور وسیع ہوگا۔ ❸

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو انہوں نے تمام کے تمام تقسیم کردیے بریرۃ نے عرض کیا: آپ روزے سے ہیں۔ ایک درہم تو رکھ لیں تاکہ ہم گوشت خرید کر پکا سکیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر مجھے یاد آجاتا تو میں رکھ لیتی۔ ❹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دی اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی۔ ❺

ہشام عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ہدیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے تھے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میری ساتھ والی بیویاں ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئیں اور کہا کہ اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا لوگ اپنے ہدیے قصدا عائشہ کی باری کے دن میں بھیجتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کو مال کی

❶ المستدرك: ٦٧٣٣؛ اوراسے صحیح کیا ہے: الكبير: ٢٩٤۔
❷ ترمذی: ٣٨٨٣؛ الحجة فی بيان المحجة: ٣٧٥۔
❸ المستدرك: ٦٧٣٤؛ اسے صحیح کہا ہے: امام ذہبی نے موافقت کی ہے۔
❹ المستدرك: ٦٧٤٥ اوراسے صحیح کہا ہے۔
❺ المستدرك: ٦٧٤٥؛ اوراسے صحیح کہا ہے۔

خواہش ہے اس طرح ہم کو بھی ہے لہٰذا تم رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو کہ آپ ﷺ لوگوں سے یہ فرمائیں کہ آپ جہاں ہوں وہیں اپنے ہدیے پیش کر دیا کرو، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس بارے میں عرض کیا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ نے مجھ سے اعراض کیا میرے دو تین مرتبہ کہنے پر آپ نے فرمایا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا! مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اذیت مت دو اللہ کی قسم! میرے پاس کسی بیوی کے لحاف میں وحی نہیں آتی مگر عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں جبریل وحی لے کر آتے ہیں۔

جبکہ ایک روایت میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کی دو جماعتیں تھیں ایک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حفصہ رضی اللہ عنہا، صفیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہ تھیں اور دوسری میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور تمام بیویاں تھیں اور مسلمانوں کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو محبوب رکھتے ہیں جب ان میں سے کسی کے پاس ہدیہ ہوتا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجنا چاہتا تو انتظار کرتا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے تو ہدیہ والا آپ ﷺ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بھیجتا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جماعت نے گفتگو کی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ ﷺ لوگوں سے فرما دیں کہ جو شخص آپ کو ہدیہ بھیجنا چاہے تو بھیج دے چاہے اپنی بیویوں میں سے جس کے پاس بھی آپ ﷺ ہوں چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے کہنے کے مطابق آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے کچھ بھی جواب نہ دیا ان بیویوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر جب میری باری آئی تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ نے کچھ بھی جواب نہ دیا انہوں نے کہا کہ پھر عرض کرو چنانچہ جب ان کی باری آئی تو عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اذیت نہ دو اس لیے کہ وحی میرے پاس اسی وقت آتی ہے جب میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے کپڑوں (بستر) میں ہوتا ہوں، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے توبہ کرتی ہوں

یا رسول اللہ ﷺ پھر ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو بلایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ عرض کرنے کے لیے بھیجا کہ آپ ﷺ کی بیویاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے متعلق انصاف کرنے کیلیے خدا کا واسطہ دیتی ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے میری بیٹی کیا تجھے اس سے محبت نہیں ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیوں نہیں؟ پھر وہ لوٹ کر ان لوگوں کے پاس آئیں اور ان کو ساری بات بیان کردی، ان لوگوں نے دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں جانے کو کہا تو انہوں نے دوبارہ جانے سے انکار کیا پھر ان لوگوں نے زینب بنت جحش کو بھیجا وہ آئیں اور سختی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی بیویاں ابن قحافہ کی بیٹی کے متعلق انصاف کے لیے آپ کو اللہ کا واسطہ دیتی ہیں اور انہوں نے اپنی آواز بلند کر لی یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا جو وہاں بیٹھی ہوئی تھیں رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھنے لگے کہ کچھ بولتی ہیں یا نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولنے لگیں اور حضرت زینب کی باتوں کا جواب دیا یہاں تک کہ ان کو خاموش کر دیا تو نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ آخر ابوبکر کی بیٹی ہیں۔ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو حضرت فاطمہ نے آپ ﷺ سے اجازت مانگی اس حالت میں کہ آپ ﷺ میرے ساتھ میری چادر میں لیٹے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت عطا فرما دی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے مجھے آپ کی طرف اس لیے بھیجا ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابوبکر کی بیٹی کے بارے میں ہم سے انصاف کریں اور میں خاموش تھی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے بیٹی کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی جس

[1] بخاری: ۲۵۸۱؛ مسلم: ۲٤٤۲؛ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

سے میں محبت کرتا ہوں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کیوں نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ان سے محبت رکھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تو وہ کھڑی ہوگئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی طرف آئیں اور انہیں اس بات کی خبر دی جو انہوں نے کہا اور اس بات کی بھی جو ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ازواج مطہرات کہنے لگیں کہ تم ہمارے کسی کام نہ آئیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوبارہ جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات حضرت ابوبکر کی بیٹی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انصاف چاہتی ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اللہ کی قسم! میں تو اس بارے میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات نہیں کروں گی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مرتبہ میں میرے برابر وہی تھیں اور میں نے کوئی عورت حضرت زینب سے زیادہ دیندار، اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والی، سب سے زیادہ بڑھ کر تواضع اختیار کرنے والی اور اپنے ان اعمال کو کم سمجھنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی لیکن ایک چیز میں کہ ان کی طبیعت میں تیزی تھی اور اس سے بھی وہ جلدی پھر جاتی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ نے انہیں اس حال میں اجازت عطا فرمادی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ انہی کی چادر میں لپٹے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں تھے کہ جس حال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تھیں حضرت زینب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس لیے بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کی بیٹی کے بارے میں ہم سے انصاف کریں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہہ کر میری طرف متوجہ ہوئیں اور انہوں نے مجھے بہت کچھ کہا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں کو دیکھ رہی تھیں کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس بارے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جواب

دینے کی اجازت دیتے ہیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بولنے کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ میں نے پہچان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جواب دینے کو ناپسند نہیں سمجھیں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں بھی ان کی طرف متوجہ ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں ان کو چپ کرادیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا یہ حضرت ابوبکر کی بیٹی ہے۔ [1]

عمرو بن غالب سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائی کی تو انہوں نے فرمایا: اے بدبخت اور مردود انسان دفع ہو جاؤ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو تکلیف دیتا ہے؟ وہ جنت میں بھی ان کی بیوی ہیں۔ [2]

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑ گئیں۔ ان کے پاس ابن عباس رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا: اے ام المؤمنین آپ سچے پیش رووں کے پاس جارہی ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق ہیں۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں انہوں نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھ سکتی۔ [4]

عائشہ رضی اللہ عنہا فخر کیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے امتیازات سے نواز ہے جو کسی اور عورت کو حاصل نہیں ہے۔ عبداللہ بن صفوان سے روایت ہے کہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سن رکھی ہے؟ تو ان کے ساتھی نے کہا ام المومنین میں نے

---

[1] حوالہ سابقہ۔

[2] ترمذی: ٣٨٨٨؛ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے: ٥٦٨٤۔

[3] بخاری: ٣٧٧١۔ [4] بخاری: ٣٢١٧؛ مسلم: ٢٤٤٧۔

سن رکھی ہے عبداللہ بن صفوان نے عرض کیا: ام المومنین کونسی حدیث ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میرے نو امتیازات ایسے ہیں جو میرے علاوہ کسی عورت کو حاصل نہیں ہیں مگر وہ فضیلت جو اللہ تعالیٰ نے مریم بنت عمران کو عطا فرمائی ہے: اللہ کی قسم میں اپنی ساتھ والیوں پہ فخر کیا کرتی تھی۔ عبداللہ بن صفوان نے عرض کیا۔ یہ امتیازات کون کون سے ہیں ام المومنین بتائیں؟ وہ کہنے لگیں فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، میرا نکاح ہوا تو میری عمر فقط سات سال تھی اور رخصتی ہوئی تو میری عمر فقط نو سال تھی۔ میرے علاوہ آپ کا نکاح کسی کنواری عورت سے نہیں ہوا، آپ جب میرے بستر میں میرے ساتھ ہوتے تو وحی نازل ہو جایا کرتی تھی، میں آپ کے ہاں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی، میری پاکدامنی کے متعلق قرآن نازل ہوا اور یہ ایک ایسا مسئلہ تھا کہ شاید اس میں امت ہلاک ہو جاتی، میں نے جرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ کی کسی بیوی نے ان کو نہیں دیکھا ہے، جب آپ کی روح قبض ہوئی تو آپ میرے گھر میں تھے اور سب سے زیادہ میرے قریب تھے میرے اور فرشتہ کے علاوہ ان کے انتہائی قریب کوئی نہ تھا۔ [1]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق امام ذہبی نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہ کیا۔ میرے نزدیک امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اور عورتوں میں مطلق طور پر ان سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا۔ [2]

ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کی جملہ صفات یوں بیان کی ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھیں ان کے علاوہ کسی کنواری سے آپ کا نکاح نہیں ہوا، ان کے بستر میں بھی وحی اتر آیا کرتی، جب آیت تخییر (اختیار کرنا) اتری تو آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بات کو شروع کیا انہوں نے فوراً دنیا کی بجائے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کر لیا بقیہ

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۷۸؛ الکبیر: مستدرک میں امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے: ۵۷۳۰۔

[2] سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۱۴۰۔

ازواج مطہرات نے ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکدامنی قرآن کریم میں نازل فرمائی، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق وحی نازل فرمائی جو مسلمانوں کی مساجد، مساجد کے محرابوں اور ان کی نمازوں میں تا قیامت پڑھی جاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکدامن کا لقب عطا فرمایا، ان کو رزق کریم اور مغفرت کی خوشخبری سنائی اس کے باوجود وہ تواضع اختیار کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں میں اس لائق نہ تھی کہ میری بے گناہی کے لیے قرآن اترتا جو پڑھا جاتا رہے گا۔ کبار صحابہ کرام کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرتے تھے وہ اس کا حل بتایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حجرہ میں ان کی باری کے دن دنیا سے رخصت ہوئے، وہ ان کے سینے اور گردن کے درمیان سر رکھ کر فوت ہوئے۔ نکاح سے قبل فرشتہ ان کی تصویر ریشمی کپڑے میں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اسی لیے تو آپ نے فرمایا تھا: ''اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو ایسا ہو کر رہے گا۔'' لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیے بھیجنے کے لیے ان کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ [1]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں بلکہ انہوں نے ایسی روایات بھی کثرت سے بیان کی ہیں جو امت مسلمہ اور مسلمانوں کے انتہائی اہم امور پر مشتمل ہیں۔ ان کے سوا کسی سے بھی یہ روایات ثابت نہیں ہیں۔ انہوں نے آپ کے علاوہ اپنے والد گرامی، عمر فاروق، فاطمہ الزہراء، سعد بن ابی وقاص، اُسید بن حضیر، جذامہ بنت وہب اور حمزہ بنت عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایات بیان کی ہیں۔

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے روایت بیان کی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

عمر فاروق، عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ، ابوموسیٰ، زید بن خالد، ابن عباس، ربیعہ بن عمرو الجرشی سائب بن یزید، صفیہ بنت شیبہ، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اور عبداللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

---

[1] جلاء الأفهام: ٢٣٨۔٢٤١۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

ان کے اپنے اہل بیت میں سے جن افراد نے ان سے روایت کی، وہ درج ذیل ہیں:

ان کی بہن ام کلثوم، ان کے رضاعی بھائی عوف بن حارث، ان کے بھتیجے قاسم اور عبداللہ بن محمد بن ابوبکر، ان کے دوسرے بھائی کی بیٹی حفصہ اور اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر، بھائی کے بیٹے کا بیٹا عبداللہ بن ابی عتیق محمد بن عبدالرحمان، ان کے بھانجے عبداللہ اور عروہ بن زبیر بن عوام جو کہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا کے پوتے عباد اور حبیب جو کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور عبداللہ کے پوتے عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر اور ان کی بھانجی عائشہ بنت طلحہ جو کہ ام کلثوم بنت ابی بکر کے بطن سے ہیں اور ان کے غلام ابوعمر ذکوان، ابویونس اور ابن فروخ۔

کبار تابعین میں سے ان سے روایت کرنے والوں میں: سعید بن مسیّب، عمرو بن میمون، علقمہ بن قیس، مسروق، عبداللہ بن حکیم، اُسور بن یزید، ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابووائل رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ بہت سے لوگ شامل ہیں۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوری زندگی اللہ کی اطاعت، فرمانبرداری، اشاعت دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو عام کرنے میں گزار دی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تبلیغ دین کا کام پوری جانفشانی سے ادا کیا حتیٰ کہ وہ اسی مقدس مشن کو سرانجام دیتے دیتے منگل کی رات سترہ رمضان المبارک اٹھاون (۵۸) ہجری کو دنیا فانی سے کوچ کر گئیں۔ بعض کے نزدیک وہ ستاون ہجری کو فوت ہوئیں۔ ان کو اگلی رات بقیع میں دفن کیا گیا۔ ان کا جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ [1]

علی رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین اختلاف

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں شامل ہیں جو عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حق دار سمجھتے ہیں لیکن وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی گرفتاری اور ان کو کیفر

[1] الإصابة: ۸/ ۲۳۵؛ الإستيعاب: ٤/ ۱۸۸۵۔

کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کرتی تھیں۔ دس (۱۰) جمادی الاول (۳۶ھ) کو عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے متفقہ طور پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کس کی بیعت کرنی چاہیے؟ تو انہوں نے ان کو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا حکم دیا۔ لیکن عائشہ، طلحہ اور زبیر نے علی رضی اللہ عنہم کی بیعت کرنے کے بعد بصرہ کا رخ کیا اور خون عثمان کا بدلہ اور ان کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا جبکہ علی رضی اللہ عنہ نے چند گھڑ سوار اپنے ساتھ لے کر بصرہ کی طرف عازم سفر ہوئے اور ان سے کچھ مہلت اور صبر کا مطالبہ کیا حتی کہ تمام معاملات درست انداز سے سرانجام دیے جاسکیں، قاتلوں پر آہنی ہاتھ ڈالا جائے، ان کو گرفتار کیا جائے، ان پر حد نافذ کی جائے اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا جائے اور وہ فرماتے تھے کہ یہ معاملہ صبر طلب ہے۔ جب دونوں گروہوں نے آپس میں بات چیت کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے پر اتفاق ہوا اور اختلاف ختم ہو گیا دونوں گروہوں نے اطمینان اور سکون سے رات گزاری حتی کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رات گزاری، محمد بن طلحہ بن عبداللہ جو اپنے باپ کے ساتھ آئے تھے نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں رات ٹھہرے۔ سب نے پورے اطمینان اور تسلی سے رات بسر کی اور کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہوا۔

شرپسند عناصر اس صورت حال سے انتہائی ناخوش تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فریقین کی صلح اور اتفاق رائے ہماری مصلحت کے انتہائی خلاف ہے۔ انہوں نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو اغوا کر کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا مگر ان میں سے بعض نے کہا ایسا مت کرو، اگر تم لوگ گرفتار ہو گئے تو پھر معافی کی کوئی گنجائش نہیں تمہیں فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا کیونکہ ابھی تک مسلمان عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے ہی رنجیدہ خاطر ہیں اگر تم نے علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو تمہارا انجام کیا ہوگا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان شرپسند عناصر کی مجلس میں یہ بات طے پائی کہ فریقین میں جنگ چھیڑ دو، فجر سے کچھ دیر پہلے شرپسند علی رضی اللہ عنہ

کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور چند سپاہیوں کو قتل کر ڈالا۔ فریقین نے یہ سوچا کہ دوسرے فریق نے غداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ساتھی قتل کر دیے ہیں لہٰذا گھبراہٹ کے عالم میں دونوں جماعتیں اپنے اپنے اسلحہ کی طرف لپکیں۔ علی رضی اللہ عنہ زبیر کی طرف آئے اور ان کو یاد دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ وہ عنقریب علی رضی اللہ عنہ سے لڑیں گے جس میں وہ ظالم تصور ہوں گے۔ یہ سن کر زبیر رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں واپس ہوگئے۔ ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ وہ لڑنے نہیں بلکہ اصلاح کے لیے آئے ہیں اس لمحہ تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دل میں لڑنے کا کوئی خیال تک نہ تھا۔ جب طلحہ بن عبداللہ نے امیر المومنین کی بات سنی جو وہ زبیر رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے تو وہ بھی الٹے پاؤں واپس ہوگئے۔ شرپسندوں نے تاک کر ان پر تیر چلایا جس سے وہ شہید ہوگئے کیونکہ لڑائی کا رک جانا ان کی مصلحت کے خلاف تھا۔

اس واقعہ سے جنگ چھڑ گئی امیر المومنین فرما رہے تھے: (یا عباداللہ کفّوا ، یا عباداللہ کفّوا) اے اللہ کے بندو! اپنے ہاتھ روک لو اے اللہ کے بندو! رک جاؤ جب عائشہ رضی اللہ عنہا یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید دیا وہ آپ کے اونٹ کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا: "خل یاکعب عن البعیر وتقدم بکتاب اللہ فادعھم الیہ" "اے کعب! اونٹ کو چھوڑ دو اور اللہ کی کتاب بلند کرو اور لوگوں کو اللہ کی کتاب کی طرف بلاؤ" شرپسند عناصر نے دیکھا کہ اس کوشش سے لڑائی رک جائے گی تو انہوں نے کعب رضی اللہ عنہ پر تیر برسائے جس سے وہ شہید ہوگئے اسی اثناء میں چند تیر اُمّ المومنین کے ہودج (پالکی) میں بھی آ لگے جس سے ان کا ہاتھ زخمی ہوگیا انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر لعنت کی۔ ان کی آواز آپ کے ساتھ نکلنے والے لوگوں نے سنی تو وہ بھی لعنت کرنے لگے۔ جب امیر المومنین اور ان کے لشکر نے سنا تو وہ بھی لعنت کرنے لگے۔ اس صورت حال نے شرپسند عناصر کو انتہائی غصہ دلایا اور انہوں نے اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے

اغوا کی کوشش کی کیونکہ وہ فریقین کو اکھٹا کرنے اور قاتلانِ عثمان سے بدلہ لینے کی طرف بلا رہی تھیں۔ ان لوگوں نے آپ کے ہودج (پالکی) پر تمام اطراف سے حملہ کر دیا۔ تمام تیروں کا رخ ان کا ہودج تھا۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خوف زدہ ہوئے کہ ام المومنین کی زندگی خطرے میں ہے لہٰذا انہوں نے اس اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دینے کا حکم دیا جس پر ام المومنین رضی اللہ عنہا سوار تھیں۔ اونٹ کے گرنے سے لڑائی ختم ہوگئی مگر وہ سب کچھ ہو چکا تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ فریقین نے بصرہ کا قصد لڑائی کی غرض سے نہیں کیا تھا مگر جو اللہ نے مقدر کیا تھا وہ واقع ہو گیا۔ [1]

امیر المومنین نے ان کے ہودج کو ایک طرف لے جانے کا حکم دیا اور اپنے لشکر کے ایک سپاہی جو کہ ام المومنین کے بھائی ہیں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی خبر لیں کہیں ان کو نقصان تو نہیں پہنچا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ خیریت سے ہیں اور ام المومنین بھی اپنے بھائی کو زندہ دیکھ کر خوش ہوئیں اور فرمایا: میرے ماں باپ تجھ پر قربان الحمدللہ! تم خیریت سے ہو پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور شفقت بھرے لہجے اور احترام سے پوچھا۔

ماں جی آپ کیسے ہیں؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں خیریت سے ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے انہوں نے فرمایا: اور آپ کی بھی پھر امیر المومنین نے ان کو دار بنی خلف میں ٹھہرایا اور چند دنوں کے بعد ان کی زیارت کو آئے۔ ان کو سلام کیا تو ام المومنین نے ان کو مرحبا کہا جب وہ واپس مدینہ جانے لگیں تو امیر المومنین نے تمام قسم کا زاد راہ تیار کروایا او ہر اس چیز کا اہتمام کیا جس کی ان کو ضرورت پڑ سکتی تھی اور ان کے ساتھ بصرہ کی ۴۰ معززات خواتین اور اپنے بیٹوں حسن، حسین رضی اللہ عنہما اور ابن الحنفیہ کو بھی روانہ کیا ام المومنین کے بھائی محمد بن ابوبکر کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔ جب کوچ کرنے کی گھڑی آئی تو امیر المومنین تشریف لائے اور دار بنی خلف کے دروازے پر کھڑے ہوگئے جس میں ام المومنین رضی اللہ عنہا قیام پذیر تھیں

[1] العواصم من القواصم: (ص: ۱۵۵) تاریخ الطبری: ٤/ ٤٦١، ٥٣٥؛ البدایة النهایة: ٧/ ٥٨، ٢٥٧۔

لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ وہ ہودج میں گھر سے باہر تشریف لائیں لوگوں کو الوداع کہا اور ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: اے بیٹے! ہم سے کوئی دوسرے کو ملامت نہ کرے۔ علی رضی اللہ عنہ کے پاس میرا آنا فقط ایسے ہے جیسے کسی عورت کا اپنے خاوند کے عزیز اقارب کے درمیان ہوتا ہے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ فرمایا: میرے اور آپ کے درمیان اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یقیناً یہ (ام المومنین) دنیا اور آخرت میں تمہارے پیغمبر کی اہلیہ ہیں پھر علی رضی اللہ عنہ ان کو الوداع کرنے کی غرض سے کئی میل تک سواری کے ساتھ چلتے رہے اور ان کو اللہ حافظ کہا۔ [1]

حافظہ قرآن ام المومنین حفصہ علیہا السلام بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ان کا نام حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عدی بن کعب بن لؤی ہے۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب ہے۔

جب حفصہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی تو قریش مکہ بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ [2]

ابوحویرث سے روایت ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم کے ساتھ ہوئی۔ انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس آئے تو خنیس بن خذافہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ [3]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے فرمایا: جب حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں اور ان کے شوہر خنیس رضی اللہ عنہ بن حذافہ سہمی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور شریک بدر تھے مدینہ میں انتقال کر گئے تو میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملا اور

---

[1] الـفتنة و وقعة الجمل: ص ١٥٥؛ تاريخ الطبری: ٤/ ٥١٢؛ تاريخ دمشق: ٢٥/ ١١٠؛ اس میں سیف متروک راوی ہے۔

[2] الطبقات الكبرى: ٨/ ٨١؛ مستدرك حاكم: ٦٧٥٢۔

[3] الطبقات الكبرى: ٣/ ٣٩٢؛ ٧/ ٨١۔

حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ کہیں تو میں ان کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں غور کر کے جواب دوں گا میں کئی دن انتظار کرتا رہا پھر ایک دن وہ کہنے لگے کہ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی میں دوسرا نکاح نہ کروں پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر آپ کہیں تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا مجھ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس طرز سے اس سے بھی زیادہ رنج ہوا جتنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے ہوا تھا میں کئی راتیں خاموش رہا کہ اتنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا میں نے فوراً ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہنے لگے کہ شاید آپ کو میرا جواب نہ دینا ناگوار گزرا ہو گا۔ میں نے کہا: بے شک مجھے رنج ہوا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات ہے کہ میں نے آپ کو اس وجہ سے جواب نہ دیا تھا کہ آنحضرت نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا اور مشورہ کیا تھا کہ میں ان سے نکاح کر لوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر آپ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ ترک کر دیتے تو میں نکاح کر لیتا۔ [1]

ابوعون اور محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب خنیس بن خذافہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تو انہوں نے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا میں نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہ کیا آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے اس رویے پہ تعجب نہیں ہے کہ میں نے ان کو حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ پیش کیا مگر انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح آپ کی بیٹی سے بہتر کے ساتھ کر دیا ہے اور آپ کی بیٹی کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر کے ساتھ کر دیا ہے۔ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ عثمان رضی اللہ عنہ پر پیش کیا

[1] بخاری: ٤٠٠٥۔

کیونکہ ان کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا فوت ہو چکی تھیں جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا چاہتے تھے اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے دلچسپی کا اظہار نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ [1]

حسین بن ابی حسین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے شعبان میں ہجرت کے تیس ماہ بعد نکاح کیا یہ احد سے پہلے کا واقعہ ہے۔ [2]

ابوعمر کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تین ہجری میں نکاح کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرے سال نکاح کیا۔ [3]

ان کے فضائل ومناقب میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کثرت سے روزہ رکھنے اور تہجد پڑھنے کی گواہی دی ہے اور یہ کہ وہ جنت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔

قیس بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی، ان کے پاس ان کے دونوں ماموں عثمان بن مظعون اور قدامہ بن مظعون آئے۔ وہ فرمانے لگیں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اکتاہٹ کی وجہ سے طلاق نہیں دی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور فرمایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کر لیں کیونکہ وہ کثرت سے روزہ رکھنے والی اور تہجد پڑھنے والی ہے اور جنت میں آپ کی بیوی ہے۔ [4]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو انہیں رجوع کرنے کا حکم ہوا اور انہوں نے رجوع فرما لیا۔ [5]

---

[1] الطبقات الكبرى: ٨/ ٨٣؛ مستدرك: ٦٧٥١۔
[2] الطبقات الكبرى: ٨/ ٨٣۔ [3] الإستيعاب: ٤/ ١٨١١۔
[4] الطبقات: ٨/ ٨٤؛ الكبير: ١٨/ ٣٦٥۔
[5] الطبقات الكبرى: ٨/ ٨٤؛ سنن دارى: ٢٣١١؛ مستدرک میں امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے: ٢٧٩٦۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھیں۔ انہوں نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ شاید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے تجھے طلاق دے دی مگر میری وجہ سے رجوع کر لیا اللہ کی قسم! اگر وہ تجھے (پکی) طلاق دے دیتے تو میں تجھ سے کبھی بات نہ کرتا۔ [1]

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا مرتے دم تک روزہ رکھتی رہیں۔

ان کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے ان کے پاس قرآن مجید جمع کیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمامہ کی خونریزی کے زمانہ میں مجھ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے ہیں اور کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ بہت سے مقامات میں قاریوں کا قتل ہوگا جس سے بہت سا قرآن جاتا رہے گا اس لیے میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ آپ قرآن کے جمع کرنے کا حکم دیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کیونکر وہ کام کرو گے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! یہ بہتر ہے اور میں نے بھی اس میں وہی مناسب خیال کیا جو عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ تم ایک جوان آدمی ہو اور ہم تم کو متہم بھی نہیں کر سکتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھتے تھے اس لیے قرآن کو تلاش کر کے جمع کرو، خدا کی قسم! اگر مجھے کسی پہاڑ کو اٹھانے کی تکلیف دیتے تو قرآن کے جمع کرنے سے جس کا انہوں نے مجھے حکم دیا تھا زیادہ وزنی نہ ہوتا میں نے کہا کہ آپ لوگ کس طرح وہ کام کریں گے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم! یہ خیر ہے اور بار بار اصرار کر کے مجھ سے کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا

[1] صحيح ابن حبان: ٤٢٧٦؛ اور اس کو صحیح کہا، السلسلة الصحيحة: ٢٠٠٧۔

جس کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے کھولے تھے چنانچہ میں نے قرآن کو کھجور کے پتوں اور پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں یعنی حفاظ سے تلاش کر کے جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سورت توبہ کی آخری آیت میں نے ابوخزیمہ انصاری کے پاس پائی جو مجھے کسی کے پاس نہیں ملی اور وہ آیت یہ تھی) ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبة : ١٢٨) حتیٰ کہ سورۃ برأت کے آخر تک چنانچہ یہ صحیفے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی زندگی میں پھر حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔

ابوعمر کہتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو وہ زمین صدقہ کرنے کی وصیت کی جس کی وصیت انہیں عمر رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ [1]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما عدویۃ، ام المومنین، معززہ، مؤقرہ، باعظمت بنت امیر المومنین ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تین ہجری میں اس وقت نکاح کیا جب وہ خنیس بن خذافہ کی وفات کے بعد عدت گزار کر فارغ ہو چکی تھیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اُمہات المومنین میں سے میری ہمسر تھیں۔ [2]

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد گرامی سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان سے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایات بیان کی ہیں ان میں ان کے بھائی عبداللہ، ان کے بیٹے حمزہ ان کی بیوی صفیہ بنت ابوعبید رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ صحابہ اور تابعین میں سے مندرجہ ذیل لوگوں نے ان سے احادیث بیان کی ہیں۔ حارثہ بن وہب، مطلب بن ابی وداعۃ، ام

---

[1] الإستیعاب: ٤/ ١٨١؛ الإصابة: ٧/ ٥٢٨۔

[2] سیر اعلام النبلأ: ٢/ جلاء الأفهام: ٢٤١۔

مبشر الأنصاریہ، عبدالرحمان بن حارث بن ہاشم، عبداللہ بن صفوان بن اُمیہ وغیرہ۔

حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت وہ دنیا سے رخصت ہوگئیں ان کی وفات جمادی الاول اکتالیس ہجری میں ہوئی۔ ایک قول کے مطابق شعبان پنتالیس ہجری کو دنیا سے رخصت ہوئیں تب ان کی عمر ساٹھ سال تھی۔ ❶

سالم اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ حفصہ رضی اللہ عنہا شعبان پینتالیس ہجری کو دنیا سے رخصت ہوئیں اور ان کی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی جبکہ وہ اس وقت مدینہ کے گورنر تھے۔ ❷

آل عمر کی آزاد کردہ باندی سے روایت ہے کہ میں نے چار پائی پر حفصہ رضی اللہ عنہا کی نعش دیکھی ان کی نماز جنازہ مروان نے جنازہ گاہ میں پڑھائی وہ بقیع تک جنازہ کے ساتھ رہا اور ان کے دفن تک وہاں موجود رہا۔

ابوسعید المقبری سے روایت ہے کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں مروان کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کے درمیان دیکھا اور میں نے دیکھا کہ مروان نے ان کی چار پائی کے دو پائے دار بنی حزم سے لے کر دار مغیرہ بن شعبہ تک اٹھائے اور دار مغیرہ سے لے کر قبر تک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اٹھائے۔ ❸

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حفصہ رضی اللہ عنہا کی قبر میں عبداللہ اور عاصم فرزندان عمر رضی اللہ عنہ اترے اور اسی طرح سالم، عبداللہ اور حمزہ بھی اترے جو کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے ہیں۔ ❹

---

❶ الطبقات: ۸/ ۸٦۔

❷ الطبقات: ۸/ ۸٦۔

❸ الطبقات: ۸/ ۸٦۔

❹ الطبقات: ۸/ ۸٦۔

ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبدمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہے۔

ان کو ام المساکین کہا جاتا ہے: زمانہ جاہلیت میں بھی ان کا یہ نام مشہور تھا کیونکہ وہ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ ❶

ام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کو ام المساکین کثرت سے نیکی اور احسان وسلوک کی بنیاد پر کہا جاتا ہے۔ ❷

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کو ام المساکین اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مسکینوں کو کثرت سے کھانا کھلاتی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں دو یا تین مہینے زندہ رہیں اور فوت ہوگئیں۔ ❸

وہ میمونہ بنت حارث، زوجہ محترمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں شریک بہن ہیں، وہ طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف کے نکاح میں تھیں۔ اس نے طلاق دے دی تو اس کے بھائی عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبدمناف نے ان سے نکاح کر لیا۔

وہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہترین زندگی گزار رہی تھیں دونوں میاں بیوی دین پر عمل پیرا اور شریعت پر ثابت قدم تھے کہ بدر کا معرکہ ہوا عبیدہ رضی اللہ عنہ ان پہلے تین لوگوں میں شامل ہیں جن سے جنگ کا آغاز ہوا۔ عبیدہ عتیبہ بن عتبہ بن ربیعہ کے مدمقابل آئے عتیبہ نے لڑائی کے دوران ان کے پاؤں پر وار کیا اور ان کو شدید زخمی کر دیا قریب تھا کہ ان کا پاؤں کٹ جاتا۔ حمزہ اور علی رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کیا اور اس کو ٹھنڈا کر دیا عبیدہ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہوئے

---

❶ الطبقات: ۸/ ۹۱۔
❷ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۱۸۔
❸ جلاء الأفهام: ۳۷٦۔

اور اسی زخم کی بناء پر بدر کے دن ہی شہید ہو گئے۔ ❶

رسول اللہ ﷺ عبیدہ بن حارث کی وفات پر زینب بنت خزیمہ کے لیے فکر مند ہوئے کہ اس صحابی رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ کے ساتھ انتہائی بہترین اور پاکیزہ زندگی گزاری تھی لہٰذا ۳ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا یہ شادی حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے چند دن بعد انجام پائی۔ ❷

مطلب بن عبداللہ بن حنطب اور قدامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا ام المساکین کو نکاح کا پیغام بھیجا، انہوں نے اپنا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور اس نکاح پر لوگوں کو گواہ بنایا، آپ نے ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی بطور مہر مقرر کی، ان سے آپ کا نکاح رمضان المبارک میں ہوا جبکہ ہجرت کو تیس مہینے گزر چکے تھے اور اکتیسواں مہینہ شروع ہو رہا تھا۔ وہ آپ کے پاس آٹھ ماہ رہنے کے بعد فوت ہوگئیں وہ ربیع الثانی کے آخر میں فوت ہوئیں یہ ہجرت کا انتالیسواں سال تھا۔ ان کی نماز جنازہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ ❸

ابوعمر عبداللہ کہتے ہیں: زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس دو یا تین مہینے رہنے کے بعد فوت ہوگئیں۔ واقدی کا بیان ہے۔ ان کی عمر تیس سال تھی۔ ❹

ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا پاکدامن، صالحہ اور رحمدل تھیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے چند ماہ بعد ہی فوت ہوگئیں یہ شادی ان کے لیے فضیلت اور اعلیٰ مقام کا باعث بن گئی اور یہ کہ وہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی صف میں شامل ہوگئیں۔ درحقیقت یہ نکاح جنت میں رسول اللہ ﷺ کے

---

❶ صحيح بخاري: ٣٦٦٥؛ أبي داود: ٢٦٦٥۔

❷ الإصابة: ٨/ ١٥٧۔ ❸ طبقات: ٨/ ٩١، ٩٢۔

❹ الإستيعاب: ٤/ ١٨٥٣؛ الإصابة: ٨/ ١٥٧۔ الإصابة: ٨/ ١٥٨۔

ساتھ رہنے اور اللہ تعالیٰ سے اعلی درجات اور اعلی انعامات پانے کا پیش خیمہ تھا۔ وہ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں اور یہ کیسا بہترین انعام ہے۔

ام المومنین ام سلمہ ہند بنت أبی امیہ رضی اللہ عنہا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند تھا۔ اور یہی صحیح ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان کا نام رملۃ تھا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہند بنت ابی اُمیہ سہیل یا (حذیفہ یا ہشام) بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے جن کا تعلق بنی مالک بن کنانہ سے ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان کی شادی ان کے رضاعی بھائی ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالأسد مخزوی سے ہوئی جو انتہائی نیک انسان تھے۔ ان کے ہاں سلمہ، عمر، زینب کی ولادت ہوئی پھر ابوسلمہ فوت ہوگئے۔

ابن سعد نے کہا: ابوسلمہ نے ان سے نکاح کیا جن کا نام عبداللہ بن عبدالأسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ ابوسلمہ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں شمولیت اختیار کی وہاں پر ان کے ہاں زینب، سلمہ، عمر اور درۃ کی ولادت ہوئی۔

عمر بن ابی سلمہ بن عبدالأسد سے روایت ہے کہ میرے والد جنگ اُحد میں شریک تھے کہ ابوسامہ الجشمی نے ان کے بازو میں تیر مارا، وہ کئی مہینے علاج کرواتے رہے حتی کہ زخم ٹھیک ہوگیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد کو قطن نامی جگہ پر بھیجا وہ انتیس دن تک وہاں رہے، آٹھ صفر چار ہجری کو مدینہ واپس آئے جبکہ ان کا زخم ہرا ہو چکا تھا وہ اسی زخم کی وجہ سے ۸ جمادی الثانی ۴ھ کو دنیا سے رخصت ہوگئے۔ میری والدہ بیس شوال کو عدت سے فارغ ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال ۴ھ میں ہی ان سے نکاح کرلیا۔ اہل مدینہ کہتے تھے۔ عرب کی

---

[1] تهذيب الأسماء واللغات: ٢/ ٣٦١۔

بیوہ اول شب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس دلہن بن کر داخل ہوئی جبکہ رات کے آخری پہر آٹا پیس رہی تھیں اوران کا نام ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ ❶

امام ذہبی فرماتے ہیں: ام سلمہ ہند بنت اُبی امیہ مخزومیہ، سیدہ، باپردہ، طاہرہ، پاکدامن، پہلی مہاجرات میں شامل اور رسول اللہ ﷺ سے پہلے اپنے رضاعی بھائی ابوسلمہ کے پاس تھیں جو کہ انتہائی نیک آدمی تھے۔ ❷

رسول اللہ ﷺ نے ۴ھ میں ان سے خلوت فرمائی، وہ انتہائی خوبصورت اور حسب ونسب کے لحاظ سے اعلی ترین خاندان سے تھیں وہ امہات المومنین میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئی ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر سنی تو وہ اس قدر غمگین ہوئیں کہ بے ہوش ہوگئیں۔ انہوں نے ان کی شہادت کا بہت زیادہ غم کیا اس کے بعد تھوڑی دیر ہی زندہ رہیں اور خالق حقیقی سے جاملیں، ان کے تین بچے صحابی ہیں، عمر، سلمہ، زینب رضی اللہ عنہم۔ ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں جبکہ ان سے روایت کرنے والوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں: سعید بن مسیّب، شقیق بن سلمہ، اسود بن یزید، شعبی، ابوصالح السمان، مجاہد، نافع بن جبیر بن مطعم، نافع ان کے غلام، نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام، عطاء بن ابی رباح، شہر بن حوشب، ابن ابی ملیکہ اور بہت سے لوگ شامل ہیں۔ ان کی عمر تقریباً نوے سال تھی۔ ان کے والد ابوامیہ (سہیل) زادالراکب ہیں جو انتہائی سخی اور کھلے دل کے آدمی تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام حذیفہ تھا۔

بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا نام رملہ تھا جبکہ وہ تو ام حبیبہ تھا۔ وہ فقیہات صحابیات میں شمار ہوتی ہیں۔ زیاد بن ابی مریم سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہوجائے اور وہ اہل جنت

---

❶ الطبقات: ۸/ ۹۱؛ المستدرك: ٤/ ١٩۔

❷ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۰۱، ۲۰۳۔

میں سے ہو اور وہ عورت کسی اور سے شادی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان جنت میں اکٹھا کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر بیوی فوت ہوجائے اور اس کا خاوند شادی نہ کرے جنت میں اکھٹے ہوجاتے ہیں تو آؤ ہم عہد کریں کہ ایک دوسرے کے بعد شادی نہ کریں گے۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم میری اطاعت کرو گی؟ کہتی ہیں میں نے کہا اگر میں نے آپ کی اطاعت نہ کرنا ہوتی تو مشورہ کیوں کرتی؟ انہوں نے کہا اگر میں فوت ہو جاؤں تو تم نکاح کر لینا، پھر انہوں نے دعا کی اے اللہ! میرے بعد ام سلمہ کو ایسا خاوند عطا فرما جو مجھ سے بہتر ہو نہ تو اس کو غمگین کرے اور نہ ہی دکھ پہنچائے۔ وہ کہتی ہیں جب ابوسلمہ فوت ہوگئے تو میں نے (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کہا ان سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ میں نے ابھی کچھ ہی عرصہ گزارا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہوگئے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور بیٹے کو نکاح کا پیغام پہنچایا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے دل میں سوچا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے معذرت کرلوں یا بچوں سمیت ان کی زوجیت میں چلی جاؤں اگلے دن پھر رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام بھجوایا۔ میں نے دل میں وہی بات سوچی پھر اپنے ولی (سرپرست) سے کہا اگر اب رسول اللہ ﷺ نکاح کا پیغام بھیجیں تو میری شادی کر دینا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر پیغام بھیجا تو انہوں نے نکاح کر دیا۔ [1]

مصعب بن عبداللہ زبیری سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلی عورت ہیں جو مدینہ ہجرت کر کے آئیں وہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ سب سے پہلے حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی وہ بدر میں شریک ہوئے اور عہد رسالت ﷺ میں ہی فوت ہوگئے۔ ان کے ہاں زینب سلمہ عمر اور درۃ کی ولادت ہوئی یہ سب بچے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے پھر ان کی شادی رسول اللہ ﷺ سے انجام پائی یہ بات ان کے بیٹے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] الطبقات الکبری: ۸/ ۸۸۔ [2] المستدرك: ٦٧٥٧ .

ابن المسیب سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا انتہائی خوبصورت تھیں۔ [1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے واپس آئے تو کہنے لگے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اس پر (انا للّٰہ وإنا إلیه راجعون) کہے اور یہ دعا کرے "اللھم أجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً منھا" "اے اللہ مجھے اس مصیبت پر اجر وثواب عطا فرما اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما تو اسے یہ دونوں چیزیں عطا فرما دی جائیں گی۔" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس دعا کو یاد کرلیا جب میرے شوہر کا انتقال ہوگیا یعنی ابوسلمہ کا تو میں نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر یہ دعا مانگی پھر میں دل میں سوچنے لگی کہ مجھے ابوسلمہ سے بہتر آدمی کون ملے گا؟ لیکن میری عدت مکمل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت مانگی اس وقت میں کسی جانور کی کھال کو دباغت دے رہی تھی میں نے درخت سلم کے پتوں سے اپنے ہاتھ پونچھ کر دھوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت دی اور چمڑے کا ایک تکیہ رکھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور اپنے حوالے سے مجھے پیغام نکاح دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بات کہہ کر فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ سے منہ تو نہیں موڑ سکتی لیکن مجھ میں غیرت کا مادہ بہت زیادہ ہے اور میں اس بات سے ڈرتی ہوں کہ کہیں آپ مجھ سے کوئی ایسی چیز نہ دیکھیں جس پر اللہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے پھر میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکی ہوں اور میرے بچے بھی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے غیرت کا تذکرہ کیا ہے تو اللہ تم سے زائل کر دے گا اور تم نے بڑھاپے کا جو ذکر کیا ہے تو یہ کیفیت مجھے بھی درپیش ہے اور تم نے جو بچوں کا ذکر کیا ہے تو تمہارے بچے میرے بچے ہیں اس پر میں نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] تاریخ دمشق: ۳ / ۱۷۳۔

کے حوالے کر دیا چنانچہ نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور وہ کہتی ہیں کہ اس طرح اللہ نے مجھے نبی ﷺ کی صورت میں ابوسلمہ سے بہتر بدل عطا فرمایا۔ ❶

ایک روایت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب مجھے رسول اللہ ﷺ نے پیغام نکاح دیا تو میں نے عرض کیا میرے لیے مسائل ہیں جن کی بناء پر میں رسول اللہ ﷺ سے نکاح نہیں کر سکتی۔ میں عمر رسیدہ ہوں۔ میرے یتیم بچے ہیں۔ میں شدید غیرت والی ہوں وہ کہتی ہیں۔ میری طرف رسول اللہ ﷺ نے پیغام بھیجا کہ تیرا یہ کہنا کہ تو عمر رسیدہ ہے تو میں تجھ سے عمر میں بڑا ہوں اور کسی عورت کا اپنی عمر سے بڑے شخص کے ساتھ شادی کرنا عیب نہیں ہے اور تیرا یہ کہنا کہ تو یتیموں کی ماں ہے تو ان کا خرچ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ذمہ ہوگا اور تیرا یہ کہنا کہ تو شدید غیرت والی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا وہ اس کو ختم کر دے گا۔ (غیرت سے مراد سوکن کو برداشت نہ کرنا ہے) ❷

وہ مزید فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی کر لی اور انہوں نے مجھے زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہائش دی جو کہ ام المساکین تھیں اور وہ دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ وہاں ایک گھڑا رکھا تھا اس میں جو بھرے تھے گھر میں ایک چکی، ہانڈی اور دیگچی تھی۔ ہانڈی میں کچھ جمی ہوئی چربی رکھی تھی۔ میں نے جو اٹھائے انہیں چکی پر پیس کر دیگچی میں دلیہ تیار کر کے چربی میں بھون دیا۔ ایک قسم کا سالن تیار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تناول فرمایا۔ شب عروسی پر خود رسول اللہ ﷺ اور ان کی اہلیہ کا کھانا یہی تھا۔ ❸

یحیٰی بن اَبی بکیر العامری کہتے ہیں وہ انتہائی ذہین، فاضلہ، عقلمند اور بردبار خاتون تھیں انہوں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ خود سر منڈائیں اور قربانی کر دیں انہوں نے جبرائیل علیہ السلام کو وحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا تھا۔ ❹

---

❶ مسلم: ١٩٨؛ مسندامام احمد: ١٦٣٤٤۔ ❷ الطبقات: ٨/ ٨٩۔
❸ الطبقات: ٨/ ٨٩۔ ❹ الرياض المستطابه: ٣٢٤۔

یہ ان کی فضیلت ہے کہ انہوں نے جرائیل علیہ السلام کو دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا تھا۔

حضرت ابوعثمان نے کہا کہ مجھے خبر ملی کہ حضرت جرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آپ کے پاس ام سلمہ بیٹھی ہوئیں تھیں آپ جرائیل سے باتیں کرنے لگے اس کے بعد وہ اٹھ کر چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا یہ کون تھے؟ انہوں نے کہا دحیہ تھے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کو دحیہ ہی سمجھتی جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے وقت جبرئیل کی اطلاع پائی تب سمجھی کہ دحیہ نہیں وہ تو جبرائیل ہیں) راوی نے کہا (میں نے ابوعثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے یہ حدیث کس سے سنی ہے انہوں نے کہا اسامہ بن زید سے میں نے خود سنا ہے۔ [1]

وہ بہت زیادہ خرچ کرنے والی اور فقراء و مساکین کی ضرورتوں کا خیال رکھنے والی خاتون تھیں ام الحسین سے روایت ہے کہ وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں کہ چند مساکین آئے جن میں عورتیں بھی شامل تھیں وہ بڑی حاجت سے سوال کرنے لگے میں نے کہا یہاں سے چلے جاؤ یا کہا یہاں سے چلی جاؤ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اے خادمہ ہمیں ایسے تو حکم نہیں دیا گیا ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرو چاہے کھجور کا ایک دانہ ہی کیوں نہ دو۔'' [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے گواہی دی کہ وہ خیر اور بھلائی پر قائم و دائم ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ہنڈیا لے کر آگئیں جس میں خزیرہ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور بچوں کو بھی بلا لاؤ چنانچہ حضرت علی اور حضرات حسنین بھی آگئے اور بیٹھ کر خزیرہ کھانے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک چبوترے پر تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے نیچے خیبری چادر تھی اور میں حجرے میں نماز پڑھ رہی تھی کہ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل کر دی:

[1] بخاري: ٣٦٣٤؛ مسلم: ٢٤٥١۔ [2] الإستيعاب: ٤/ ١٩٣٩، ١٩٤٠۔

﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾

''اے اہل بیت! اللہ تو تم سے آلودگی کو دور کر کے تمہیں صاف اور پاک بنانا چاہتا ہے۔''

وہ کہتی ہیں: آپ نے چادر کا زائد حصہ پکڑا اور ان کو چادر میں چھپالیا پھر اپنا دست مبارک نکال کر آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور خاص افراد ہیں ان سے آلودگی کو دور کر دے اور انہیں پاک وصاف فرمادے (دو دفعہ آپ نے فرمایا) وہ کہتی ہیں میں نے اپنا سر چادر کے اندر کرتے ہوئے عرض کیا میں بھی آپ ساتھ ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا تم خیر پر ہو تم بھلائی پر ہو۔ [1]

مذکورہ حدیث جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے روایت کر رہی ہیں بذات خود ایک دلیل ہے کیونکہ وہ تمام منظر بیان کرنے والی ہیں جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آیت تطہیر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اتارے اور یہ کہ اس آیت کریمہ کے متعلقہ اصحاب کے بارے میں ام المومنین رضی اللہ عنہا بذات خود گواہی دیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا انتہائی ذہین، عقلمند بہترین مشورہ دینے والی اور زبردست رائے رکھنے والی تھیں حتی کہ نبی ﷺ بہت سے امور میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ والے دن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا وہ ان کی عقلمندی اور بالغ نظری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مسور بن مخرمہ اور مروان دونوں اس روایت کے راوی ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق بھی کرتے ہیں صلح حدیبیہ کے قصہ میں ہے کہ جب صلح نامہ مکمل ہو گیا تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اٹھو اور جانور ذبح کرو اور اپنے سر منڈادو لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص نہ اٹھا یہاں تک کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا لیکن پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو

---

[1] ترمذی: ٣٨٧١؛ مسنداحمد: ٢٦٥٠٨؛ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ نے فرمایا: تو میرے اہل میں سے اور خیر پر ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں: ٣٥٥٨۔

حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندر تشریف لے گئے اور لوگوں نے حضور ﷺ کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا اس کا تذکرہ فرمایا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آپ چپکے سے اٹھ کر بغیر کسی سے کچھ کہے جانور قربان کر دیں اور حجام کو بلا کر سر منڈا دیں آپ نے جا کر خود قربانی کی اور حجام کو بلا کر سر منڈایا لوگوں نے جو دیکھا تو خود اٹھ کر قربانیاں کیں اور باہم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے اور ہجوم کی وجہ سے قریب تھا کہ بعض بعض کو مار ڈالیں۔ ❶

ان کی ذہانت اور عقلمندی کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن رافع کہتے ہیں۔

ام سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو برسر منبر یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! اس وقت وہ کنگھی کر رہی تھیں انہوں نے اپنی کنگھی کرنے والی سے فرمایا: میرے سر کے بال لپیٹ دو اس نے کہا: میں آپ پر قربان ہوں نبی ﷺ تو لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اری کیا ہم لوگوں میں شامل نہیں ہیں؟ اس نے ان کے بال سمیٹے اور وہ اپنے حجرے میں جا کر کھڑی ہوگئیں انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! جس وقت میں حوض پر تمہارا منتظر ہوں گا اور تمہیں گروہ در گروہ لایا جائے گا اور تم راستوں میں بھٹک جاؤ گے میں تمہیں آواز دے کر کہوں گا کہ راستے کی طرف آجاؤ تو میرے پیچھے سے ایک منادی پکار کر کہے گا انہوں نے آپ کے بعد دین کو تبدیل کر دیا تھا۔ میں کہوں گا کہ یہ لوگ دور ہو جائیں یہ لوگ دور ہو جائیں۔ ❷

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے گھر میں نازل ہوں اور رسول اللہ ﷺ کو حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر دیں اور وہ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے چادر کے نیچے داخل کیا تھا اور ان کے حق میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے۔

---

❶ بخاري: ٢٧٣١۔

❷ مسنداحمد: ٢٦٥٤٦؛ سنن الكبرى: ١١٣٩٦۔

حضرت سلمی رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی پر خاک پڑی تھی، میں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابھی حسین کا قتل دیکھ آیا ہوں۔ ❶

اہل بیت کے ساتھ ان کی محبت شدید تھی اور کئی واقعات اس پر بطور دلیل موجود ہیں خصوصاً حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ وہ بہت زیادہ لگاؤ رکھتی تھیں وہ ان کے قتل کی خبر سن کر بے ہوش ہوگئیں بلکہ بعض مؤرخین کے نزدیک انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کی موت کا اس قدر غم کیا کہ وہ اسی صدمہ کی بناء دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جنوں کو قتل حسین علیہ السلام پر نوحہ کرتے سنا ہے۔ ❷

شہر ابن حوشب سے روایت ہے کہ ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے تو ہم نے ایک رونے والی کی آواز سنی۔ میں پتہ کر کے واپس ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا اور بتایا کہ وہ عورت کہہ رہی ہے کہ حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا ہے انہوں نے فرمایا: ان ظالموں نے یہ کیا (ظلم) کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے اور وہ بے ہوش ہوکر گر پڑیں اور ہم وہاں سے اٹھ آئے۔ ❸

وہ انتہائی باحیاء اور پردہ دار خاتون تھیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تکبر سے کپڑا لٹکا کر چلے اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک بالشت لٹکا کر رکھیں

❶ ترمذی: ۳۷۷۱؛ مستدرك للحاكم: ٦٧٦٤۔

❷ فضائل الصحابة: ۱۳۷۳؛ الكبير: ۲۸٦٧۔

❸ الطبقات: ٦/ ٤٥٢؛ تاريخ ابن عساكر ١٤/ ٢٣٨؛ اس کی سند میں عامر بن عبدالوحد اور شہر بن حوشب ضعیف راوی ہیں۔

انہوں نے عرض کیا اس صورت میں ان کے قدم کھل جائیں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو پھر ایک ہاتھ تک لٹکا سکتی ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ ❶

ان کے شرم وحیاء کی ایک مثال صحیحین میں بھی موجود ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ حق بات سے نہیں شرماتا تو یہ بتایئے کہ کیا عورت پر جب کہ وہ محتلم ہو، غسل فرض ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا ہاں (جب کہ وہ پانی یعنی منی کو اپنے کپڑے پر دیکھے) تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ چھپا لیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا عورت بھی محتلم ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہوجائے) اگر عورت کی منی خارج نہیں ہوتی (تو اس کا لڑکا اس کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟) ❷

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی ان کی روایت موجود ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں: ابن عباس، عائشہ، ابوسعید خدری قبیصہ بن ذؤیب، ابن عمر کے غلام نافع، عبدالرحمان بن حارث بن ہشام اور ان کے بچے عمر وزینب، ان کے مکاتب نبھان، ان کے بھائی عامر بن ابی اُمیہ، ان کے غلام عبداللہ بن رافع، نافع سفینہ، ابوکثیر اور سلیمان بن یسار وغیرہ۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کی خبر سننے کے بعد ۶۱ ھ میں فوت ہوگئیں۔

بعض کے نزدیک ۶۲ ھ میں فوت ہوئیں ان کی عمر ۸۴ سال تھی۔ وہ تمام امہات المؤمنین کے بعد فوت ہوئیں ان کی نماز جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور وہ بقیع میں دفن ہوئیں۔ ❸

---

❶ ترمذی: ١٧٣١؛ نسائی: ٥٣٣٦؛ مسنداحمد: ٤٤٨٩۔

❷ بخاری: ١٣٠؛ مسلم: ٣١٣۔

❸ الإصابة: ٨/ ٣٤٤؛ استیعاب: ٤/ ١٩٢١۔

امام حاکم نے مہارب بن دثار کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ سعید بن زید نے پڑھائی۔ ❶

نوٹ:...... ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت تو ضرور کی مگر سعید بن زید ان سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ ❷ ابوعمر کہتے ہیں: ان کی قبر میں عمر وسلمہ جو کہ ابوسلمہ کے بیٹے ہیں اور عبداللہ بن ابی امیہ وعبداللہ بن وہب بن زمعہ داخل ہوئے اور وہ بقیع میں دفن کی گئیں۔ ❸

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ان کا نام زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بن ریاب بن یعمر بن حبرۃ بن مرۃ بن اُسد بن خزیمہ ہے۔ ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوپھی ہیں۔

ان کا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے مگر انہوں نے ان کو طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی ان کے ساتھ آپ کا نکاح ۵ ھ میں ہوا۔ بعض کے نزدیک ۳ ھ میں ہوا۔ یہ نکاح ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد ہوا۔ ❹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے ان کا نام برۃ تھا جسے آپ نے تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔ زینب بنت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میرا نام برۃ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام زینب رکھا وہ کہتی ہیں جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ کے عقد میں آئیں تو ان کا نام برہ تھا جسے آپ نے زینب سے تبدیل کر دیا۔ ❺

---

❶ مستدرك حاكم: ٦٧٦٧؛ مصنف ابن ابی شیبه: ١١٢٩٩۔

❷ الإصابة: ٨/ ٣٤٤. ❸ الإستعاب: ٤/ ١٩٢١.

❹ الإستيعاب: ٤/ ١٨٤٩؛ أسد الغابه: ٧/ ١٢٦۔

❺ مسلم: ٢١٤٢۔

نوٹ:...... بخاری اور مسلم میں ہے کہ ان کا نام برہ (نیکی کرنے والی) تھا آپ نے فرمایا کیا تو اپنا تزکیہ (پاکیزگی) خود بیان کرتی ہے۔ آپ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔ ❶

ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰہَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَ تَخْشَی النَّاسَ ۚ وَ اللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَھَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕھِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾﴾

(الاحزاب: ۳۷)

''اور وہ بھی یاد کرو کہ (جب آپ کہہ رہے تھے) اے پیغمبر (اس شخص سے جس پر احسان فرمایا تھا اللہ نے اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا تھا کہ اپنے عقد زوجیت میں رکھو تم اپنی بیوی کو اور ڈرو اللہ سے اور آپ چھپا رہے تھے اپنے دل میں وہ کچھ جس کو ظاہر کرنا تھا اللہ نے اور آپ ﷺ ڈر رہے تھے لوگوں سے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ آپ ﷺ اسی سے ڈرتے پھر جب پوری کر چکا زید اپنی حاجت اس خاتون سے تو طلاق وعدت کے بعد (ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا تا کہ کوئی حرج اور تنگی) باقی نہ رہے ایمان والوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں جب کہ وہ پوری کر چکیں ان سے اپنی حاجت اور اللہ کے اس حکم نے تو بہرحال ہو کر ہی رہنا ہوتا ہے۔''

امام ذہبی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح نص قرآنی کے ساتھ بغیر ولی اور بغیر گواہوں کے کر دیا وہ یہ بات کر کے امہات المؤمنین پر فخر کیا کرتی تھیں، کہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود ساتویں آسمان کے اوپر سے کیا۔ ❷

❶ بخاری: ٦١؛ مسلم: ٢١٤١۔ ❷ سیر اعلام النبلاء: ٢/ ٢١١۔ ترمذی: ٣٢٣١۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ ﴾

(الاحزاب: ۳۷)

پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا۔ (تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تم لوگوں کا نکاح تو تمہارے عزیزوں نے کیا جبکہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے کیا ہے۔ [1]

امام ذہبی فرماتے ہیں: وہ نیک پاکدامن، پرہیز گار اور بہت زیادہ سخاوت کرنے والی خاتون تھیں۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زینب کے پاس جا کر میرا ذکر کرو، وہ چلے گئے جب ان کے پاس پہنچے تو خود کہتے ہیں کہ وہ آٹا گوندھ رہی تھیں، جب میں نے انہیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی اتنی عظمت پیدا ہوئی کہ میں ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ بھی نہ سکا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ کیا تھا، چنانچہ میں نے اپنی پشت پھیری اور الٹے پاؤں لوٹ گیا اور ان سے کہہ دیا کہ اے زینب رضی اللہ عنہا! خوشخبری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے وہ تمہارا ذکر کر رہے تھے انہوں نے جواب دیا کہ میں جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں کچھ نہ کروں گی، یہ کہہ کر وہ اپنی جائے نماز کی طرف بڑھ گئیں اور اسی دوران قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوگئی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لائے اور اور

[1] ترمذی . ۳۲۳۱ . [2] سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۱۱۔

ان سے اجازت لیے بغیر اندر تشریف لے گئے اس نکاح کے ولیمے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روٹی اور گوشت کھلایا، باقی تو سب لوگ کھا پی کر چلے گئے لیکن کچھ لوگ کھانے کے بعد وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی گھر سے باہر چلے گئے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے نکل آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم وقت گزارنے کے لیے باری باری اپنی ازواج مطہرات کے حجروں میں جاتے اور انہیں سلام کرتے، وہ پوچھتیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟

اب مجھے یاد نہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے جانے کی خبر دی یا کسی اور نے بہرحال! نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوگئے میں نے بھی داخل ہونا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ لٹکا لیا اور آیت حجاب نازل ہوگئی اور لوگوں کو اس کے ذریعے نصیحت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳ ﴾

(الاحزاب: ۵۳)

''اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو مگر یہ کہ تم کو اجازت دی جایا کرے کسی کھانے وغیرہ کی اور وہ بھی اس طرح نہیں کہ تم اس کی تیاری کے انتظار میں لگے رہو لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو تم حاضر ہو جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تم اٹھ کر چلے جایا کرو اور بیٹھ نہ جایا کرو

باتوں میں دل لگا کر بیشک اس سے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف اور ناگواری ہوتی ہے مگر وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے میں لحاظ نہیں کرتا اور جب تمہیں ان نبی کی بیویوں (سے کوئی چیز مانگنا) یا کچھ پوچھنا ہو تم پردے کے پیچھے سے مانگا اور پوچھا کرو اس میں بڑی پاکیزگی ہے تمہارے دلوں کے لیے بھی اور ان کے دلوں کے لیے بھی اور تمہارے لیے نہ تو یہ بات کسی طرح جائز ہے کہ تم اللہ کے رسول کو کوئی تکلیف پہنچاؤ اور نہ ہی یہ کہ تم ان کی بیویوں سے نکاح کرو ان کی وفات کے بعد کبھی بھی بلاشبہ یہ اللہ کے نزدیک بھاری گناہ ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں لوگوں کو حدیث بیان کرتا جبکہ آپ کی ازواج نے پردہ کرلیا۔ [1]

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اُم المومنین زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتی تھیں میں آپ کو تین خوبیاں بتا سکتی ہوں، جو مجھ میں ہیں کسی اور بیوی میں نہیں (۱) میرے اور آپ کے دادا ایک ہیں (۲) میرا نکاح آپ سے آسمانوں کے اوپر سے ہوا (۳) میرے سفیر جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

عبید بن عمر سے روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے پاس ٹھہرتے اور ان کے پاس شہد پیتے، تو میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ کہے کہ مجھے آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ چنانچہ آپ ان دونوں میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہی عرض کیا، آپ نے فرمایا میں نے تو زینب بنت جحش کے پاس سے شہد پیا ہے اور اب کبھی نہیں پیوں گا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کیوں ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے:

---

[1] بخاري: ٤٧٩٣؛ مسلم: ١٤٢٨۔

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴﴾

اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا سے خطاب ہے:

﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳﴾ سے مراد آپ کا یہ قول ہے کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ [1]

صحیحین میں حدیث افک (تہمت) میں ثابت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب جحش سے میرے متعلق پوچھتے تھے اور فرماتے اے زینب تو کیا جانتی ہے؟ اور تو نے کیا دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کو بچاتی ہوں خدا کی قسم! میں تو ان کو اچھا ہی جانتی ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وہی میرے ہمسر تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو پرہیزگاری کے سبب سے بچا لیا۔'' [2]

امام ذہبی فرماتے ہیں: وہ نیک، پرہیزگار، کثرت سے روزے رکھنے والی، تہجد گزار، عبادت گزار اور مسکینوں کا خیال رکھنے والی تھیں، ان کو ام المساکین بھی کہا جاتا ہے۔ [3]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے آپ کی زوجہ مطہرہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مرتبہ میں میرے برابر وہی تھیں اور میں نے کوئی عورت حضرت زینب سے زیادہ دیندار، اللہ سے زیادہ ڈرنے والی، سب سے زیادہ سچ بولنے والی، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور بہت ہی صدقہ وخیرات کرنے والی عورت نہیں دیکھی اور نہ ہی حضرت زینب سے بڑھ کر تواضع

---

[1] بخاري: ٥٢٦٧؛ مسلم: ١٤٧٤۔ [2] بخاري: ٢٦٦١؛ مسلم: ٢٧٧٠۔

[3] سير اعلام النبلاء: ٢/ ٢١٧۔

اختیار کرنے والی اور اپنے ان اعمال کو کم سمجھنے والی کوئی عورت دیکھی لیکن ایک بات ہے کہ ان طبیعت میں تیزی تھی اور اس سے بھی وہ جلدی پھر جاتی تھیں۔ ❶

نوٹ:...... جلدی پھر جانے سے مراد اپنی بات سے رجوع کر لینا اور اس پر اس پر ضد نہ کرنا ہے۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان کی ہیں۔

جن لوگوں نے ان سے روایت لی ہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

ان کے بھائی محمد بن عبداللہ بن جحش، ام حبیبہ بنت ابوسفیان، زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہم کلثوم بنت مصطلق اور ان کے غلام کے علاوہ دیگر لوگ۔ ❷

وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے فوت ہونے والی زوجہ محترمہ ہیں۔ ❸

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ تم میں سے سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی کہ جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے تو ازواج مطہرات اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں تا کہ پتہ چلے کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم سب میں سے زیادہ لمبے ہاتھ حضرت زینب کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے محنت اور صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ ❹

ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''تم میں سے مجھے سب سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے'' وہ کہتی ہیں آپ کی ازواج اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ پھر کہتی ہیں ہم میں سے لمبے ہاتھ زینب رضی اللہ عنہا کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے محنت کرتی تھیں اور صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔'' ❺

---

❶ مسلم: ٢٤٤٢۔ ❷ الإصابة: ٨/ ١٥٤۔

❸ الإستيعاب: ٤/ ١٨٥٠۔ ❹ مسلم: ٢٤٥٢۔ ❺ مسلم: ٢٤٥٢۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے مجھے سب سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب ہم ایک گھر میں جمع ہوتی تھی تو ایک دیوار کے ساتھ اپنے ہاتھ رکھ کر ناپا کرتی تھیں ہم ایسا کرتی رہیں حتی کہ زینب بنت جحش فوت ہوگئیں وہ چھوٹے قد کی عورت تھیں اور ہم میں سے لمبی نہ تھیں۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ نبی ﷺ نے لمبے ہاتھوں سے صدقہ وخیرات مراد لیا تھا۔ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے چیزیں تیار کیا کرتی تھیں۔ ان کو دباغت (چمڑے کو رنگنا) کرتیں اور پرونے کے بعد بیچ دیا کرتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کرتی تھیں۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زینب بنت جحش پر رحم فرمائے ان کو دنیا میں ایسا شرف حاصل ہوا جس کو کوئی شرف نہیں، پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان کا نکاح اپنے نبی ﷺ سے کر دیا اور قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا اور آپ نے فرمایا جبکہ ہم ان کے پاس بیٹھی تھیں تم میں سے میرے پاس سب سے پہلے وہ آئے گی جو لمبے ہاتھوں والی ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے پیچھے آنے کی خوشخبری دی اور وہ جنت میں ان کی بیوی ہیں۔ [2]

زینب رضی اللہ عنہا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۲۰ھ کو فوت ہوئیں بعض کے نزدیک ۲۱ھ کو دنیا سے رخصت ہوئیں جبکہ ان کی عمر ۵۰ سال تھی بعض کے نزدیک ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔ [3]

عبدالرحمان بن ابزی سے روایت ہے زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی پھر انہوں نے ازواج مطہرات سے پوچھا ان کی قبر میں کون داخل ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا: جو زندگی میں ان کے پاس آتا تھا۔ [4]

---

[1] مستدرك حاكم: ٦٧٧٦؛ اور کہا کہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

[2] الطبقات الكبرى: ٨/ ١٠٨۔ [3] الإصابة: ٨/ ١٥٤۔

[4] الطبقات: ٨/ ١١٠؛ مصنف ابن ابی شبه: ١١٤٢١؛ مصنف عبدالرزاق: ٦٣٩٧؛ البهيقى: ٧٠٤٨۔

ان کی قبر میں محمد بن عبداللہ بن جحش اور عبداللہ بن احمد بن جحش اور اسامہ بن زید داخل ہوئے۔ ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ [1]

ام المومنین ام حبیبہ رملۃ بنت أبی سفیان رضی اللہ عنہا

ان کا نام رملۃ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ہے ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ہے۔ ان کی شادی عبیداللہ بن جحش سے ہوئی اور ان کے ہاں حبیبہ کی ولادت ہوئی جس کی وجہ سے ان کی کنیت ام حبیبہ ہے۔

ذہبی فرماتے ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد تھیں۔ آپ کی ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار وہی ہیں اور آپ کی ازواج میں سب سے زیادہ مہر والی بھی وہی ہیں۔ جب آپ کا ان سے نکاح ہوا تو وہ گھر سے دور تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب ان کا نکاح کیا گیا تو وہ حبشہ میں تھیں۔ ان کا مہر حبشہ کے بادشاہ نے چار سو دینار ادا کیا اور ان کو تحفے تحائف دے کر روانہ کیا۔ [2]

اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کے لیے خود راستے کھولتا ہے۔ اور ان کی سچائی کی وجہ سے ان کو بہتر بدلہ عطا کرتا ہے۔ اس پاکباز خاتون کا قصہ بھی ایسے ہی ہے جو دین پر ثابت قدم اور سچ پر قائم تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کی وہ مرتد ہو گیا اور عیسائیت قبول کر لی مگر یہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب سے افضل انسان اور کائنات کے سردار عطا کر دیے اور ان کا نکاح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا۔

اسماعیل بن عمرو بن سعید بن عاص کہتے ہیں کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے خواب میں اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کو انتہائی بری اور مکروہ صورت میں دیکھا میں گھبرا گئی اور میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ اللہ تعالیٰ اس کے حال میں تغیر پیدا کرے گا جب صبح ہوئی تو

---

[1] أسد الغابة: ۷/ ۱۲۶۔ [2] سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۱۹۔

مجھے کہنے لگا کہ ام حبیبہ! میں نے مختلف ادیان میں غور وفکر کیا ہے اور مجھے نصرانیت سے بہتر کوئی دین نظر نہیں آیا، میں دین کے قریب ہو گیا تھا لیکن پھر میں محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا اب میں دوبارہ نصرانیت کی طرف لوٹتا ہوں میں نے کہا اس میں تیرے لیے کوئی خیر نہیں اور اپنے خواب کی بھی خبر دی لیکن اس نے کوئی پروا نہیں کی اور شراب پر ٹوٹ پڑا یہاں تک کہ اسی حال میں اس کا انتقال ہو گیا اس کے بعد مجھے دوبارہ خواب دکھائی دیا کہ کوئی مجھے ام المومنین کے نام سے پکار رہا ہے میں گھبرا کر بیدار ہوئی اس کی تعبیر میں نے یہ لی کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے نکاح فرمائیں گے اس کے بعد جیسے ہی میری عدت پوری ہوئی تو شاہ حبشہ کا ایک قاصد میرے دروازے پر کھڑا اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا اور ابرہہ نام کی ایک لونڈی جس کے ذمہ بادشاہ کے کپڑوں اور تیل لگانے کی خدمت تھی وہ بھی اس کے ساتھ تھی وہ لونڈی اندر داخل ہوئی اور کہنے لگی کہ بادشاہ نے آپ کو یہ کہلوایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کا یعنی ام حبیبہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دوں اس کے بعد لونڈی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشخبری دی ہے لہٰذا آپ اپنے نکاح کا کسی کو وکیل مقرر کر دیں۔

میں نے خالد بن سعید بن ابی العاص کو پیغام بھیجا اور انہیں اپنا وکیل مقرر کر دیا اور میں نے خوشی میں چاندی کے دو کنگن اور دو پازیب اور پاؤں میں پہنی ہوئی چاندی کے تمام زیور خوشخبری لانے والی باندی ابرہہ کو دے دی، جب شام ہوئی تو نجاشی نے جعفر بن ابی طالب اور وہاں موجود تمام مسلمانوں کو جمع ہونے کا حکم دیا اور پھر خطبہ پڑھا کہ تمام تعریفیں اس ایک اللہ کے لیے جو بادشاہ ہے، تمام عیوب سے پاک ہے، سلامتی والا ہے، امن دینے والا ہے اور غلبہ والا ہے۔ زبردست اور جبار ہے میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، یہ وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم کو دی گئی۔

حمد و صلاۃ کے بعد کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا ہے کہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ان کے ساتھ نکاح کر دوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں مہر میں چار سو دینار دینے کا اعلان کرتا ہوں پھر نجاشی نے وہ دینار لوگوں کے سامنے رکھ دیے اس کے بعد خالد بن سعید بن ابی العاص گویا ہوئے اور ان الفاظ کے ساتھ خطبہ دیا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں میں اس کی حمد کرتا ہوں اسی سے مدد مانگتا اور اسی سے دشمن کے خلاف طلبِ نصرت کرتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو، حمد و صلاۃ کے بعد کہتا ہوں کہ جس چیز کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش ظاہر فرمائی ہے میں اس پر لبیک کہتے ہوئے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کو ان کے نکاح میں دیتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر برکتیں نازل فرمائے پھر نجاشی نے وہ دینا رخالد بن سعید بن ابی العاص کے سپرد کر دیے جو انہوں نے بحثیت وکیل اپنے قبضہ میں لے لیے لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن نجاشی نے کہا ذرا بیٹھے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کہ نکاح کے موقع پر دعوت کی جائے پس اس نے کھانا منگوایا سب لوگوں نے کھانا کھایا اور پھر فارغ ہو کر چلے گئے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب مجھے مہر کی وہ تمام رقم مل گئی تو میں نے ابرہہ کو جس نے مجھے بشارت دی تھی بلوایا اور کہا اس دن تو میں نے تمہیں جو دیا وہ دیا لیکن اس وقت میرے پاس نقد رقم نہ تھی لہٰذا اب تم اس میں سے پچاس دینار لے لو اور اپنے کام میں لاؤ مگر اس نے انکار کر دیا پھر میں نے وہ تھیلی نکالی جس میں نجاشی کی دی ہوئی کل رقم تھی اور تمام رقم اس کے حوالہ کر دی لیکن اس نے وہ بھی لوٹا دی اور کہا کہ مجھے بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ اس میں ذرا بھی کمی نہ آنے دوں اور میں بادشاہ کی وہ خادمہ ہوں جس کے ذمہ کپڑوں اور تیل لگانے کی خدمت ہے اور میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا اتباع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اسلام کو قبول

کیا ہے۔ بادشاہ نے اپنے تمام خواتین کو حکم دیا جو کچھ بھی ان کے پاس خوشبوئیں اور عطریات ہیں وہ سب آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔

اگلے دن ابرہہ میرے پاس عود، ورس، عنبر اور بہت سے عطریات لے کر آئی ان سب کو لے کر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ ﷺ ان تمام چیزوں کو میرے اوپر اور میرے پاس دیکھتے لیکن منع نہ فرماتے۔ ابرہہ نے یہ سب چیزیں مجھے دیتے ہوئے کہا کہ میری ایک گزارش ہے کہ میری طرف سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کر دیں اور بتلا دیں کہ ابرہہ نے آپ کے لائے ہوئے دین کو اپنے سینے سے لگا لیا ہے۔ پھر ابرہہ میرے ساتھ انتہائی لطف و مہربانی سے پیش آتی رہی اور واپسی کے وقت اسی نے مجھے تیار کیا اور جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہی کہتی کہ میں نے جو گزارش اور ضرورت تمہارے سامنے بیان کی اسے مت بھولنا، پھر میں جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچی تو میں نجاشی اور خالد بن سعید بن ابی العاص کے خطبوں اور ابرہہ کا حال سنایا آپ سن کر مسکرا دیے میں نے ابرہہ کا سلام عرض کیا آپ نے فرمایا: وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ [1]

اسی طرح وہ معززہ اور معقرہ بن گئیں اللہ تعالیٰ نے ان کی شان بلند کر دی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نصرت کی اور عزت پا گئیں۔

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ سردار اور پردہ دار خاتون تھیں۔ [2]

وہ مزید فرماتے ہیں: ان کی عزت اور رعب بہت زیادہ تھا۔ خصوصاً ان کے بھائی کے دورِ حکومت میں ان کی جلالت اور بڑھ گئی تھی ان کو مومنوں کا خال (ماموں) کہا جاتا ہے۔ [3]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: وہ سردار، عابدات اور پرہیزگار امہات المؤمنین میں شامل تھیں۔ [4]

---

[1] الطبقات: ۸ / ۹۷، ۹۸؛ مستدرك حاكم: ٤/ ۲۲۔

[2] سير اعلام النبلاء: ۲/ ۲۱۸۔ [3] حواله سابقه: ۲/ ۲۲۲۔

[4] البداية والنهاية؛ ۱۱/ ۱٦٦۔

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب ابوسفیان بن حرب مدینہ آیا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ مکہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے تھے اس نے صلح حدیبیہ کو دوبارہ قائم کرنے اور اس کی مدت میں اضافہ کی درخواست کی مگر آپ نے اسے منظور نہ کیا۔ وہ آپ کی مجلس سے اٹھا اور اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا تو انہوں نے آپ کا بستر اکٹھا کر دیا۔ اس نے کہا۔ بیٹی! یہ بستر میرے قابل نہیں یا میں بستر کے قابل نہیں وہ فرمانے لگیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم ایک مشرک اور پلید انسان ہو اس نے کہا بیٹی! میرے بعد تمہارا مزاج خراب ہو گیا ہے۔ ❶

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں ان کے بھائی معاویہ، عنبسہ، ان کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ بن ابی سفیان، عروۃ بن زبیر، ابوصالح السمان، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابی سلمہ، شتیر بن شکل، ابوملیح عامر الہذلی وغیرہ۔ ❷

ان کی وفات کے متعلق ابوعمر کا کہنا ہے کہ وہ ۴۴ھ میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ ❸

ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ام المومنین زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ ان کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ خزاعہ قبیلے سے ہیں اور سردار کی بیٹی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے ان کا نام برہ تھا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے بدل ڈالا، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا نام جویریہ کی بجائے برۃ تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے تبدیل کر دیا کیونکہ آپ اس بات کا ناپسند کرتے تھے کہ یہ کہا جائے

❶ الطبقات: ٨/ ٩٩؛ تاریخ ابن عساکر (دمشق) ٦٩/ ١٥٠۔

❷ سیر اعلام النبلاء: ٢/ ٢١٩۔ ❸ الإستیعاب: ٤/ ١٨٥٤۔

کہ آپ برہ (نیکی کرنے والی) کے پاس سے چلے گئے۔ ❶

ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان المصطلقی سے ہوئی، بنی مصطلق تبلیغ دین اور راہ حق سے روکنے والوں میں شامل تھے۔ چھ یا سات ہجری میں ان کے ساتھ لڑائی میں مسافع بن صفوان جو ان کا خاوند تھا قتل ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے ان کو قید کر لیا۔ یہ تقسیم کے وقت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں آئیں انہوں نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت (رقم کے عوض رہائی) کر لی یہ انتہائی حسین، وجمیل خاتون تھیں جو ان کو دیکھتا ان کو پسند کرتا۔ ❷

عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن اَبی بکر اور محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو مصطلق آپ کے خلاف جمع ہو رہے ہیں جبکہ ان کا سردار حارث بن ابی ضرار ہے (جو کہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ تھا) جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سنی تو ایک لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہو گئے ایک چشمہ پر جسے المریسع کہا جاتا تھا اور یہ قدید کے ساحل کے پاس تھا دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا شدید لڑائی کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی مصطلق کو شکست سے دوچار کر دیا ان کے بہت سے لوگ قتل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بچے عورتیں اور اُموال اپنے قبضے میں لے لیے۔ ❸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ بن حارث بن المصطلق جنگ میں گرفتار ہونے کے بعد مال غنیمت کی تقسیم میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں آئیں انہوں نے اپنے نفس کو آزاد کرنے پر مکاتبت (رقم کے بدلے آزادی) کا معاہدہ کر لیا وہ ایک خوبصورت عورت تھیں جن پر نظریں پڑتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس بدلِ کتابت کے بارے میں سوال کرتی ہوئی آئیں جب

---

❶ مسلم: ٢١٤٠؛ مسنداحمد: ٢٩٠٠۔ ❷ الطبقات: ٨/ ١١٦؛ الغابة: ٦/ ٥٦۔
❸ تاریخ طبری: ٢/ ٦٠٤۔

وہ دروازہ میں کھڑی ہوگئیں تو میں نے انہیں دیکھا اور ان کے کھڑے ہونے کو ناپسند کیا اور مجھے معلوم تھا کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے وہی اعضاء دیکھیں گے جو میں نے دیکھے ہیں یعنی چہرہ قد وقامت وغیرہ اور مجھے خیال ہوا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھی ان سے نکاح کی رغبت نہ ہو جائے جویریہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث ہوں اور جو میرا پہلے حال تھا، وہ آپ پر مخفی نہیں ہے اور میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں جا پڑی اور میں نے اسے اپنے نفس کی آزادی پر معاہدہ کتابت کر لیا ہے پس میں آپ کے پاس اپنے بدل کتابت کے بارے میں سوال کرنے آئی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے لیے اس سے بہتر کچھ اور نہیں ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ وہ کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ میں تمہارا بدل کتابت ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں وہ کہنے لگی میں نے بیشک کر لیا یعنی میں بخوشی راضی ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب لوگوں نے یہ سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا تو انہوں نے وہ تمام قیدی بنی مصطلق کے جو ان کے قبضہ میں تھے، آزدا کردیے اور کہنے لگے کہ یہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہیں ہم نے جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لیے برکت والی کوئی عورت نہیں دیکھی کہ ان کے سبب سب کے سب بنی المصطلق آزاد ہوگئے۔ ❶

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کے خاندان کے قیدیوں کو آزاد کر دیا صحابہ رضی اللہ عنہم فرمانے لگے یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہیں یہ ان کی اپنی قوم کے لیے برکت ہے۔ ❷

ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوئے تو جویریہ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ تھیں۔ آپ کے ساتھ اسلامی لشکر تھا۔

---

❶ ابوداود: ٣٩٣١؛ مسند احمد: ٢٦٣٦٥۔

❷ جلاء الأفهام: ٣٧٦، ٣٧٧.

آپ نے جویریہ رضی اللہ عنہا کو بطور امانت ایک آدمی کے سپرد کیا اور ان کا پورا خیال اور نگرانی کا حکم دیا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار آئے تا کہ اپنی بیٹی کو فدیہ دے کر آزاد کرا سکیں۔ جب وہ وادی عقیق میں پہنچے تو انہوں نے ان اونٹوں کو ایک نظر دیکھا جو وہ بطور فدیہ ادا کرنے کے لیے ساتھ لائے تھے۔ ان کو دو اونٹ بہت ہی اچھے لگے تو انہوں نے ان دو اونٹوں کو وادی عقیق کی ایک گھاٹی میں چھپا دیا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم لوگوں نے میری بیٹی کو گرفتار کر لیا ہے۔ میں یہ مال بطور فدیہ لے کر آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دو اونٹ کدھر ہیں جو آپ نے وادی عقیق کی فلاں فلاں گھاٹی میں چھپائے ہیں۔ حارث کہنے لگا: "أشهد أن لا الـه الا اللّٰه وأنك محمد رسول اللّٰه۔" اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان اونٹوں کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ حارث اسلام لے آئے۔ ان کے دو بیٹے اور ان کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے ان دونوں اونٹوں کو لانے کے لیے آدمی بھیجا جو دونوں اونٹ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ان کی بیٹی جویریہ ان کے سپرد کر دی گئی۔ وہ بھی اسلام لے آئیں اور اس پر کاربند ہو گئیں۔ رسول اللہ علیہ السلام نے ان کے والد کو نکاح کا پیغام دیا۔ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ نے ۴۰۰ درہم مہر ادا کیا ہے۔ [1]

جویریہ رضی اللہ عنہا کو پہلے سے ہی علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی کریں گے کیونکہ انہوں نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر خود ہی یہ کی تھی اور کسی کو اس کی خبر نہ دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔

جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے تین دن پہلے خواب دیکھا کہ یثرب (مدینہ) سے ایک چاند چلتا ہوا آیا اور میری گود میں گر گیا۔

[1] سيرة ابن هشام: ٤/ ٢٩٥-٢٩٦.

میں نے یہ خواب کسی کو بتانا بہتر نہ سمجھا حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے خلاف چڑھائی کر دی اور ہمیں قید کر لیا۔ میں نے اپنی قید میں سوچا کہ میرا خواب پورا ہونے والا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے آزاد کر دیا اور میرے ساتھ شادی کر لی۔ اللہ کی قسم میں نے اپنی قوم کے لوگوں کے بارے میں ابھی کوئی بات نہ کی تھی کہ مسلمانوں نے خود ہی ان کو آزاد کر دیا۔ مجھے اس کا علم بھی نہ تھا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی چچا زاد بیٹوں کی ایک لونڈی نے مجھے بتایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی ہے۔ ❶

ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا انتہائی عبادت گزار خاتون تھیں۔ ان کی عبادت کے متعلق ایک روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے۔

"ابو ایوب، جویریہ بنت حارث سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمعہ کے دن تشریف لائے اور وہ روزہ سے تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ گزشتہ کل تم نے روزہ رکھا تھا، انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر افطار کر لو۔" ❷

ان کی کثرت عبادت کی ایک دلیل یہ بھی ہے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت جویریہ r سے روایت ہے کہ نبی ﷺ صبح کے وقت ہی نماز ادا کرنے کے بعد ان کے پاس چلے گئے اور وہ اپنی جائے نماز پر ہی بیٹھی ہوئی تھیں پھر دن چڑھے آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں تمہارے پاس سے گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہوئی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے تیرے بعد ایسے چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں کہ اگر تیرے آج

---

❶ مستدرك حاكم : ٤/ ٢٨۔ دلائل النبوة : ٤/ ٥٠ .

❷ بخاری : ١٩٨٦ .

کے وظیفہ کو ان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ان کلمات کو وزن زیادہ ہوگا:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وبحمده عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَاد كَلِمَاتِهِ"

''اللہ کی تعریف اور اس کی پاکی ہے اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اس کی رضا اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔'' [1]

جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں جبکہ ان سے روایت کرنے والوں میں۔ابن عباس، جابر، ابن عمر رضی اللہ عنہم شامل ہیں، اور عبید بن سباق وغیرہ [2] ہے۔

ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ربیع الاول سنہ ۵۶ھ کو فوت ہوئیں۔ ان کی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ برس تھی۔ [3]

اُم المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

ان کا نام صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ بن عامر بن عبید بن کعب بن خزرج بن اَبی حبیب بن نفیر بن نحام بن ینحوم ہے جو کہ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ یہ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموال جو کہ رفاعہ بن سموال کی بہن ہیں۔ ان کا تعلق بنی قریظہ سے ہے جو بنونضیر کے بھائی ہیں۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کو یہودی کی بیٹی کہا ہے تو وہ رونے لگیں اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے آئے تو وہ اس وقت بھی رو رہی تھیں، آپ نے ان

---

[1] مسلم: ۲۷۲۶.   [2] أسد الغابه: ٦/ ٥٤.

[3] معرفة الصحابة: ٢/ ٩٦٢.

[4] الطبقات الكبرى: ٨/ ١٢٠ـ الاستيعاب: ٤/ ١٨٧١.

سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا میرے بارے میں حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کے کہنے کا غم نہ کرو حقیقت تو یہ ہے کہ تم پیغمبر کی بیٹی ہو تمہارا چچا بھی پیغمبر تھا اور اب تم ایک پیغمبر کی یعنی میری بیوی ہو پھر آپ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو متنبہ کیا کہ اے حفصہ تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔'' [1]

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی سے نکاح کیا جو کہ ہارون بن عمران علیہ السلام جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں کی اولاد میں سے تھیں۔ [2]

ابن اثیر اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: صفیہ رضی اللہ عنہا لاوی بن یعقوب کی نسل سے تھیں پھر ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ [3]

صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی شادی سلام بن مشکم سے ہوئی۔ وہ شاعر تھا۔ پھر دوسری شادی کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی وہ بھی شاعر تھا۔ کنانہ خیبر کی جنگ میں قتل ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ۷ھ میں نکاح کیا۔ [4]

صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ اور ان کا چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔

ام المؤمنین صفیہ بنت حیی سے روایت ہے، میں اپنے والد اور چچا کے ہاں سب سے زیادہ عزیز تھی، میں ان کے بچوں کے ساتھ جب بھی ان کے پاس آتی تو وہ اپنے بچوں کو چھوڑ کر مجھے ملتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں بستی عمرو بن عوف میں تشریف لائے تو میرے والد اور میرے چچا ابو یاسر بن اخطب بھی وہاں حاضر ہوئے۔ اللہ کی قسم! وہ سورج غروب ہونے کے وقت واپس آئے، وہ بہت ہی تھکے ماندے، سست اور مایوس تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ میں بھی حسب عادت بھاگ کر ان کو ملنے کے لیے بڑھی مگر اللہ کی قسم! ان میں سے کسی نے بھی میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو یہ کہتے ہوئے

[1] ترمذی: ۳۸۹٤۔ مسند احمد: ۱۲۳۹۲.
[2] جلاء الأفهام: ۳۷۷.
[3] أسد الغابه: ٦/ ۱۹٦.
[4] الاستيعاب: ٤/ ۱۸۷۱.

سنا وہ میرے والد کو کہہ رہے تھے کیا یہ وہی نبی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! وہی ہیں۔ میرے چچا نے کہا: کیا تو ان کو ان کی صفات سے پہچان چکا ہے؟ میرے والد نے کہا، ہاں اس نے پھر پوچھا: ان کے متعلق تیرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں جب تک زندہ رہوں گا، ان سے عداوت رکھوں گا۔ [1]

ابراہیم بن جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں جب صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تمام یہودیوں میں سے میرا سب سے بڑا دشمن تیرا باپ تھا۔ وہ اسی دشمنی پر رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کر ڈالا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے ﴿وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لو۔ اگر اسلام کو اختیار کرو تو میں تمہیں اپنے پاس روک لوں گا اور اگر یہودیت پر رہنا چاہو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا اور تم اپنی قوم کے پاس چلے جانا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، میں اسلام کی طرف مائل ہوں، آپ کی دعوت سے پہلے ہی میں آپ کو سچا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مان چکی ہوں، جبکہ میں آپ کے خیمہ میں تھی۔ مجھے یہودیت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اب نہ میرا باپ زندہ ہے اور نہ ہی بھائی۔ آپ نے مجھے کفر اور اسلام میں اختیار دیا ہے۔ مجھے اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آزادی اور اپنی قوم کے پاس جانے سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لیے روک لیا ہے۔ [2]

بعض ازواج مطہرات نے ان کو یہودی کی بیٹی کہا۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے آئے تو وہ اس وقت بھی رو رہی تھیں،

---

[1] دلائل النبوة للبیهقی: ۲/ ۵۳۳۔ ابونعیم نے بھی اسے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے۔: ۳۷.

[2] الطبقات: ۸/ ۱۲۳.

آپ نے ان سے پوچھا اے بنت حیی کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں۔ اس لیے کہ آپ کی بیویاں بھی ہیں اور چچا کی بیٹیاں بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ تم نے ان سے یوں نہ کہا کہ تم مجھ سے بہتر کس طرح ہوسکتی ہو۔ میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میرے والد ہارون علیہ السلام ہیں۔ اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ [1]

اس کے بعد وہ ازواج مطہرات کے سامنے فخر کا اظہار کیا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا ہے کہ وہ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جبکہ موسیٰ علیہ السلام ان کے چچا ہیں۔

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ کی تمام ازواج مطہرات آپ کے پاس جمع ہوگئیں، صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتی ہوں کہ جو تکلیف آپ کو ہے وہ مجھے ہو جائے۔ دوسری ازواج مطہرات نے ان کی طرف دیکھ کر آنکھوں سے اشارہ کیا۔ (کہ یہ جھوٹا دعویٰ ہے) آپ نے فرمایا: تم سب کلی کرو۔ ازواج مطہرات نے پوچھا کس لیے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے فرمایا: ''تم اپنی سوتن کی بات پر اشارہ کر رہی ہو حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ وہ اپنی بات میں سچی ہے۔ [2]

صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی حیات مبارکہ میں اور آپ کی وفات کے بعد اسلام پر ثابت قدم رہ کر زندگی گزاری۔ وہ انتہائی نیک، حق گو، پرہیز گار، دین کی داعیہ، حق بات کی مبلغہ اور صالح خاتون تھیں۔ عبد اللہ بن عبیدہ فرماتے ہیں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے ان کو آواز دے کر فرمایا: ''یہ سجدہ اور دعا تو ہے مگر (اللہ کے خوف سے) آہ بکا کہاں ہے؟ [3]

---

[1] ترمذی: ۳۸۹۲۔ الکبیر: ۲۴/ ۷۵۔ امام ترمذی نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے۔

[2] طبقات: ۸/ ۱۲۸۔ مصنف عبد الرزاق: ۲۰۹۲۲.

[3] مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۵۳۲۔ حلیة الاولیاء: ۲/ ۵۵.

کنانہ سے روایت ہے کہ میں صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایک سواری پر لے کر جا رہا تھا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی صفائی پیش کریں رستے میں اشتر ملا۔ اس نے ان کے خچر کے منہ پر کوئی چیز دے ماری جس سے وہ ایک طرف جھک گئی۔ انہوں نے فرمایا: مجھے واپس لے چلو کہیں یہ مجھے ناکام نہ کر دے۔ پھر انہوں نے اپنے گھر سے ایک لکڑی کا تختہ عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف رکھا اور اس پر کھانا پینا پہنچاتی رہیں۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: وہ انتہائی شریف، باوقار، عقلمند، خوبصورت اور دیندار خاتون تھیں۔ [1] وہ مزید فرماتے ہیں: صفیہ رضی اللہ عنہا انتہائی باوقار اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ [2]

ابن قیم فرماتے ہیں: ان کے امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر مقرر کر دیا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نفس کو ہی ان کا مہر مقرر کیا (یعنی آزادی کو) یہ امت کے لیے تا قیامت سنت جاری و ساری ہے یعنی ہر مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے اور اس کی آزادی کو اس کا مہر بنائے، وہ اس کی بیوی شمار ہو گی۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ مسئلہ منصوص ہے۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف جہاد کیا تو ہم نے صبح کی نماز خیبر کے قریب اندھیرے میں پڑھی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ابوطلحہ بھی سوار ہوئے اور میں ابوطلحہ کا ردیف تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی گلیوں میں جا رہے تھے اور میرا گھٹنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے مس کرتا جاتا تھا آپ نے ازار اپنی ران سے ہٹا دی، یہاں تک کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھ لیا، پھر آپ بستی کے اندر داخل ہو گئے تو آپ نے فرمایا"اللّٰہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح

---

[1] سیر اعلام النبلاء ٢/ ٢٣٢، ٢٣٥. [2] سیر اعلام النبلاء ٢/ ٢٣٢، ٢٣٥.
[3] جلد الأفهام : ٣٧٧.

المنذرين" تین بار فرمایا، انس کہتے ہیں) بستی کے لوگ (اپنے کاموں کے لیے نکلے تو انہوں نے کہا محمد) آ گئے (عبد العزیز کہتے ہیں ہمارے بعض دستوں نے) یہ بھی (کہا کہ اور خمیس یعنی لشکر بھی آ گیا، چنانچہ ہم نے خیبر کو بزور) شمشیر (حاصل کیا پھر قیدی جمع کیے گئے، تو دحیہ آئے اور انہوں نے کہا کہ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان قیدیوں میں سے کوئی لونڈی دے دیجئے، آپ نے فرمایا کہ جاؤ، اور کوئی لونڈی لے لو، انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا، پھر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے صفیہ بنت حیی قبیلہ قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی دحیہ کو دے دی، وہ آپ کے سوا کسی کے قابل نہیں ہے، آپ نے فرمایا: ان کو مع صفیہ کے لے آؤ، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کی طرف نظر کی تو فرمایا کہ ان کے علاوہ کوئی اور لونڈی قیدیوں میں سے لے لو، انس کہتے ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا، ثابت نے انس سے کہا، اے ابوحمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کا مہر کیا باندھا تھا؟ انس نے کہا آزاد کر دینا ہی ان کا مہر قرار پایا، حتیٰ کہ آپ ابھی راستہ میں ہی تھے۔ تو ام سلیم نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دلہن بنایا اور رات کو آپ کے پاس بھیجا، صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دلہا تھے، پھر آپ نے فرمایا جس کے پاس کھانے پینے کا جو کچھ ہو لے آئے، آپ نے ایک چمڑے کے دسترخوان کو بچھا دیا، کوئی چھوہارے لایا اور کوئی گھی لایا عبدالعزیز کہتے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ انس نے ستو کا بھی ذکر کیا، الغرض ان لوگوں نے حلوہ بنایا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا حق مہر قرار دیا ہے۔ [2]

صفیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں، ان سے روایت کرنے والے مندرجہ ذیل ہیں۔ کنانہ، یزید بن متعب (غلام) زین العابدین، علی بن حسین، اسحاق

---

[1] بخاری: ۳۷۱۔ مسلم: ۱۳٦۵.   [2] بخاری: ۵۰۸٦۔ مسلم: ۱۳٦۵.

بن عبد اللہ حارث بن مسلم بن صفوان وغیرہ۔ ❶

ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا ۵۲ھ میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں فوت ہوئیں اور انہیں بقیع قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ❷

ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ان کا نام میمونہ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ھزم بن رؤیبہ بن عبد اللہ بن ھلال بن عامر بن صعصہ ہے۔ ان کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زبیر بن حارث، ان کا تعلق حماطۃ بن حمیر سے ہے بعض نے کہا: ان کا تعلق کنانہ سے ہے۔

اسلام لانے سے قبل ان کا نام برۃ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام میمونہ رکھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ کا نام برۃ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام میمونہ رکھا۔ ❸

زمانہ جاہلیت میں ان سے مسعود بن عمیر بن عمیر الثقفی نے شادی کی تھی۔ پھر ان کو طلاق دے دی۔ پھر ان کی شادی ابورہم بن عبد العزی بن اَبی قیس سے ہوئی جو بنی مالک بن حسل بن عامر بن لوی سے تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شادی ہوئی۔ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آپ کے چچا نے ان کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ وہ ان کے سرپرست تھے۔ وہ ام فضل بنت حارث ہلالیہ کی حقیقی بہن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مقام سرف پر نکاح کیا تھا جو کہ مکہ سے فقط ۱۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ آخری خاتون ہیں جن کے ساتھ رسول اللہ نے نکاح کیا۔ آپ نے ان سے نکاح ۷ھ میں عمرۃ قضاء کے موقع پر کیا۔ ❹

---

❶ الإصابه: ۸/ ۲۱۲.
❷ الإصابة: ۸/ ۲۱۲.
❸ مستدرك حاكم: ٦٧٩٣.
❹ الطبقات الكبرىٰ: ۸/ ۱۰٤.

علی بن عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عمرۃ قضاء کے لیے مکہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اوس بن خولی اور ابو رافع رضی اللہ عنہما کو عباس رضی اللہ عنہ کے پاس میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی غرض سے بھیجا۔ ان کے اونٹ رستے میں گم ہو گئے وہ کئی دن رابغ (جگہ کا نام) میں ہی رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دونوں اونٹ مقام قدید میں دیکھے۔ آپ نے یہ دونوں اونٹ اپنے قافلہ میں شامل کر لیے۔ یہ دونوں حضرات بھی آپ کے ساتھ چلے حتی کہ مکہ پہنچ گئے۔ آپ نے عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں پیغام بھیجا۔ ان کو بتایا گیا۔ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ عباس رضی اللہ عنہما کے گھر تشریف لائے اور عباس رضی اللہ عنہما کو منگنی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے آپ سے میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی ہے۔ [1]

میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میرے ساتھ نکاح کیا تو ہم دونوں احرام سے نکل چکے تھے اور آپ نے مقام سرف پر مجھ سے نکاح کیا جب ہم مکہ سے واپس آ رہے تھے۔ [2]

ان کے متعلق ہی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الاحزاب: ٥٠)

''اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے یہ اس صورت میں کہ خود نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیے۔ یہ خاص طور پر صرف تیرے لیے ہے اور مومنوں کے لیے نہیں۔''

اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب منگنی کا پیغام لانے والا آیا تو وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں

---

[1] الطبقات: ٨/ ١٣٢.

[2] مسلم: ١٤١١۔ مسند احمد: ٢٦٨١٥.

تو انہوں نے فرمایا: یہ اونٹ اور اس کی سوار دونوں رسول اللہ ﷺ کے لیے ہیں۔ ❶

ان کی عبادت، امانت، ایمانداری، پرہیزگاری اور اصلاح کے متعلق بہت سی واقعات منقول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ایمان صادق کی گواہی دی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمام بہنیں حقیقی مومنہ ہیں۔ میمونہ ام فضل عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ، اسماء بنت عمیس جو کہ جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ جو ان لوگوں کی ماں شریک بہن ہے۔ ❷

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میری خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ اور نبی ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ ❸

یزید بن اصم سے روایت ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی مسواک ہر وقت پانی میں پڑی رہتی تھی، اگر وہ کسی کام میں مشغول ہوتیں تو بہتر ورنہ مسواک شروع کر دیتی تھیں۔ ❹

یزید بن اصم سے روایت ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کوئی قریبی عزیز ان کے پاس آیا تو ان کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا: اگر تم مسلمانوں سے ملاقات کرو گے تو وہ تم کو کوڑے لگائیں گے یا فرمایا تجھے پاک کریں گے اور خبردار آئندہ کبھی میرے گھر میں داخل نہ ہونا۔ ❺

میمونہ رضی اللہ عنہا نے انار کا ایک دانہ زمین پر گرا ہوا دیکھا تو اسے اٹھایا اور یہ آیت کریمہ پڑھی:

﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔''

---

❶ الروض الأنف : ٧/ ١٦١ .

❷ الطبقات : ٨/ ١٣٨ ۔ سنن الكبرىٰ : ٢٤/ ١٣١ ۔ سلسلة احاديث الصحيحه : ١٧٦٤ .

❸ مسلم : ٣٢٢ .　❹ الطبقات : ٨/ ١٣٨ .

❺ الطبقات : ٨/ ١٣٩ ۔ مصنف ابن ابی شيبه : ٢٨٦٣٠ .

یزید بن اصم سے روایت ہے کہ میں نے اور ابن طلحہ بن عبید اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا استقبال کیا، جب وہ مکہ سے واپس آ رہی تھیں۔ طلحہ ان کے بھانجے ہیں۔ ہم دونوں ایک باغ میں گئے اور پھل توڑ کر لے آئے۔ جب ان کو اس کا پتہ چلا تو پہلے انہوں نے اپنے بھانجے کو ملامت کی اور برا بھلا کہا پھر مجھے نصیحت فرمائی۔ پھر فرمانے لگیں۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہانک کر لے آیا اپنے نبی کے گھر میں جگہ دی ہے۔ میمونہ رضی اللہ عنہا تو دنیا سے چلی گئی ہیں مگر وہ رسی تمہارے کندھے پر ڈال گئی ہیں (کیونکہ یہ ان کے بھانجے تھے) وہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور ہم سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ [1]

ذہبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وہ سردار عورتوں میں سے تھیں۔ [2]

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے بھانجے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، یزید بن اُصم، عبداللہ بن شداد بن ہاد، عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار، کریب اور عبید بن السباق وغیرہ شامل ہیں۔

یزید بن اصم روایت کرتے ہیں کہ جب میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا جبکہ ان کے بھانجوں میں سے کوئی موجود نہ تھا کہ مجھے مکہ سے باہر لے چلو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھے مکہ میں موت نہیں آئے گی۔ لوگوں نے ان کی چارپائی اٹھائی اور مقام سرف میں اس درخت کے نیچے لے آئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خلوت فرمائی تھی۔ وہ اس جگہ فوت ہو گئیں۔ [3]

ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا مقام سرف میں ٦١ھ کو فوت ہوئیں۔ بعض کے نزدیک ٦٦ھ ہے۔ ان کی نماز جنازہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ادا کی۔ وہ مقام سرف میں ہی دفن ہوئیں۔ ان کی

---

[1] مصنف ابن أبی شیبه: ٢٠٣٢٤ ـ مستدرك حاكم: ٦٧٩٩.

[2] سير اعلام النبلاء: ٢/ ٢٣٩.

[3] تاريخ الكبير للبخاری: ٥/ ١٢٧.

قبر میں یزید بن امم، عبداللہ بن شداد (دونوں ان کے بھانجے ہیں) اترے۔ عبداللہ الخولانی جو کہ یتیم تھے ان کے زیر پرورش تھے۔ یہ بھی قبر میں داخل ہوئے۔

عطاء، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نبی کریم سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں مقام سرف میں حاضر تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں جب تم ان کی نعش اٹھاؤ تو نہ حرکت دینا اور نہ زیادہ ہلانا ان کے ساتھ نرمی اختیار کرنا۔ [1]

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت میمونہ سے نکاح بھی غیر محرم ہونے کی صورت میں کیا تھا اور ان کے ساتھ تخلیہ بھی غیر محرم ہونے کی حالت میں کیا تھا اور ان کا انتقال سرف نامی جگہ میں ہوا تھا ہم نے انہیں اسی جگہ دفن کیا تھا جس جگہ ایک خیمے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ تخلیہ فرمایا تھا اور ان کی قبر میں میں اور حضرت ابن عباس اترے تھے۔ جب ہم نے انہیں لحد میں رکھا تو ان کا سر ایک طرف مائل ہوگیا۔ میں نے ان کے سر کے نیچے چادر رکھ دی مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ چادر نکال کر باہر پھینک دی ان کا سر بخار کی وجہ سے گرم تھا۔ [2]

ماریہ بنت شمعون القبطیہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام ماریہ بنت شمعون قطبیہ ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ہیں۔

اہل کتاب اس نبی کے انتظار میں تھے جسے جزیرہ عرب سے مبعوث ہونا تھا۔ اسی لیے جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ کے مبعوث ہونے کی خبر سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] بخاري: ٥٠٦٧ـ مسلم: ١٤٦٥.

[2] مسند احمد: ٢٦٨٢٨ـ صحيح ابن حبان: ٤١٣٤.

صداقت کو تسلیم کر لیا اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے بادشاہوں کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی تو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے آپ کے خط کا بہترین انداز سے جواب دیا۔اس نے آپ کی خدمت میں تحائف بھیجے، ان تحائف میں سے ایک ماریہ قبطیہ بھی تھیں جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابراہیم علیہ السلام عطا فرمائے۔

عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں، روم کے بعض قبائل کے سردار نے جس کا نام مقوقس تھا۔ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک نوجوان لڑکی جوان بادشاہوں کی بیٹی تھی تحفہ کے طور پر بھیجی، اس کا نام ماریہ تھا۔ [1]

عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن اُبی صعصہ ذکر کرتے ہیں شاہ اسکندریہ مقوقس نے ۷ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن سیرین کو بطور ہدیہ بھیجا۔ اس کے علاوہ ایک ہزار مثقال سونا، بیس تھان نرم و ملائم کپڑا، دلدل خچر، اور یعفور یا عضیر نامی گدھا بھی بھیجا۔ مأمور نامی خصی بوڑھا بھی ساتھ تھا جو ماریہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھی۔ یہ سامان حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حاطب رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اسلام کے امتیازی اوصاف سمجھائے۔ ماریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے بھائی نے اسلام قبول نہ کیا لیکن بعد میں مدینہ کے اندر عہد رسالت میں مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو ماریہ رضی اللہ عنہا بہت ہی پسند آئیں۔ وہ آپ کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ ان کا رنگ سفید تھا اور وہ بہت ہی خوبصورت تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو العالیہ میں ٹھہرایا۔ جسے آج کل مشربہ ابراہیم کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔آپ نے ان سے پردہ کرایا تھا مگر باندی کے طور پر صحبت فرماتے تھے۔ یہ حاملہ ہو گئیں تو اسی مشربہ میں ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک

[1] معرفة الصحابة : ٧٤٨٩ .

لونڈی سلمی نے دائی کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ سلمی کے شوہر ابو رافع نے آپ کو خوشخبری سنائی تو آپ نے ان اس کو ایک غلام ہبہ کر دیا۔ یہ ۸ ھ کا واقعہ ہے۔ انصار ابراہیم سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ بچے کو اپنی کفالت میں لے کر ماریہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فارغ کر دیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے ساتھ محبت کو جانتے تھے۔ ❶

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات میرے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی میں نے اس لڑکے کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیم کے نام پر رکھا پھر آپ نے وہ لڑکا ام سیف کو دے دیا جو کہ ایک لوہار کی بیوی تھی اور اس لوہار کو ابوسیف کہا جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسیف کے پاس پہنچے تو وہ اپنی لوہے کی بھٹی دھونک رہے تھے اور ان کا گھر دھویں سے بھرا ہوا تھا تو میں نے جلدی جلدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جا کر اس سے کہا اے ابوسیف ٹھہر جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو وہ ٹھہر گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو بلایا اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو اللہ نے چاہا۔ انس فرماتے ہیں کہ میں نے اس بچے کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دم توڑ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھیں اشک آلود ہیں اور دل غمزدہ ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے کہ جس سے ہمارا رب راضی نہ ہو اللہ کی قسم! اے ابراہیم ہم تیری وجہ سے غمزدہ ہیں۔ ❷

عامر سے روایت ہے کہ ابراہیم ۸ ماہ کی عمر میں فوت ہوئے۔ ❸ بعض کے نزدیک ۱۶ ماہ کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا اس دن سورج گرہن ہوا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر

---

❶ الطبقات: ۸/ ۲۱۲. ❷ بخاري: ۱۳۰۳۔ مسلم: ۲۳۱۵.

❸ الطبقات: ۸/ ۲۱۲.

خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ سورج اور چاند کسی کی موت سے نہیں گہناتے۔ یہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں لہٰذا جب ان میں سے کسی ایک کو گہن لگے تو تم فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔ یہاں تک کہ یہ ختم ہو جائے۔ ❶

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کی باندیوں کا بیان، ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ آپ کی چار باندیاں تھیں۔ ماریہ جو کہ آپ کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ہیں، ریحانہ، جمیلہ، ایک باندی جو ان کو زینب بنت جحش نے ہبہ کی تھی۔ ❷

ماریہ رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بقید حیات تھیں، وہ ان پر مال خرچ کیا کرتے تھے۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو وہ بھی ان پر خرچ کیا کرتے لیکن وہ آپ کے دور خلافت میں ہی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ پانچ سال زندہ رہیں۔ وہ محرم ۱۶ھ کو فوت ہوئیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان کے جنازہ کے لیے اکٹھا کیا۔ ان کی نماز جنازہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور وہ بقیع میں دفن ہوئیں۔ ❸

---

❶ بخاری: ۱۰۴۳۔ مسلم: ۹۱۵. ❷ زاد المعاد: ۱/ ۱۱۱.

❸ معرفة الصحابة: ۲/ ۹۷۱۔ الأصابة: ۸/ ۳۱۱.

رسول اللہ ﷺ کے چچاؤں اور پھوپھیوں کی طرف سے اہل بیت

اول: عباس بن عبدالمطلب اور ان کی اولاد علیہم السلام

وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں ان کا نام عباس بن عبدالمطلب بن شیبہ بن ہاشم کہ جس کا نام عمرو بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر قریشی ہاشمی مکی ہے۔ ان کو ساقی الحرمین اور امیر بھی کہا جاتا تھا۔

وہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے چند سال پہلے پیدا ہوئے ہیں یہ آپ کے تمام چچاؤں میں چھوٹے تھے ایک روایت میں ہے کہ وہ ہجرت سے پہلے ہی ایمان لا چکے تھے۔ وہ غزوہ بدر کے موقع پر کفار کے ساتھ نکلے مگر وہ دلی طور پر تیار نہ تھے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ ابورافع جو کہ عباس رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں بیان کرتے ہیں کہ اسلام ہم اہل بیت میں داخل ہو چکا تھا۔ عباس رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تھے، ام فضل نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ میں بھی اسلام لے آیا تھا عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے ڈرتے تھے اور ان کی مخالفت کو اچھا نہ سمجھتے تھے لہٰذا انہوں نے اپنا اسلام چھپایا۔ وہ مالدار تھے ان کا مال لوگوں کے پاس پھیلا تھا وہ بدر میں اپنی قوم کے ساتھ گئے حالانکہ وہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ [1]

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ماموں جد بن قیس نے مجھے سات سال کی عمر میں اپنے ساتھ لیا جبکہ میں اس وقت بڑا پتھر اٹھانے کی بھی طاقت نہ رکھتا تھا اور ان کے ساتھ ۷۰

[1] الطبقات: ٤/ ١٠؛ مسند احمد: ٢٣٨٦٤۔

انصاری افراد تھے۔ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ ہمیں ملنے کے لیے مکہ سے باہر تشریف لائے اور ان کے ساتھ ان کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا: چچا جان! میرے لیے اپنے ننھیال کے افراد سے عہد لیں انہوں نے عرض کیا! اے محمد ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اپنے لیے جو چاہیں طلب کریں آپ نے فرمایا: میں اپنے لیے تو یہ طلب کرتا ہوں کہ تم ہر اس شخص سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو، انہوں نے عرض کیا اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت۔ [1]

عباس رضی اللہ عنہ حاجیوں کو پانی پلانے اور ان کی خدمت کی فضیلت جو بنوعبدالمطلب کو حاصل تھی کا بہت ہی خیال رکھتے تھے اور ہر وقت خوفزدہ رہتے تھے کہ کہیں یہ امتیاز ان کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ وہ بدر میں مشرکوں کی طرف سے نکلے تو تھے مگر رسول اللہ ﷺ کے لیے جاسوسی کرتے تھے۔ وہ مشرکوں کی تیاری، اسلحہ اور دیگر خبریں آپ کی خدمت میں ارسال کیا کرتے تھے حتیٰ کہ اُحد کے لیے ان کی تیاری بھی انہوں نے لکھ بھیجی تھی تا کہ وہ آپ کو نقصان نہ پہنچا سکیں اور آپ اس کے لیے مناسب تیاری کر لیں۔

عفیف کندی کہتے ہیں میں ایک تاجر آدمی تھا ایک مرتبہ میں حج کے لیے آیا، میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جو خود بھی تاجر تھے کچھ مال تجارت خریدنے کے لیے آیا، میں ان کے پاس اس وقت منیٰ میں تھا کہ اچانک قریب کے خیمے سے آدمی نکلا اس نے سورج کو جب ڈھلتے ہوئے دیکھا تو نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا پھر ایک عورت اس خیمے سے نکلی جس سے وہ مرد نکلا تھا، اس عورت نے اس مرد کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی پھر ایک لڑکا جو قریب البلوغ تھا وہ بھی اسی خیمے سے نکلا اور اس مرد کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا میں نے عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عباس! یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: میرے بھتیجے محمد

[1] مستدرك حاكم: ٥٤٠٥۔

بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں، میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ان کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہیں میں نے پوچھا یہ نوجوان کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ان کے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ نماز پڑھ رہے ہیں، اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں لیکن ابھی تک ان کی پیروی صرف ان کی بیوی اور اس نوجوان نے ہی کی ہے اور ان کا خیال یہ بھی ہے کہ عنقریب قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو ان کے لیے کھول دیا جائے گا عفیف جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا کہتے ہیں کہ اگر اللہ مجھے اسی دن اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دیتا تو میں چوتھا مسلمان ہوتا۔ [1]

عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث بننے کے زیادہ حق دار تھے کیونکہ وہ ان کے چچا اور قریبی عصبہ رشتے دار ہیں اسی لیے عباسی کہتے تھے کہ ہم خلافت کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث تھے۔

اسلام اور اہل اسلام کی نصرت اور تائید کی بات ہو تو غزوہ حنین کے موقع پر عباس رضی اللہ عنہ کی اسلام اور مسلمانوں کے لیے حمایت اور تیروں کی بارش میں ثابت قدمی بے مثال ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ان لوگوں کو واپس اکٹھا ہونے کے لیے بلائیں جو ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔

کثیر بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن موجود تھا اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ساتھ ساتھ رہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل علیحدہ نہیں ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ کے خچر پر سوار تھے وہ خچر آپ کو فروہ بن نفاثہ جذامی نے ہدیہ کیا تھا، جب مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کی طرف اپنے خچر کو دوڑا

[1] مسنداحمد: ۲۹۹۹؛ مستدرك حاكم: ٤٨٤٢۔

رہے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام کو پکڑ کر اسے تیز بھاگنے سے روک رہا تھا اور ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباس! اصحاب سمرہ کو بلاؤ حضرت عباس بلند آواز آدمی تھے کہتے ہیں میں نے پوری آواز سے پکارا کہ اصحاب سمرہ (بیعت رضوان والے) کہاں ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جس وقت انہوں نے یہ آواز سنی تو وہ اس طرح پلٹے جس طرح کہ گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹتی ہے وہ لوگ یا لبیک کہتے ہوئے آئے اور انہوں نے کافروں سے جنگ شروع کر دی اور انہوں نے انصار کو بھی بلایا اور کہنے لگے اے انصار کی جماعت پھر انہوں نے بنو حارث بن خزرج کو بلایا اور کہا اے بنو حارث بن خزرج! اے بنو حارث بن خزرج! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ان کی طرف ان کی جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تنور گرم ہے، راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اٹھائیں اور انہیں کافروں کے چہروں کی طرف پھینکا اور فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم! یہ شکست کھا گئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ جنگ بڑی تیزی کے ساتھ جاری تھی میں اس طرح دیکھ رہا کہ اچانک آپ نے جب کنکریاں پھینکیں تو اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ ان کا زور ٹوٹ گیا اور وہ پشت پھیر کر بھاگنے لگے۔ [1]

ان کے فضائل میں سے یہ بھی کہ ان کی محبت ایمان کا حصہ جس نے ان کو تکلیف دی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی وہ آپ کے والد کے قائم مقام ہیں۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غضبناک حالت میں آئے جبکہ میں بھی وہاں موجود تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے کیوں غصہ میں ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ! قریش کو ہم سے کیا دشمنی ہے کہ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو خوش ہو کر ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس طرح نہیں

[1] مسلم: ۱۷۷۵۔

ملتے ہیں؟ اس پر نبی ﷺ کو بھی غصہ آ گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا پھر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کسی شخص کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول کے لیے محبوب نہ رکھے۔ پھر فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی کیوں کہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔ [1]

ایک روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا انہوں نے عرض کیا کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے زکوۃ روک لی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ابن جمیل اس کا بدلہ لے رہا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ نے اس کو غنی کر دیا؟ اور خالد پر تم ظلم کرتے ہو اس نے زر ہیں اور ہتھیار تک اللہ کی راہ میں دے دیے ہیں رہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کی زکوۃ اس کا دوگنا میرے ذمہ ہے پھر فرمایا اے عمر! کیا تم نہیں جانتے کہ چچا باپ کے برابر ہوتا ہے۔ [2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عباس رضی اللہ عنہ کی عزت ایک باپ کی طرح کرتے تھے اور ان کو باپ کا درجہ دیتے تھے یہ خاص فضیلت فقط ان کو ہی حاصل ہے۔ [3]

ان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے جہنم سے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی۔ سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام قیظ کی طرف سفر پر نکلے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ حاجت کے لیے یا فرمایا وضو کے لیے نکلے تو عباس رضی اللہ عنہ نے ایک چادر سے آپ کے لیے پردہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ آپ کا چچا یا رسول اللہ عباس ہے۔ وہ کہتے ہیں مجھے چادر کے اندر سے کچھ نظر آ رہا تھا۔ آپ نے آسمان کی جانب چہرہ انور اٹھا کر دعا کی:

---

[1] مسنداحمد: ۱۷۷۷؛ ترمذی: ۳۷۸۵۔ [2] بخاری: ۱٤٦۷؛ مسلم: ۹۸۳۔
[3] فضائل الصحابة : ۱۷۹۹ .

((اَللّٰهُمَّ اسْتُرِ الْعَبَّاسَ وَوَلَدَ الْعَبَّاسِ مِنَ النَّارِ))

''اے اللہ! عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرما۔''

ان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سخاوت اور ہمدردی کی بناء پر ان کی تعریف کی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا یہ عباس بن عبد المطلب ہیں جو قریش میں ہاتھ کے سب سے سخی اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ [1]

ان کے فضائل میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے والد جو زمانہ جاہلیت میں ہی فوت ہو گئے تھے کے متعلق نازیبا کلمات کہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو طمانچہ دے مارا، اس کی قوم کے لوگ آئے اور کہنے لگے ہم بھی انہیں اسی طرح طمانچہ ماریں گے جیسے انہوں نے مارا ہے اور اسلحہ پہننے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! یہ بتاؤ کہ اللہ کی بارگاہ میں اہل زمین میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا آپ ہیں، فرمایا کہ پھر عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، اس لیے تم ہمارے فوت شدگان کو برا بھلا کہہ کر ہمارے زندوں کو اذیت نہ پہنچاؤ، یہ سن کر انصاری کی قوم والے آئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں آپ ہمارے لیے بخشش طلب کیجیے۔ [2]

---

[1] مسند احمد: ١٦١٠.

[2] مسند احمد: ٢٧٣٤، ترمذی. ٣٧٥٩، نسائی. ٤٧٧٥.

ان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا انتہائی ادب واحترام کرتے تھے ابی رزین سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ انہوں نے فرمایا: وہ مجھ سے بڑے ہیں جبکہ میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔ [1]

ان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے کثیر بن عباس بیان کرتے ہیں کہ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کی جنگ میں شریک ہوا میں اور ابوسفیان ہر وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے رسول اللہ ﷺ اپنی سفید خچر پر سوار تھے جو ان کو فروۃ بن نفاثہ الجذامی نے ہدیہ کی تھی۔ جب مسلمانوں اور کافروں کا ٹکراؤ ہوا تو مسلمانوں نے بھاگنا شروع کیا رسول اللہ ﷺ اپنے خچر کو کافروں کی طرف بڑھا رہے تھے عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کی خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور اس کو جلدی چلنے سے روک رہا تھا۔ [2]

خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے چچا کی عزت اور احترام کرتے تھے وہ ان کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھتے تھے کیونکہ وہ اہل بیت میں سے ہیں جن کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔ صحابہ کرام اور خلفاء ان کی کسی قدر عزت کرتے تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مدینہ میں قحط پڑا اور لوگ شدید تنگی کا شکار ہوگئے جبکہ زمین خشک ہو چکی تھی تو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلاۃ استسقاء ادا کرنے کے لیے کھلے میدان میں نکلے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہے تھے کہ ان پر بارش نازل کر دے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٦٢٥٦؛ فضائل الصحابة: ١٨٣١۔

[2] یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ذریعے دعا کیا کرتے اور فرماتے اے اللہ! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لاتے تھے اور تم ہم پر بارش نازل کر دیتا تھا اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا وسیلہ لائے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما۔ عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کی ابھی لوگ اپنی جگہ پر موجود تھے کہ بارش نازل ہوگئی اور زور کی بارش ہوئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دعا کو عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کی وسیلہ سے قبول فرمایا۔ [1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر کھلے میدان میں آئے وہ قحط کے سال بارش کی دعا کر رہے تھے وہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ساتھ لائے اور اپنی دعا میں کہا اے اللہ! یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ہم ان کی ذریعے تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما ابھی وہ اپنی جگہ پر ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش نازل کر دی۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عباس رضی اللہ عنہ کی اپنے والد کی طرف عزت کرتے تھے، ان کی تعظیم کرتے اور ان کا خیال رکھتے تھے، عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپناؤ اور اس مصیبت (قحط) میں ان (کی دعا) کو وسیلہ بناؤ۔ [2]

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں جبکہ ان سے روایت کرنے والوں میں ان کی اولاد، عامر بن سعد، احنف بن قیس اور عبداللہ بن حارث شامل ہیں۔

عباس رضی اللہ عنہ عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں رجب یا رمضان ۳۲ھ میں فوت ہوئے اہل مدینہ ان کی وفات کی خبر سن کر رو رہے تھے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے محروم ہو گئے۔

ان کی اولاد اور ان کے پوتے وغیرہ علم و فضل میں مشہور ہوئے ہیں۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ

فضل عباس رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے ان کے نام پر ہی عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی

[1] بخاری: ۱۰۱۰۔ [2] الدعا للطبرانی: ۲۲۱۱؛ مستدرك حاكم: ۵٤۳۸۔

کنیت رکھی ابوالفضل، انہوں نے فتح مکہ اورغزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی اور حنین کے موقع پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ ان کی کنیت ابوالعباس یا ابومحمد تھی وہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر فضل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔ [1] فضل رضی اللہ عنہ خوبصورت ترین نوجوان تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کی ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے غسل کے وقت حاضر تھے اور وہ علی رضی اللہ عنہ (کے ہاتھوں) پر پانی ڈالتے رہے۔ [1]

فضل ۱۳ھ مقام اجنادین پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوگئے بعض کے نزدیک فتح یمامہ کے موقع پر ۱۱ھ یا ۱۲ھ میں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یرموک میں ۱۵ھ کو دنیا سے رخصت ہوئے بعض نے کہا ان کی موت شام میں طاعون پھیلنے کی وجہ سے ۱۸ھ میں ہوئی یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ ان کی اولاد میں کلثوم رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور ان سے حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی پھر ان کو طلاق دے دی تو ان سے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح کر لیا۔ [2]

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

ان کو علم کا سمندر کہا جاتا ہے۔ وہ ترجمان القرآن ہیں ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے علم وفقہ اور تفسیر قرآن کو سیکھنے کی دعا کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے کندھے پر رکھا اور فرمایا: اے اللہ! اسے دین کی سمجھ بوجھ اور تاویل (تفسیر) کا علم سکھلا۔ [3] عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو کبار بدری صحابہ کرام کی مجلس میں بٹھایا

---

[1] بخاري: ١٥١٣؛ ١٣٣٤؛ مسلم: ١٣٣٤۔ الإصابة: ٣/ ٦٣١۔

[2] اسد الغابة: ٤ / ٦٦۔

[3] بخاري: ١٤٣؛ مسلم: ٢٤٧٧؛ مسند احمد میں وعلمه التاويل کے لفظ ہیں: ٢٣٩٧۔

کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے اپنی مجلس میں مشائخ بدر کے ساتھ بٹھاتے تھے تو بعض نے ان میں سے کہا کہ آپ اس لڑکے کو جس کے برابر ہماری اولاد ہے ہمارے ساتھ کیوں بیٹھاتے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ آپ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کن لوگوں کے طبقہ میں سے سمجھتے ہو، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پھر ایک دن انہیں اور ان کے ساتھ مجھے جہاں تک میں سمجھتا ہوں صرف اس لیے بلایا کہ انہیں میری طرف سے علمی کمال دکھا دیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا کہ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴾ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ بعض نے کہا کہ جب اللہ ہماری مدد کرے اور فتح عطا فرمائے تو اس نے ہمیں حمد و استغفار کا حکم دیا ہے بعض نے کہا ہمیں معلوم نہیں، بعض نے کچھ بھی نہیں کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا جب اللہ کی مدد اور فتح مکہ حاصل ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کی خبر دی یہ تو فتح مکہ وفات کی علامت ہے لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیجیے اور استغفار کیجیے اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے جو تمہارا ہے۔ [1]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کوئی صاحب علم، صاحب حلم (بردبار) عقلمند اور حاضر الفہم نہیں دیکھا ہے میں نے دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مشکل مسائل کے حل کے لیے ان کو بلایا کرتے تھے۔ [2]

طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو علم و فہم اور ذکاوت و ذہانت ودیعت کی گئی تھی میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا کہ وہ ان پر کسی کو مقدم

[1] بخاری: ٤٩٧٠۔ [2] الطبقات: ٢/ ٣٦٩۔

کرتے ہوں۔ ❶

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارتے ہوئے کہا آج سب سے زیادہ بردبار اور سب سے بڑا عالم فوت ہو گیا ہے اور امت ایسی مصیبت سے دوچار ہوگئی ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ ❷

محمد بن عمرو بن حزم نے کہا جب ابن عباس رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رافع بن خدیج نے کہا: آج وہ شخص فوت ہو گیا ہے جس کے علم کی ضرورت مشرق و مغرب میں تھی۔ ❸

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر تیرہ سال تھی بعض کے نزدیک پندرہ سال تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ زرد رنگ نہیں بلکہ وہ مہندی کا خضاب لگاتے تھے آپ انتہائی خوبصورت سفید رنگت، طویل قامت، بھاری جسم اور صاف چہرے والے تھے جب عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے لوگوں کو اپنی قیادت میں حج کروایا، وہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے وہ ۷۰ سال کی عمر میں ۶۸ھ کو طائف میں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے وہ ۷۰ھ یا ۷۱ھ کو فوت ہوئے۔ ❹

(۳) عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

ان کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث بن حزن الہلالیہ ہے ان کی کنیت ابو محمد تھی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ سے احادیث بھی سنیں یہ اپنے بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یمن کا گورنر مقرر کیا اسی طرح ۳۷ھ میں بھی قافلہ حج کے امیر بنے۔

عبیداللہ بن عباس اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے ان کا قول ہے کہ جو کوئی

❶ الطبقات: ۲/ ۳۷۰۔ ❷ الطبقات: ۲/ ۳۷۲۔
❸ حوالہ سابقہ: ❹ اسد الغابة: ۳/ ۱۹۰؛ الإصابة: ٤/ ۱۳۱۔

جمال، فقہ دین اور سخاوت کا درس لینا چاہتا ہوتو عباس رضی اللہ عنہ کے گھر آئے وہ دیکھے گا کہ جمال تو فضل رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔ فقہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ہے اور جو دوسخا عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ہے۔

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں کے نام یہ ہیں، سلیمان بن یسار، محمد بن یسار، محمد بن سیرین اور عطاء بن أبی رباح وغیرہ۔

عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یزید کے دورحکومت میں ۵۸ ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ❶

(۴) قثم بن عباس رضی اللہ عنہما

قثم بن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ تھے یہ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ وہ سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے کیونکہ وہ سب سے آخر میں آپ کی قبر شریف سے نکلے وہ علی رضی اللہ عنہ کے دورخلافت میں مکہ کے والی تھے۔ ❷

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کاش تم نے اس وقت مجھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں قثم اور عبیداللہ کو دیکھا ہوتا جب کہ ہم بچے آپس میں کھیل رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی سواری پر وہاں سے گزر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بچے کو اٹھا کر مجھے پکڑاؤ آپ نے مجھے اپنے آگے بٹھا لیا، پھر قثم کو پکڑانے کے لیے کہا اور انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نظروں میں قثم سے زیادہ عبیداللہ محبوب تھا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا سے اس معاملے میں کوئی عار محسوس نہ ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قثم کو اٹھا لیا اور عبیداللہ کو چھوڑ دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے اللہ! جعفر رضی اللہ عنہ کا اس کی اولاد کے لیے کوئی نعم البدل عطاء فرما، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ سے

---

❶ الإستيعاب: ٣/ ١٠١٠؛ أسدالغابة: ٣/ ٥٢٠؛ الإصابة: ٤/ ٣٣٠، ٣٣٢۔

❷ الإصابة: ٥/ ٣٢٠؛ أسد الغابة؛ ٤/ ٣٧٣۔

پوچھا کہ قثم کا کیا بنا؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ شہید ہو گئے میں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی خیر کو بہت طور پر جانتے ہیں، انہوں نے فرمایا بالکل ایسا ہی ہے۔ ❶

قثم رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں سعید بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے ساتھ سمرقند گئے اور وہاں شہید ہو گئے ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ ❷

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اور بھی اولاد ہے جن میں معبد عبدالرحمان اور ام حبیب ہیں، یہ بچے ام الفضل سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

عبداللہ بن یزید الہلالی کے ان اشعار کا ترجمہ کچھ یوں ہے جو اس نے عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ ام الفضل کی شان میں کہے ہیں۔ ❸

۱: کسی ایسی شریف الاصل عورت نے اپنے خاند کے بچوں کو جنم نہیں دیا۔ نہ ہی تو پہاڑی علاقہ میں اور نہ ہی میدانی میں۔

۲: جیسا کہ ام الفضل نے اپنے بطن سے چھ بچوں کو جنم دیا۔ جو نسل در نسل شریف الاصل ہیں۔

۳: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز چچا کی اولاد ہے۔ وہ پیغمبر جو خاتم النّبیین اور افضل الرسل ہیں۔

۴: خبردار! یہ صاحب سخاوت عبیداللہ ہیں پھر ان کے بھائی قثم اور پھر معبد پیدا ہوئے ہیں۔

۵: اگر کسی دن قریش اپنے آپ پر فخر کریں تو یہ لوگ بردبار، صاحب سخاوت اور سردار ہیں۔

۶: صلح جو لوگوں کے لیے متعاون اور شر پسند کے بالمقابل شیر کی مانند ہیں۔

ام الفضل کے علاوہ بھی عباس رضی اللہ عنہ کے بچے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ تمام، کثیر یہ دونوں بیٹے ام الولد سے تھے، حارث بن عباس یہ حجیلہ بنت جندب بن ربیع الہذلیۃ سے ہیں

---

❶ مسنداحمد: ۱۷۶۰؛ مستدرك حاكم: ٦٤١١؛ سنن الكبرى: ۱۰۸۳۷۔

❷ الإصابة: ٥/ ٣٢١؛ أسدالغاية: ٤/ ٣٧٣؛ الإسيتعاب: ٣/ ١٣٠٤۔

❸ انساب الأشراف: ٤/ ٢٢، ٢٣۔

آمنہ جن کی والدہ باندی تھیں، صفیہ بنت عباس ان کی والدہ بھی باندی تھی۔ [1]

عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے ہاں جو اولاد پیدا ہوئی ان کے نام درجہ ذیل ہیں۔ [2]

(۵) علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی رات پیدا ہوئے اس لیے انہوں نے اس کا نام علی رکھا۔ یہ عبادت گزار تھے یہ ایک دن میں ہزار نوافل پڑھنے والے تھے اور خضاب استعمال کرتے تھے۔ [3]

علی بن عبداللہ بن عباس سب سے چھوٹے تھے۔ یہ روئے زمین پر تمام قریشیوں سے خوبصورت تھے۔ ان کے باپ ان کو خضاب لگایا کرتے تھے یہ کثرت سے نوافل پڑھنے والے تھے اسی لیے ان کو سجاد کہا جاتا ہے یہ لقب کثرت عبادت اور ان کے فضل و امتیاز کی وجہ سے ہے وہ ثقہ (بااعتماد) راوی تھے مگر ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد انتہائی کم ہے۔ [4]

امام مزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عجلی اور ابوزرعہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ وہ ثقہ راوی ہیں حضرت عمرو بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں وہ بہترین لوگوں میں شامل ہیں ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ [5]

امام ذہبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ وہ امام، سید، ابوالخلائف ابومحمد ہاشمی، سجاد ہیں وہ بہت بڑے عالم باعمل عبادت گزار، طویل قامت، بارعب اور بھاری جسم والے تھے۔ [6]

علی بن عبداللہ بن عباس نے اپنے باپ سے روایات بیان کی ہیں ان سے بیان کرنے والوں میں، امام زہری اور ان کے بیٹے محمد بن علی شامل ہیں جو ۱۳۳ھ میں فوت ہوئے اس

---

[1] حوالہ سابقہ۔
[2] الثقات: ۵/ ۱۶۰۔
[3] الثقات: ۵/ ۱۶۰۔
[4] الطبقات: ۵/ ۳۱۳، ۳۱۴۔
[5] تهذيب الكمال: ۸/ ۴۲۲؛ الثقات: ۵ ۱۶۰۔
[6] سير اعلام النبلاء: ۵/ ۲۵۲۔

وقت ان کی عمر ۵۰ سال تھی۔ [1]

یہ ان بعض افراد کا تذکرہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی نسل میں پیدا ہوئے۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جن پر لوگوں کے ہاتھ کی میل کچیل یعنی صدقہ حرام ہے ان کے لیے خمس (پانچواں) حصہ ثابت ہے اور امت مسلمہ پر ان کی توقیر اور ان کے ساتھ احسان و حسن سلوک کرنا فرض ہے۔

دوم: جعفر بن ابی طالب اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جعفر بن ابی طالب اور ان کی آل اولاد ان لوگوں میں شامل ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یہ صدقہ لوگوں کے مال کی میل کچیل ہے اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم امام جعفر طیار اور ان کی اولاد کے چند مناقب بیان کریں۔

ان کا نام جعفر بن ابی طالب ہے جبکہ کنیت ابوعبداللہ ہے کیونکہ ان کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے جعفر رضی اللہ عنہ صورت اور سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔

جعفر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے اور عقیل رضی اللہ عنہ جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ جعفر رضی اللہ عنہ اول مہاجرین میں شامل ہیں۔

ان کے فضائل مناقب بہت زیادہ اور مشہور ہیں جو کسی بھی مومن پر مخفی نہیں ہیں ان کے مناقب میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے جو ان کے قوتِ ایمان، حسنِ خلق اور ان کے دین اسلام میں بلند مقام مرتبہ کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے جعفر) آپ صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ [2]

ان کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سے بہت زیادہ محبت رکھتے اور بہت شوق سے ان کی ملاقات کے منتظر رہتے تھے۔ وہ حبشہ سے واپس آئے جبکہ وہ ابتدائے

---

[1] الثقات: ٥/ ١٦٠؛ سیر اعلام النبلاء؛ ٥/ ٢٥٢؛ تهذيب الكمال: ٨/ ٤٢٢۔

[2] بخاری: ٢٦٩٩۔

اسلام میں ہجرت کر کے وہاں پہنچے تھے تو عین اسی وقت رسول اللہ ﷺ خیبر فتح کر کے لوٹے تھے جب ان سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے جعفر رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے علم نہیں کہ میں کس بات پر زیادہ خوش ہوں۔ خیبر فتح کرنے پر یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے پر۔ [1]

ان کے اعلیٰ مناقب اور فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام ذوالجناحین (دو پروں والے) رکھا۔ وہ ان دو پروں سے جنت میں اڑتے ہیں۔ یہ بدلہ ہے ان کے دونوں ہاتھ کٹ جانے کا جو کہ غزوہ موتہ میں ان کے جسم سے جدا کر دیے گئے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنت میں اڑتے دیکھا ہے۔ ان کے دو پر ہیں وہ جہاں چاہتے ہیں اڑتے پھرتے ہیں اور ان کے کھلے ہوئے بازوؤں سے خون ٹپک رہا ہے۔ [2]

شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب جعفر رضی اللہ عنہ کے فرزند کو سلام کرتے تو کہتے اے دو پروں والے کے بیٹے تم پر سلام ہو۔ [3]

اس شخص پر سخت تعجب ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آل بیت کے ساتھ بغض اور عداوت کا الزام لگاتا ہے اور ان کی طرف جھوٹی باتیں اور تہمت منسوب کرتا ہے۔

ان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ فقراء پر بہت زیادہ خرچ کرتے تھے اور انتہائی رحمدل تھے۔ مسکینوں کا خیال رکھتے تھے۔ اس بات کی گواہی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیتے ہیں۔ دیکھیے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کس طرح جعفر رضی اللہ عنہ کی صفتِ جود وسخا کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ [4]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٢٢٠٦؛ الکبیر: ١٤٧٠؛ مستدرك حاكم: ٤٢٤٩۔

[2] الکبیر: ١٤٦٧؛ مستدرك حاكم: ٤٩٣٧؛ سلسله احاديث الصحيحة: ١٢٢٦۔

[3] بخاری: ٣٧٠٩۔ [4] بخاری: ٣٧٠٨۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ بہت احادیث بیان کرتا ہے اصل وجہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خالی پیٹ ہر وقت لگا رہتا تھا خمیری نان اور لباس فاخرہ پہننے کو نہ ملتا تھا اور لونڈی غلام میری خدمت کے لیے میرے پاس نہ تھے اور بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا بعض آیتوں کے معنی مجھے معلوم ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں سے میں اس لیے دریافت کرتا تھا کہ کوئی شخص مجھے اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دے، مساکین کے ساتھ سب سے زیادہ سلوک کرنے والے جعفر بن اَبی طالب تھے وہ مجھے اپنے ساتھ لے جایا کرتے اور جو کچھ ان کے گھر میں موجود ہوتا وہ مجھ کو کھلا دیا کرتے وہ میرے پاس مٹی کا مرتبان لے آیا کرتے جس میں کچھ نہ ہونے کے سبب اس کو توڑ ڈالتے تھے پھر اس میں جو کچھ لگا ہوتا اس کو میں چاٹ لیتا تھا۔ [1]

ان کے فضائل ومناقب سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف بیان کی اور ان پر رونے پہ ملامت نہیں فرمائی آپ نے فرمایا: جعفر جیسے انسان پر رونے والی روئے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو دوسخاوت میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی افضل شخص نے جوتے نہیں پہنے یا پہنائے، یا سواری پر سوار ہوا یا بہترین لباس زیب تن کیا۔ [3]

جب بھی حبشہ کی طرف پہلی عظیم ہجرت کی بات ہوتی ہے جو کہ ایسی بہت تکالیف اور مصائب کے بعد کی گئی تھی جن کا سامنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑے صبر اور تحمل سے کیا اور پھر کفار مکہ نے پوری کوشش کی تھی کہ نجاشی مسلمانوں کو ان کے سپرد کر دے اور وہ نجاشی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متنفر کر دیں اور یہ کہ ان کے عقائد ونظریات کی بناء پر نجاشی مسلمانوں کو اپنے

---

[1] بخاري: ٣٧٠٨.

[2] مصنف عبدالرزاق: ٦٦٦؛ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

[3] ترمذي: ٦٦٦٦؛ مسنداحمد: ٩٣٥٣؛ مستدرك حاكم: ٤٣٥٠۔

ملک سے نکال کر ان کو کفار کے نرغہ میں دے دے تو ایسی نازک صورت حال میں امام جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور دوراندیشی ہی کام آئی وہ نور، ہدایت اور خطیب حق ثابت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرفراز کیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تقریبا اسی آدمیوں کو جن میں عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عفطہ، عثمان بن مظعون اور ابوموسی رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے نجاشی کے یہاں بھیج دیا یہ لوگ نجاشی کے پاس پہنچے تو قریش نے بھی عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو تحائف دے کر بھیج دیا انہوں نے نجاشی کے دربار میں داخل ہو کر اسے سجدہ کیا اور دائیں بائیں جلدی سے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے عزیزوں میں سے کچھ لوگ بھاگ کر آپ کے علاقہ میں آئے ہیں، وہ ہم سے اور ہمارے دین سے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہیں۔ نجاشی نے پوچھا وہ لوگ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ آپ کے علاقے میں ہیں، آپ انہیں اپنے پاس بلائیے چنانچہ نجاشی نے انہیں بلا بھیجا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: آج کے دن تمہارا خطیب میں بنوں گا وہ سب راضی ہو گئے انہوں نے نجاشی کے یہاں پہنچ کر اسے سلام کیا لیکن سجدہ نہیں کیا، لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ بادشاہ سلامت کو سجدہ کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے سجدہ نہیں کرتے، نجاشی نے پوچھا کیا مطلب؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا پیغمبر مبعوث فرمایا ہے انہوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے سجدہ نہ کریں، نیز انہوں نے ہمیں زکوۃ اور نماز کا حکم دیا ہے۔ عمرو بن عاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کی بابت آپ کی مخالفت کرتے ہیں نجاشی نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو اللہ فرماتے ہیں کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں جسے اللہ نے اس کنواری دوشیزہ کی طرف القاء فرمایا تھا جسے کسی انسان نے چھوا تھا اور نہ ہی ان کے یہاں اولاد ہوگی اس پر نجاشی نے

زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا اے گروہ حبشہ! پادریو! اور راہبو! اللہ کی قسم! لوگ حضرت عیسیٰ کے متعلق اس تنکے سے بھی کوئی بات زیادہ نہیں کہتے میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور اس شخص کو بھی جس کی طرف سے تم آئے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور انجیل میں ہم ان ہی کا ذکر پاتے ہیں اور یہ وہ پیغمبر ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی تم جہاں چاہو رہ سکتے ہو اگر امور سلطنت کا معاملہ نہ ہوتا تو بخدا! میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا انکے نعلین اٹھاتا اور انہیں وضو کراتا، پھر اس نے عمرو بن عاص اور عمارہ کا ہدیہ واپس لوٹا دینے کا حکم دیا جو انہیں لوٹا دیا گیا، اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جلدی واپس آ گئے تھے اور انہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی اور ان کا یہ کہنا تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نجاشی کی موت کی اطلاع ملی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے استغفار کیا تھا۔

ایک اور روایت میں نجاشی کے حضور خطبہ کی بابت کچھ اس طرح الفاظ ہیں:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ہم سرزمین حبشہ میں اترے تو ہمیں ''نجاشی'' کی صورت میں بہترین پڑوسی ملا ہمیں دین کے حوالے سے اطمینان نصیب ہوا ہم نے اللہ کی عبادت اس طرح کی کہ ہمیں کوئی نہ ستاتا تھا اور ہم کوئی ناپسندیدہ بات نہ سنتے تھے قریش کو جب اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے مشورہ کیا کہ قریش کے دو مضبوط آدمیوں کو نادر ونایاب تحائف کے ساتھ نجاشی کے پاس بھیجا جائے ان لوگوں کی نگاہوں میں سب سے زیادہ عمدہ اور قیمتی چیز چمڑا شمار ہوتی تھی چنانچہ انہوں نے بہت سا چمڑا اکٹھا کیا اور نجاشی کے ہر سردار کے لیے بھی ہدیہ اکٹھا کیا اور یہ سب چیزیں عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کے حوالے کر کے انہیں ساری بات سمجھائی اور کہا کہ نجاشی سے ان کے حوالے سے کوئی بات کرنے سے قبل ہر سردار کو اس کا ہدیہ پہنچا دینا پھر نجاشی کی خدمت میں ہدایا وتحائف پیش کرنا اور قبل اس کے کہ وہ ان لوگوں سے کوئی بات کرے تم اس سے یہ درخواست کرنا کہ انہیں تمہارے حوالہ کر دے۔

یہ دونوں مکہ مکرمہ سے نکل کر نجاشی کے پاس پہنچے اس وقت تک ہم بڑی بہترین رہائش اور بہترین پڑوسیوں کے درمیان رہ رہے تھے ان دونوں نے نجاشی سے کوئی بات کرنے سے پہلے اس کے ہر سردار کو تحائف دیئے اور ہر ایک سے یہی کہا کہ شاہ حبشہ کے اس ملک میں ہمارے کچھ بیوقوف لڑکے آ گئے ہیں جو اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے ایک نیا دین خود ہی ایجاد کر لیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ آپ لوگ اب ہمیں اپنی قوم کے معزز لوگوں نے بھیجا ہے تا کہ ہم انہیں یہاں سے واپس لے جائیں جب ہم بادشاہ سلامت سے ان کے متعلق گفتگو کریں تو آپ بھی انہیں مشورہ دیں کہ بادشاہ سلامت ان سے کوئی بات چیت کیے بغیر ہی انہیں ہمارے حوالے کر دیں، کیونکہ ان کی قوم کی نگاہیں ان سے زیادہ گہری ہیں اور وہ اس چیز سے بھی زیادہ واقف ہیں جو انہوں نے ان پر عیب لگائے ہیں، اس پر سارے سرداروں نے انہیں اپنے تعاون کا یقین دلایا۔

اس کے بعد ان دونوں نے نجاشی کی خدمت میں اپنی طرف سے تحائف پیش کیے جنہیں اس نے قبول کر لیا پھر ان دونوں نے اس سے کہا بادشاہ سلامت! آپ کے شہر میں ہمارے ملک کے کچھ بیوقوف لڑکے آ گئے ہیں جو اپنی قوم کا دین چھوڑ آئے ہیں اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ایک نیا دین خود ہی ایجاد کر لیا ہے جسے نہ آپ جانتے ہیں اور نہ ہم جانتے ہیں اب ان کے سلسلے میں ان کی قوم کے کچھ معززین نے ''جن میں ان کے باپ، چچا اور خاندان والے شامل ہیں ہمیں آپ پاس بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں ہمارے حوالہ کر دیں کیونکہ ان کی نگاہیں زیادہ گہری ہے اور وہ اس چیز سے بھی باخبر ہیں جو انہوں نے ان پر عیب لگائے ہیں۔

اس وقت ان دونوں کی نگاہوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز یہ تھی کہ کہیں نجاشی ہماری بات سننے کے لیے تیار نہ ہو جائے ادھر اس کے پاس موجود اس کے سرداروں نے بھی کہا بادشاہ سلامت یہ لوگ سچ کہہ رہے ہیں ان کی قوم کی نگاہیں زیادہ گہری ہیں اور وہ اس

چیز سے بھی باخبر ہیں جو انہوں نے ان پر عیب لگائے ہیں اس لیے آپ ان لوگوں کو ان دونوں کے حوالے کر دیجیے تا کہ یہ انہیں واپس ان کے شہر اور قوم میں لے جائیں۔ اس پر نجاشی کو غصہ آ گیا اور وہ کہنے لگا نہیں بخدا میں ایک ایسی قوم کو ان کے حوالے نہیں کر سکتا جنہوں نے میرا پڑوسی بننا قبول کیا میرے ملک میں آنے اور دوسروں پر مجھے ترجیح دی، میں پہلے انہیں بلاؤں گا اوان سے اس چیز کے متعلق پوچھوں گا جو یہ دونوں ان کے حوالے سے کہہ رہے ہیں اگر وہ لوگ ویسے ہی ہوئے جیسے یہ کہہ رہے ہیں تو میں انہیں ان کے حوالے کروں گا اور انہیں ان کے شہر اور قوم میں واپس بھیج دوں گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں انہیں ان کے حوالے نہیں کر دوں گا بلکہ اچھا پڑوسی ہونے کا ثبوت پیش کروں گا۔

اس کے بعد نجاشی نے پیغام بھیج کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا جب قاصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آیا تو انہوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ بادشاہ کے پاس پہنچ کر کیا کہا جائے؟ پھر انہوں نے آپس میں طے کر لیا کہ ہم وہی کہیں گے جو ہم جانتے ہیں یا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے جو ہوگا سو دیکھا جائے گا چنانچہ یہ حضرات نجاشی کے پاس چلے گئے نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلا لیا تھا اور وہ اس کے سامنے آسمانی کتابیں اور صحیفے کھول کر بیٹھے ہوئے تھے نجاشی نے ان سے پوچھا کہ وہ کونسا دین ہے جس کی خاطر تم نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑا نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ اقوام عالم میں سے کسی کا دین اختیار کیا اس موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلام کیا اور فرمایا: بادشاہ سلامت! ہم جاہل لوگ تھے بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے اور ہمارا طاقتور ہمارے کمزور کو کھا جاتا تھا ہم اس طرز زندگی پر چلتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک پیغمبر کو بھیجا جس کے حسب نسب صدق وامانت اور عظمت وعصمت کو ہم جانتے ہیں، انہوں نے ہمیں اللہ کو ایک ماننے، اس کی عبادت کرنے اور اس کے علاوہ پتھروں اور بتوں کو جنہیں ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے کی عبادت چھوڑ دینے کی دعوت پیش کی انہوں نے ہمیں سچائی، امانت کی

ادائیگی، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، حرام کاموں اور قتل وغارت گری سے بچنے کا حکم دیا انہوں نے ہمیں بے حیائی کے کاموں سے بچنے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال ناحق کھانے اور پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانے سے روکا انہوں نے ہمیں نماز، زکوۃ اور روزے کا حکم دیا ہے ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے ان کی لائی ہوئی شریعت اور تعلیمات کی پیروی کی، ہم نے ایک اللہ کی عبادت شروع کر دی ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، ہم نے ان کی حرام کردہ چیزوں کو حرام اور حلال قرار دی ہوئی اشیاء کو حلال سمجھنا شروع کر دیا جس پر ہماری قوم نے ہم پر ظلم وستم شروع کر دیا، ہمیں طرح طرح کی سزائیں دینے لگے، ہمیں دین سے برگشتہ کرنے لگے تاکہ ہم دوبارہ اللہ کی عبادت چھوڑ کر بتوں کی پوجا شروع کر دیں اور پہلے جن گندی چیزوں کو زمانہ جاہلیت میں حلال سمجھتے تھے انہیں دوبارہ حلال سمجھنا شروع کر دیں۔

جب انہوں نے ہم پر حد سے زیادہ ظلم شروع کر دیا اور ہمارے لیے مشکلات کھڑی کرنا شروع کر دیں اور ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بن کر حائل ہونے لگے تو ہم وہاں سے نکل کر آپ کے ملک میں آ گئے ہم نے دوسروں پر آپ کو ترجیح دی ہم نے آپ کے پڑوس میں اپنے لیے رغبت محسوس کی اور بادشاہ سلامت! ہمیں امید ہے کہ آپ کی موجودگی میں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔ نجاشی نے ان سے کہا کہ کیا اس پیغمبر پر اللہ کی طرف سے جو وحی آتی ہے اس کا کچھ حصہ آپ کو یاد ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں! اس نے کہا کہ مجھے وہ پڑھ کر سنایئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا جس کو سن کر نجاشی اتنا رویا کہ اس کی داڑھی اس کے آنسوؤں سے تر ہوگئی اس کے پادری بھی اتنا روئے کہ ان کے سامنے رکھے ہوئے آسمانی کتابوں کے نسخے بھی ان کے آنسوؤں سے تر بتر ہوگئے پھر نجاشی نے کہا بخدا! یہ وہی کلام ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوا تھا اور ان دونوں کا منبع ایک ہی ہے یہ کہہ کر ان دونوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم دونوں چلے جاؤ اللہ کی قسم! میں

انہیں کسی صورت میں تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب وہ دونوں نجاشی کے دربار سے نکلے تو عمرو بن عاص نے کہا بخدا! کل میں نجاشی کے سامنے ان کا عیب بیان کر کے رہوں گا اور اس کے ذریعے ان کی جڑ کاٹ کر پھینک دوں گا، عبداللہ بن ابی ربیعہ جو ہمارے معاملے میں کچھ نرم تھا، کہنے لگا کہ ایسا نہ کرنا کیونکہ اگرچہ ہماری مخالفت کر رہے ہیں لیکن ہیں تو ہمارے ہی رشتہ دار عمرو بن عاص نے کہا کہ نہیں میں نجاشی کو یہ بتا کر رہوں گا یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا کا بندہ کہتے ہیں۔

چنانچہ اگلے دن آ کر عمرو بن عاص نے نجاشی سے کہا بادشاہ سلامت! یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑی سخت بات کہتے ہیں اس لیے انہیں بلا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے ان کا عقیدہ دریافت کیجیے بادشاہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے بھیجا اس وقت ہمارے اوپر اس جیسی کوئی چیز نازل نہ ہوئی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم مشورہ کے لیے جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ جب بادشاہ تم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پوچھے گا تو تم کیا کہو گے؟ پھر انہوں نے یہ طے کر لیا کہ ہم ان کے متعلق وہی کہیں گے جو اللہ نے فرمایا اور جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے جو ہو گا سو دیکھا جائے گا چنانچہ یہ طے کر کے وہ نجاشی کے پاس پہنچ گئے نجاشی نے ان سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے، اس کے پیغمبر، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف القاء کیا تھا جو کہ کنواری اور اپنی شرم وحیاء کی حفاظت کرنے والی تھیں اس پر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھا کر ایک تنکا اٹھایا اور کہنے لگا کہ آپ نے جو کچھ کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس تنکے کی نسبت بھی زیادہ نہیں ہیں۔

جب نجاشی نے یہ بات کہی تو یہ اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے سرداروں کو بہت بری لگی اور غصہ سے ان کے نرخروں سے آواز نکلنے لگی نجاشی نے کہا جتنی مرضی برا لگے بات صحیح ہے تم لوگ جاؤ آج سے تم اس ملک میں امن کے ساتھ رہو گے اور تین مرتبہ کہا کہ جو شخص تمہیں برا بھلا کہے گا اسے اس کا تاوان ادا کرنا ہوگا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تم میں سے کسی کو تکلیف پہنچاؤں اگر چہ اس کے عوض مجھے ایک پہاڑ کے برابر بھی سونا مل جائے اور ان دونوں کو ان کے تحائف اور ہدایا واپس کر دو بخدا! اللہ نے جب مجھے میری حکومت واپس لوٹائی تھی تو اس نے مجھ سے رشوت نہیں لی تھی کہ میں بھی اس کے معاملے میں رشوت لیتا پھروں اور اس نے لوگوں کو میرا مطیع اس لیے نہیں بنایا کہ اس کے معاملے میں لوگوں کی اطاعت کرتا پھروں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ان دونوں کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیا گیا اور وہ جو بھی ہدایا لے کر آئے تھے وہ سب انہیں واپس لوٹا دیئے گئے اور ہم نجاشی کے ملک میں بہترین گھر اور بہترین پڑوس کے ساتھ زندگی گزارتے رہے۔ [1]

شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت عمیس سے نکاح کیا تو ان کے بیٹے محمد بن جعفر اور محمد بن ابکر میں بحث ہوئی ان میں سے ہر ایک یہ کہنے لگا کہ میں تجھ سے زیادہ معزز ہوں اور میرا باپ تیرے باپ سے بہتر ہے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسماء رضی اللہ عنہا ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ انہوں نے فرمایا: میں عرب نو جوانوں میں جعفر رضی اللہ عنہ سے بہتر نو جوان نہیں دیکھا اور کوئی ادھیڑ عمر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں پایا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے میرے بولنے کی گنجائش نہیں چھوڑی اگر تو اس کے علاوہ کوئی بات کرتی تو میں ناراض ہوتا۔ [2]

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسماء بنت عمیس، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب وہ غزوہ مؤتہ میں شہید ہو گئے تو ان سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا جب ابوبکر

[1] مسند احمد: ۱۷٤۰، ابن خزیمه: ۲۲٦۰.

[2] الطبقات: ۸/ ۲۸۵؛ فضائل الصحابه: ۱۷۲۰۔

صدیق رضی اللہ عنہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہو یہ کیسا بہترین رابطہ اور گہرا تعلق ہے جس کا بعض مریض دل افراد انکار کرتے ہیں دیکھو جب جعفر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو اسماء رضی اللہ عنہا سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور ان کی اولاد کی بھی پرورش کی پھر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کی پرورش کی دیکھو یہ کس قدر مضبوط اور گہرا تعلق ہے جو اس قدر واضح اور روشن ہے کہ کسی کے مٹانے نہ ہی تو مٹ سکتا ہے اور نہ ہی کم ہوسکتا ہے جعفر رضی اللہ عنہ ۸ ہجری کو غزوہ موتہ میں شہید ہوئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے لڑنے کے لیے شام کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیش امراء نامی لشکر کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا تمہارے امیر زید بن حارثہ ہیں اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ انصاری امیر ہوں گے اس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میرا خیال نہیں تھا کہ آپ زید کو مجھ پر امیر مقرر کریں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم روانہ ہو جاؤ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ کس بات میں خیر ہے؟ چنانچہ وہ لشکر روانہ ہو گیا کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور نماز تیار ہے کی منادی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا ایک افسوس ناک خبر ہے کیا میں تمہیں مجاہدین کے اس لشکر کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو زید شہید ہو گئے ان کے لیے بخشش کی دعا کرو لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا پکڑا اور دشمن پر سخت حملہ کیا حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہوئے میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں لہٰذا ان کی بخشش کے لیے دعاء کرو پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑا اور نہایت پامردی سے ڈٹے رہے حتیٰ

کہ وہ بھی شہید ہوگئے ان کے لیے بھی استغفار کرو۔۔۔اخرالحدیث۔ ❶

مؤتہ کے میدان میں فریقین کے درمیان خونریز جنگ ہوئی اور زید بن حارثہ شہید ہوگئے تو اسلامی جھنڈا جعفر رضی اللہ عنہ نے تھام لیا وہ بڑی جوانمردی سے لڑے اور رومیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے وہ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے کہ ان کا دائیاں ہاتھ کٹ گیا انہوں نے پرچم بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور لڑتے رہے حتی کہ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو انہوں نے دونوں کٹے ہاتھوں سے پرچم تھام کر سینے سے لگایا حتی کہ شہید ہوگئے اس وقت ان کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی۔ ❷

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ مؤتہ میں زید بن حارثہ کو سپہ سالار بنایا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ شہید ہوجائیں تو پھر سپہ سالار جعفر ہیں اور اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہ ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس غزوہ میں شریک تھا جنگ ختم ہونے پر (ہم نے حضرت جعفر کو تلاش کیا، تو وہ شہداء میں ملے اور ہم نے ان کے جسم پر کچھ اوپر نوے زخم تیر اور نیزہ کے پائے۔ ❸

اس طرح جعفر طیار رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی پیشانی کا جھومر بنے ہیں۔ وہ سابقین اولین مین شامل ہیں، وہ اوّلین مہاجرین میں سے ہیں کوئی کیسے ان کے فضائل ومناقب سے انکار کرسکتا ہے۔ ان کے فضائل سے چشم پوشی درحقیقت سورج دیکھ کر دن کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

ان کے متعلق امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شہیدوں کے سردار، بلند مقام، عالی شان، مجاہدین کے سرخیل ابوعبداللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد، ابوطالب عبدمناف بن عبدالمطلب بن ہاشم کے بیٹے، علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی اور علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے، انہوں نے

---

❶ مسنداحمد: ۲۲۵۵۱؛ سنن الکبری: ۸۱۹۲۔

❷ حدائق الأنوار: ۳٤۳۔ ❸ بخاری: ٤۲٦۱۔

دو ہجرتوں کی سعادت حاصل کی وہ حبشہ سے مدینہ آئے۔ وہ خیبر کی فتح کے موقع پر مسلمانوں سے آملے، مدینہ میں قیام کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو غزوہ مؤتہ میں شریک ہونے کا حکم دیا جو کہ کرک کے قریب ایک نواحی علاقے کا نام ہے وہ وہاں پر شہید ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی آمد سے انتہائی خوش ہوئے اور ان کی وفات پر انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد، ہاشمی، مساکین کا خیال رکھنے والے، ان پر خرچ کرنے والے، ذوالجناحین، جلیل القدر صحابی، رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کے فرزند، وہ غزوہ مؤتہ میں شہید ہوئے یہ آٹھ ہجری کا واقعہ ہے۔ صحیحین میں اگرچہ ان سے روایت تو منقول نہیں مگر ان کا ذکر موجود ہے۔ [2]

جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا تذکرہ درج ذیل ہے:

عبداللہ بن جعفر بن اَبی طالب علیہم السلام

عبداللہ بن جعفر بن اَبی طالب علیہم السلام ان کے سب سے بڑے بیٹے ہیں اور مقام کے لحاظ سے باقی بچوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ جعفر رضی اللہ عنہ ان کے نام پر ہی ابوعبداللہ پکارے جاتے تھے۔ اسلام میں ان کا اثر قابل ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تھے تو گھر کے بچے آپ سے جا کر ملتے وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے، میں آپ ﷺ سے ملنے کے لیے آگے بڑھا تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر آئے تو ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم تینوں ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ [3]

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں: سید، عالم، ابوجعفر قریشی، ہاشمی، حبشہ میں پیدا

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ١/ ٢٠٦۔ [2] تقریب التهذیب: ١٤٠۔

[3] مسلم: ٢٤٢٨۔

ہوئے مدینہ میں رہائش اختیار کی، سخی باپ کے سخی بیٹے، نبی ﷺ کی زیارت کی اور ان سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ان کا شمار صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے ان کے والد گرامی غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے ان کی کفالت (ذمہ داری) رسول اللہ ﷺ نے کی اور وہ آپ کی گود میں پلے بڑھے ہیں۔ ❶

وہ مزید فرماتے ہیں: ان کا رتبہ انتہائی بلند اور وہ مہربان سخاوت کرنے والے اور امامت وخلافت کے قابل تھے۔ ❷

بلاذری کا کہنا ہے کہ وہ بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ان کو ہر سال دس لاکھ درہم دیتے اور ان کا بیٹا یزید بیس لاکھ درہم دیا کرتا تھا مگر وہ سال ختم ہونے سے پہلے پہلے سب مال فقراء میں تقسیم کر دیتے اور سال کے آخری ایام میں قرضہ لے کر گزارہ کرتے۔ ❸

عامری کہتے ہیں ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان والی مدینہ نے پڑھائی، ابان نے خود ان کی چارپائی اٹھائی جبکہ اس کے آنسو جاری تھے اور وہ کہہ رہے تھے اللہ کی قسم! آپ انتہائی اچھے انسان تھے اور آپ میں کوئی برائی نہ تھی اور اللہ کی قسم! آپ بہت ہی شریف، نیک اور فاضل انسان تھے۔ ❹

عبداللہ بن جعفر نوے ہجری میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر بھی نوے سال تھی اور عبدالملک کی نیابت کرتے ہوئے ابان بن عثمان والی مدینہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ❺

جعفر بن ابی طالب کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا تھا مزید بچوں کے نام درج ذیل ہیں۔

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ٣/ ٤٥٦۔
❷ سیر اعلام النبلاء: ٣/ ٤٥٦۔
❸ انساب الأشراف: ٢/ ٤٥۔
❹ الریاض المستطابه: ٢٠٥۔
❺ انساب الأشراف: ٢/ ٦١۔

عون اور محمد بیٹے، ان کے شریک بھائی محمد بن ابی بکر، یحییٰ بن علی بن ابی طالب اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے جو اولاد تھی ان کی تعداد چار ہے۔ یہ انتہائی ذہین، فطین اور ہدایت یافتہ خاتون تھیں۔ [1]

سوم: عقیل بن اَبی طالب اور ان کی اولاد علیہم السلام

یہ طالب کے بعد بنو ابو طالب میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے اور سب سے آخر میں فوت ہوئے، ان کی والدہ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد بن ہاشم ہے۔ طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے اور عقیل جعفر سے دس سال بڑے تھے اور جعفر علی رضی اللہ عنہما سے دس سال بڑے تھے علی رضی اللہ عنہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے مگر سب سے پہلے اسلام قبول کیا عقیل فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔

بدر میں عقیل مشرکوں کے ساتھ نکلے مگر وہ جنگ کو ناپسند کرنے والے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرگز لڑنا نہیں چاہتے تھے ان کو قید کر لیا گیا ان کے پاس کسی قسم کا کوئی مال نہ تھا ان کے بھتیجے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب نے ان کا فدیہ ادا کیا بعض کے نزدیک ان کے چچا عباس بن عبدالمطلب نے ان کے فدیہ کی رقم ادا کی۔ [2]

ان کے فضائل ومناقب میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوہری محبت کا اظہار کیا، ابو اسحاق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو یزید میں تم سے دوہری محبت رکھتا ہوں ایک تو آپ کی میرے ساتھ قرابت داری کی وجہ سے اور ایک اپنے چچا کی آپ کے ساتھ محبت کی وجہ سے۔ [3]

عقیل متقی، نیک سیرت اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے انسان تھے، ابو اسحاق سے

---

[1] انساب الأشراف: ١/ ١٩٨۔

[2] طبقات: ٤/ ٤٣؛ أنساب الأشراف: ٢/ ٦٩۔

[3] مستدرك حاكم: ٦٤٦٤؛ مجمع الزوائد: ٩/ ٢٧٣۔

روایت ہے کہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک سوئی لے کر آئے اور اپنی بیوی سے کہا یہ لو اور اس سے اپنے کپڑے سی لیا کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کرنے والا بھیجا کہ ''خبر دار کوئی شخص سوئی یا اس سے بھی کم تر چیز کی خیانت نہ کرے۔'' انہوں نے اپنی بیوی سے کہا: معلوم ہوتا ہے یہ سوئی تمہارے پاس نہ رہے گی۔ (واپس کرنا ہوگی) [1]

عقیل رضی اللہ عنہ قریش میں سب سے زیادہ ان کے نسب کا علم رکھنے والے تھے وہ ان کے حالات پر سب سے زیادہ گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ حاضر جواب بھی تھے اور جواب دینے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے وہ بعض لوگوں کا دیر سے اسلام لانا محض ان کی ایک خامی خیالی تصور کرتے تھے اور اس پر ناراض ہوتے تھے۔ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق اور بہترین عادات کے مالک تھے۔ ان کی یہ عادات ان کی اولاد میں بھی منتقل ہوئی ہیں۔ عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں عقیل رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کے بعد فوت ہوئے۔ [2]

ان کی اولاد میں یزید ہیں جن کے نام پر انہوں نے اپنی کنیت ابو یزید رکھی ان کے علاوہ سعید ہیں ان دونوں کی والدہ کا نام ام سعید بنت عمرو بن یزید بن مدلج ہے۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک مسلم بن عقیل شہید علیہ السلام ہیں [3] جن کو حسین بن علی علیہما السلام نے مکہ سے کوفہ بھیجا تھا تاکہ وہ لوگوں کی بیعت لے سکیں مگر ان کو بدبخت ابن زیاد نے شہید کر دیا حسبنا اللہ ونعم الوکیل ایک شاعر کے چند اشعار کا ترجمہ یوں ہے:

۱: اگر تجھے پتہ نہیں کہ موت کا منظر کیا ہے تو پھر ہانی کی موت بازار میں اور ابن عقیل کی موت کا نظارہ کرو۔

۲: تو دیکھتا کہ موت نے ان کے اجسام کے رنگ تبدیل کر دیے ہیں اور ہر جگہ پر خون بہتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

---

[1] الطبقات: ٤/ ٤٣۔ [2] الطبقات: ٤/ ٤٤۔

[3] مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت گزر چکا ہے۔

مسلم رضی اللہ عنہ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوکر کامیاب ہوگئے جو آل عقیل کے لیے باعث فخر ہے اور ان کو قتل کرنے والے کے لیے ناکامی، بے عزتی اور آخرت کے عذاب کے علاوہ کچھ نہیں ہے آخرت کا عذاب دنیا کے مقابلہ میں بہت زیادہ سخت اور باقی رہنے والا ہے۔

عقیل کے بیٹوں میں سے جعفر اکبر، ابوسعید الأحول بھی ہیں جن کی والدہ کا نام ام البنین بنت ثغر ہے۔ثغر کی والدہ اسماء بنت سفیان ہیں جو کہ ضحاک بن سفیان بن عوف بن کعب بن أبی بکر بن کلاب کی بہن ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ ان کے علاوہ عبداللہ بن عقیل، عبدالرحمان، عبداللہ اصغر ہیں جن کی والدہ کا نام خلیلہ ام ولد ہے۔علی جن کی کوئی اولاد نہ تھی ان کی والدہ بھی ام ولد ہیں۔جعفر اصغر، حمزہ، عثمان باندیوں میں سے تھے محمد اور رملہ کی والدہ بھی ام الولد ہیں ام ہانی، اسماء، فاطمہ، ام القاسم، زینب ادرام نعمان مختلف باندیوں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ [1]

عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے جو لوگ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید کیے گئے ان میں جعفر اکبر، مسلم، عبداللہ اکبر، عبدالرحمان اور محمد شامل ہیں بعض کے نزدیک چھ لوگ شہید ہوئے تھے۔ [2]

چہارم: محمد بن علی بن ابی طالب (ابن الحنفیہ علیہ السلام)

ان کا نام محمد بن علی بن ابی طالب قریشی ہاشمی ابوالقاسم ہے بعض نے کہا ابوعبداللہ المدنی ہے۔ وہ ابن الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں ان کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن الدول بن حنیفہ ہے۔ یہ یمامہ میں قید ہوئی تھیں جن کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیدی بنایا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بنی حنیفہ کی لونڈی تھی اور وہ ان کے خاندان میں سے نہ تھی۔ [3]

---

[1] طبقات: ٤/ ٤٢؛ انساب الأشراف: ٢/ ٦٩۔

[2] انساب الأشراف: ٢/ ٧٠۔

[3] تهذيب الكمال: ٢٦/ ١٤٩۔

کہا گیا ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے ان کی ولادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔

ابن حبان فرماتے ہیں: وہ اہل بیت کے افاضل افراد میں سے ہیں۔ ❶

مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احمد بن عبداللہ العجلی نے کہا: وہ تابعی ہیں ثقہ ہیں اور وہ انتہائی نیک آدمی تھے۔ ابراہیم بن عبداللہ بن جنید فرماتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے محمد بن الحنفیہ کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر مضبوط ہے کوئی اور سند نہیں ہے۔ ❷

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسرائیل سے وہ عبدالأعلی بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن علی کی کنیت ابوالقاسم تھی وہ انتہائی پرہیز گار اور بہت زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ ❸

وہ مزید فرماتے ہیں: سید امام، ابوالقاسم، ابوعبداللہ۔ ❹

انہوں نے عبداللہ بن عباس، عثمان بن عفان، اپنے والد علی بن ابی طالب، عمار بن یاسر، معاویہ بن ابوسفیان اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والے مندرجہ ذیل ہیں: ابراہیم بن محمد بن الحنفیہ، حسن بن محمد بن الحنفیہ، عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ، عمر بن محمد بن الحنفیہ، عون بن محمد بن الحنفیہ، سالم بن ابی الجعد، عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب، عطاء بن أبی رباح، عمرو بن دینار، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن أبی طالب وغیرہ۔

ان کی وفات ۹۲ھ میں ہوئی بعض کے نزدیک ۹۳ھ میں فوت ہوئے، ان کی عمر (۶۵) سال تھی۔ ❺

---

❶ الثقات: لإبن حبان: ٥/ ٣٧٤۔ ❷ تهذيب الكمال: ٢٦/ ١٤٩۔

❸ سیر اعلام النبلاء: ٤/ ١١٥۔

❹ سیر اعلام النبلاء: ٤/ ١١٠۔

❺ طبقات ابن سعد: ٨/ ٤١

پنجم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا

ان کا نام: صفیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ہے۔ ان کی والدہ کا نام ھالۃ بنت وہیب بن عبدمناف بن زہرۃ بن کلاب ہے۔ وہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی ماں شریک بہن تھیں، زمانۂ جاہلیت میں ان کا نکاح حارث بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی سے ہوا پھر ان کا نکاح عوام بن خویلد بن اُسد بن عبدالعزی بن قصی سے ہوا۔ پہلے نکاح سے ایک بچہ جبکہ دوسرے نکاح سے زبیر، سائب اور عبدالکعبہ کی ولادت ہوئی۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی سرزمین سے ان کو چالیس وسق کھجوریں عطا فرمائیں۔ ❶

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی بنت عبدالمطلب ہاشمیہ، آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ ❷

وہ مزید فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی پھوپھی نے اسلام قبول نہیں کیا۔ انہوں نے احد کے میدان میں اپنے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کا جسم ٹکڑوں کی شکل میں دیکھا مگر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب امید رکھی یہ پہلی مہاجرات خواتین میں شامل ہیں۔ ❸

وہ انتہائی نڈر خاتون تھیں اور موت سے بالکل نہ ڈرتی تھیں، ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد پر جاتے تو اپنی ازواج اور دیگر خواتین کو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان پر چھوڑ جاتے کیونکہ وہ مکان مدینہ کے دیگر مکانوں کی نسبت زیادہ

❶ طبقات: ۸/ ۴۱۔ ❷ سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۶۹۔

❸ سیر اعلام النبلاء: ۲۷۰۔

مضبوط تھا۔ احد کے موقع پر حسان رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے ایک یہودی آیا اور ان کے مکان کی دیوار کے ساتھ کان لگا کر باتیں سننے لگا اور خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ یہودی ہے اسے قتل کردو مگر وہ کچھ خوفزدہ ہو گئے صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک بڑی لاٹھی پکڑی اور نیچے اتریں چھپ کر دروازہ آہستہ آہستہ کھولنے لگیں پھر اس یہودی پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے وہ لاٹھی اس کے سر پر دے ماری اور اسے قتل کر دیا۔ ❶

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب احد کے دن مسلمان شکست کھا کر بھاگ رہے تھے تو وہ نیزہ لے کر میدان جنگ میں اتر آئیں وہ بھاگتے ہوئے لوگوں کے سامنے سے آ رہی تھیں اور فرما رہی تھیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ کر جا رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو ان کے بیٹے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر یہ عورت ذات؟ اس وقت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کیا جاچکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ وہ ان کو اس حال میں دیکھیں زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا: امی جان ٹہر جایئے ٹھہر جایئے! انہوں نے جواباً کہا۔ ہٹ جاؤ تیری ماں مرجائے وہ آئیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا (اور صبر کیا)۔ ❷

صفیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دنیا سے رخصت ہوگئیں اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ ❸

اہل بیت میں سے صحابیات رضی اللہ عنہن

اُم کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہا جو علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں ہیں ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

امامۃ بنت ابوالعاص بن ربیع اور ان کی والدہ ماجدۃ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں امامۃ رضی اللہ عنہا کو آپ نماز کے دوران اٹھا لیتے تھے۔

---

❶ طبقات ابن سعد: ۸/ ۴۱ ❷ طبقات ابن سعد: ۸/ ۴۱

❸ حوالہ سابقہ۔

ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور آپ اسی حالت میں زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالعاص بن ربیعہ بن عبدالشمس کی بیٹی امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھائے ہوتے تھے جب سجدہ کرتے تو ان کو اتار دیتے۔ ❶

ام ہانی بنت ابی طالب بن عبدالمطلب علیہا السلام زبیر بن عبدالمطلب کی صاحبزادیاں ضباعۃ اور ام الحکم، ان دونوں کا ذکر ایک حدیث میں موجود ہے۔

فضل بن حسن ضمری سے روایت ہے کہ ام حکم یا ضباعہ جو زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹیاں تھیں، ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند قیدی آئے تو میں، میری بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس پہنچیں اور آپ سے اپنے حال کا شکوہ کیا اور چاہا کہ ہم کو کوئی قیدی دلوادیں جو ہمارے گھر کے کام کاج میں ہمارا ہاتھ بٹائے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے وہ یتیم بچے اور بچیاں مستحق ہیں جن کے باپ بدر کے دن شہید ہوئے تھے البتہ میں تم کو اس سے بہتر بات بتا دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ہر فرض نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لا إله الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير پڑھ لیا کرو۔ ❷

ضباعۃ وہ ہیں جن کا ذکر حج کی نیت میں شرط والی حدیث میں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب سے دریافت فرمایا کہ کیا تم حج کرنے جا رہی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں، مگر مجھے سخت درد کی بیماری ہوگئی ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم حج کو چلی جاؤ اور شرط کرلو کہ اے اللہ! میرے احرام سے باہر ہونے کی جگہ وہ ہے جہاں تو مجھ کو میری بیماری کے عذر سے روک دے گا۔ ❸

❶ بخاري: ٥١٦؛ مسلم: ٥٤٣۔ ❷ ابوداؤد: ٢٩٨٧۔ شرح معاني الآثار: ٥٤١٧.
❸ بخاري: ٥٠٨٩؛ مسلم: ١٢٠٧۔

نوٹ:......شرط والی نیت کے الفاظ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ مَحِلّیِ حیثُ حَبَسْتَنِی
اور امامہ بنت حمزۃ بن عبدالمطلب

شیعہ کے ہاں بارہ امام اور اہل سنت کے ہاں ان کا مقام

عجیب بات تو یہ ہے کہ شیعہ اپنے بارہ اماموں کی تعریف وتوثیق میں بہت سی باتوں پر اہل سنت کی کتب پر اعتماد کرتے ہیں اور پھر ان پر ناصبی ہونے کا فتوی بھی لگاتے ہیں اور یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ اہل بیت سے عداوت رکھتے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کے جن علماء سے وہ معلومات نقل کرتے ہیں ان کی دعوت حق اور سچ پر مبنی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ پھر اہل سنت پر ایسے غلط دعوے قائم کرنے کا کیا مطلب ہے؟

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ وہ اہل سنت کی ان کتب سے بھی روایات نقل کرتے ہیں جو درحقیقت شیعہ کے رد میں لکھی گئی ہیں مثلاً "كتاب الصواعق المحرقه فی الرد علی أهل الرفض والضلال والزندقه" یہ ابن حجر ہیثمی کی کتاب ہے۔ کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ رافضہ اور شیعہ کے رد میں لکھی گئی ہے مگر یہ کتاب اہل بیت علیہم السلام کے ذکر اور ان کے فضائل سے بھرپور ہے۔ اب یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ اس کتاب کو اس کی سچائی کی وجہ سے انہوں نے مرجع کا درجہ دے رکھا ہے یا پھر اس کتاب کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے رد میں سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور یہ تصور کرتے ہیں کہ اہل سنت شاید کسی عالم کی تقدیس کے قائل ہیں۔ ان کو اس بات کا علم نہیں کہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ ہم اپنے علماء کی وہ بات مانتے اور اس کو صحیح قرار دیتے ہیں جو کتاب وسنت کی رو سے صحیح ہو اور اس کی اس بات ٹھکرا بھی دیتے (جو غلط ہو) سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی بات کو لینا ہی ہوگا اور اس پر عمل کرنا ہوگا اگرچہ ان علماء کا مقام ومرتبہ ہمارے ہاں بہت زیادہ ہیں۔ ہم ان کے آپس میں اختلاف اور مختلف نظریات کی بنیاد پر کسی کی تکفیر نہیں کرتے اور نہ ہی ان پر بدعتی

ہونے کا فتوی لگاتے ہیں۔ جو ایسا کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔ ہم ان کا حق پہنچانتے ہیں مگر ان کی تقدیس اور معصومیت کے قائل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو مقام و مرتبہ ان کو عطا کیا ہے ہم ان کو اس سے بلند نہیں کرتے ہیں۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو ہم معصوم تصور نہیں کرتے۔

شیعہ کیوں کہ بارہ ائمہ کی تعظیم کا دعوی کرتے ہیں وہ اہل بیت علیہم السلام کے ان بارہ افراد کو معصوم گردانتے ہیں تو میں نے چاہا کہ اپنی کتاب کا اختتام ان کے مختصر ذکر کے ساتھ کروں، میں ان کے وہ فضائل و مناقب کو بیان کروں گا جو علمائے اہل سنت نے بیان کیے ہیں تا کہ پتہ چل سکے کہ اہل سنت کے ہاں ان کا مقام، مرتبہ کیا ہے؟ بعض شیعہ کا دعویٰ سراسر باطل اور جھوٹ ہے کہ اہل سنت اہل بیت کے ان آئمہ سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کے حقوق کی پاسداری نہیں کرتے۔ درحقیقت وہ اہل سنت سے لوگوں کو عموماً اور شیعہ عوام کو خصوصاً متنفر کرنا چاہتے ہیں اور حقیقت کو چھپانے اور لوگوں کو صحیح رستہ سے دور رکھنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں۔

میں نے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا ہے البتہ ان کا ذکر خصوصیت سے کرنا ہو تو اس کو مفصل اور طویل بھی کیا جا سکتا ہے ائمہ کے حالات مندرجہ ذیل ہیں۔

اوّل: امیر المؤمنین امام علی بن أبی طالب علیہ السلام

دوم: امیر المؤمنین امام حسن بن علی بن أبی طالب علیہ السلام

سوم: امام حسین بن علی بن أبی طالب علیہ السلام

ان تینوں کے حالات زندگی اور ان کے فضائل مناقب پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

چہارم: علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (زین العابدین)

ان کا نام ابوالحسن علی بن امام حسین شہید بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے ان کا لقب (زین العابدین) ہے۔

یہ شیعہ کے ہاں چوتھے امام ہیں ان کی والدہ کا نام ام ولد سندیہ ہے جن کو سلافہ کہا جاتا تھا بعض نے کہا سلامۃ بعض نے غزالہ بنت ملک الفرس یزدجرد ذکر کیا ہے، آپ مدینہ کے تابعین میں شامل ہیں ۳۸ھ کو پیدا ہوئے اور ۹۳ یا ۹۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہی وفات پائی اس وقت ان کی عمر تقریباً ۵۸ سال تھی۔

ان کے تمام بھائی میدان کربلا میں شہید ہوگئے یہ وہی دن ہے جس میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حسین رضی اللہ عنہ کو مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیا گیا اس دن فقط زین العابدین ہی زندہ بچ گئے تھے کیونکہ وہ بیمار تھے اور جنگ میں حصہ نہ لے سکے تھے۔ ان کو بقیہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ یزید کے پاس دمشق میں بھیج دیا گیا۔ یزید نے ان کی تعظیم کی اور دیگر افراد کے ساتھ ان کو مدینہ بھیج دیا۔ کربلاء کے موقع پر ان کی عمر ۲۳ سال تھی وہ اس حادثہ کے بعد ۳۵ سال بقید حیات رہے۔ وہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے، وہ انتہائی بلند اخلاق اور صدقہ وخیرات کرنے والے انسان تھے۔ وہ فقراء اور مساکین کا خیال رکھتے اور ان کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ ان کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں۔ عبادت، تقوی اور خشیت الٰہی میں وہ تمام لوگوں سے زیادہ تھے، آپ متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ لوگوں کی اصلاح کرنے والے اور سب سے زیادہ پاکدامن تھے۔

ان کا نام زین العابدین (عبادت گزاروں کی زینت) کثرت عبادت کی وجہ سے ہی مشہور ہوا ہے ان کا ایک نام ذاالثفنات (سخت گھٹنوں والا) بھی ہے کیونکہ کثرت سجود کی وجہ سے ان کے گھٹنے اونٹ کی طرح سخت ہوگئے تھے۔ ان کا لقب سجّاد (کثرت سے سجدے کرنے والا) بھی ہے۔

ابن جوزی نے ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمان بن حفص القرشی سے روایت کہ علی بن حسین علیہ السلام جب وضو کرتے تو ان کا رنگ پیلا پڑ جاتا۔ ان کی بیوی پوچھتیں کہ وضو کہ وقت آپ کی یہ حالت کیوں ہوجاتی ہے؟ تو وہ فرماتے کیا تمہیں علم ہے کہ میں کس کے حضور کھڑا

ہونے لگا ہوں؟ ❶

ایک دفعہ وہ نماز میں سجدہ کی حالت میں تھے کہ ان کے گھر کو آگ لگ گئی لوگوں نے آوازیں دینا شروع کیں اے فرزند رسول! آگ، اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آگ، مگر انہوں نے اپنا سر نہ اٹھایا حتی کہ آگ بجھ گئی، نماز کے بعد لوگوں نے پوچھا کس چیز نے آپ کو آگ سے بے خوف کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: دوسری بڑی آگ نے مجھے مشغول کر رکھا تھا۔

مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ علی بن حسین علیہ السلام نے احرام باندھا جب انہوں نے تلبیہ کہنے کا ارادہ کیا تو بے ہوش ہوکر اپنی اونٹی سے گر گئے جس سے ان کی ہڈی ٹوٹ گئی وہ کہتے ہیں مجھے کسی نے بتایا ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات میں ہزار رکعات پڑھا کرتے تھے حتی کہ فوت ہو گئے۔ ❷

طاؤس کہتے ہیں میں نے علی بن حسین علیہ السلام کو سجدے کی حالت میں یہ کہتے ہوئے سنا ''اے اللہ تیرا چھوٹا اور حقیر سا بندہ، مسکین، فقیر، تیرے در کا سائل اور فانی ہوں وہ کہتے ہیں میں بھی ایسے ہی دعا کیا کرتا اور اللہ تعالیٰ میری مصیبت ختم کر دیتا۔ ❸

وہ اللہ تعالیٰ سے کثرت سے دعا کرنے والے تھے وہ اپنی بعض دعاؤں میں کہا کرتے تھے اے اللہ! میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرے ظاہری اعمال لوگوں کی نظروں میں اچھے کر دے۔ (ریا کاری ہو) اور میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تو میرے خفیہ اعمال خفیہ آنکھوں میں برا کر دے، اے اللہ! جیسے پہلے میں گناہ کرتا رہا اور تو میرے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا تو میں جب بھی غلطی کروں تو تو مجھ سے آیندہ بھی ایسے ہی درگزر فرما۔ ❹

---

❶ صفة الصفوة: ١/ ٣٥٤۔

❷ تاريخ ابن عساكر: ١٤/ ٣٧٨۔

❸ الفرج بعد الشدة: ٦٥؛ تاريخ ابن عساكر: ١٤/ ٣٨٠۔

❹ الحلية: ٤/ ٣٩٦۔

وہ دعا کرتے ہوئے فرمایا کرتے: اے اللہ! مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کر ورنہ میں عاجز آجاؤں گا اور مجھے مخلوق کے سپرد بھی نہ کر ورنہ وہ مجھے ضائع کر دیں گے۔ ❶

زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ والدہ کے ساتھ انتہائی نیک سلوک کرنے والے تھے حتی کہ ان سے پوچھا گیا آپ اپنی والدہ کے ساتھ اس قدر بہترین سلوک کرتے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک پلیٹ میں کھانا نہیں کھاتے؟ تو انہوں نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کسی اس کھانے کی طرف میرے ہاتھ پہلے نہ بڑھ جائیں جس پر میری والدہ کی نظر پڑی (یعنی وہ کھانا چاہتی تھی) اگر ایسا ہوا تو میں اسے بھی والدہ کی نافرمانی شمار کرتا ہوں۔ ❷

علم شرعی میں وہ اپنی مثال آپ تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حسن وحسین علیہ السلام کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ علم سیکھنے میں اپنے بڑے خاندان اور بڑے مرتبہ کا لحاظ نہ رکھتے تھے بلکہ اپنے سے کم تر لوگوں سے بھی علم سیکھتے تھے۔ زین العابدین علیہ السلام کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا وہ حصول علم کے تمام آداب کا خیال رکھتے تھے، آپ علم کے لیے تواضع اختیار کرنے والے اور باادب تھے، وہ ان غلاموں کے پاس حصول علم کے لیے بیٹھ جاتے جو اسلام قبول کرنے میں پہلے لوگوں میں شامل تھے یا پھر ان کے پاس علم کی دولت تھی، یہ سب حصول علم کے پیش نظر تھا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ ''میں ہر اس شخص کی مجلس میں بیٹھتا ہوں جس سے مجھے علم حاصل ہو سکے۔'' اور وہ یہ بھی کہا کرتے تھے ''عقلمند ہمیشہ فائدہ کی جگہ پر ہی بیٹھتا ہے۔ ❸

ان سے پوچھا گیا جبکہ وہ زید بن اسلم کی مجلس میں تھے کیا آپ اس غلام کی مجلس میں بیٹھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، علم جہاں سے بھی ملے حاصل کرنا چاہیے۔ اس لیے ان کا شمار ممتاز فقہاء میں ہوتا ہے۔ زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اگرچہ ان سے مروی احادیث کی تعداد بہت کم ہے۔ ❹

---

❶ ابن عساکر: ٤١/ ٣٨٢۔ ❷ عیون الأخبار: ٣/ ٩٧۔
❸ ابوداؤد نے اسے الزہد میں نقل کیا ہے: ٤٣٤۔ ❹ المعرفة والتاریخ: ١/ ٥٤٤۔

لوگوں کو وعظ نصیحت میں ان کا ایک قصیدہ مشہور ہے جس کے اشعار انتہائی متاثر کن ہیں اور کئی لوگوں نے ان کو پڑھ کر راہ حق اختیار کی اور وہ ہدایت کے رستے پر چل پڑے چند اشعار یہ ہیں۔

۱: اجنبی وہ نہیں جو یمن اور شام میں محو سفر ہے بلکہ وہ ہے جو قبر اور کفن میں اجنبی ہو جائے۔

۲: دنیا میں اجنبی کا حق تو پردیس میں ہونے کی وجہ سے مقیم اور وطن والوں پر ہوتا ہے۔

ان کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کا ہر وقت خیال رکھتے تھے ان کی ضروریات کو پورا کرتے اور ان کا ہر ممکن تعاون فرماتے تھے جب ان کے پاس کوئی فقیر یا محتاج آجاتا تو اسے خوش آمدید کہتے اور فرماتے: اس شخص کا آنا مبارک ہو جو میرے لیے آخرت کے ثواب اور انعامات کا باعث ہے۔ [1]

بعض لوگ کہتے تھے کہ وہ بخیلی کیا کرتے تھے مگر جب وہ فوت ہوئے تو لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ مدینہ کے ایک سو گھروں کی کفالت کر رہے تھے محمد بن اسحاق فرماتے ہیں''اہل مدینہ کے کچھ گھرانے پرسکون زندگی گزار رہے تھے ان کو علم بھی نہ تھا کہ ان کی کفالت کون کر رہا ہے؟ مگر جب وہ فوت ہوگئے تو وہ اس امداد سے محروم ہوگئے جو رات کو خفیہ طور پر ان کے گھروں میں پہنچائی جاتی تھی۔ [2]

علی بن حسین رضی اللہ عنہ رات کو ایک مٹکا روٹیوں سے بھر کر اپنی کمر پر لادتے اور صدقہ وخیرات کرتے وہ اس حدیث کا مصداق تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً خفیہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ختم کر دیتا ہے۔ [3]

علی بن حسین، محمد بن اسامہ بن زید کے پاس ان کی مرض الموت میں تشریف لائے تو

---

[1] البر والصلة: ٣٦٢. [2] الحلية: ٣/ ١٣٦۔

[3] مسنـدحارث بن أبي اسامه: ٣٠٢ (بغية الباحث) سلسله الصحيحه: ١٩٠٨۔ الحلية: ٣/ ١٣٥۔

محمد بن اسامہ رونے لگے، انہوں نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: میرے اوپر قرض ہے علی بن حسین نے پوچھا کتنا؟ انہوں نے فرمایا: پندرہ ہزار دینار، فرمایا: یہ میں ادا کروں گا۔ [1]

وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی ادب کیا کرتے تھے، خصوصًا خلفائے راشدین ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی دل سے قدر کرتے تھے۔ ان کے پاس کچھ لوگ عراق سے حاضر ہوئے اور انہوں نے ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق نازیبا الفاظ کہے۔ جب وہ اپنی بات کر کے فارغ ہوگئے تو انہوں نے ان سے کہا: مجھے بتلاؤ کہ تم مہاجرین اولین میں سے ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان وارد ہے کہ:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ ﴾

(الحشر: ۸)

”(فئے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔“

انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۟ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾ ﴾

(الحشر: ۹)

---

[1] الحلية: ٣/ ١٤١۔

''اور ان کے لیے جنہوں نے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے یہ اس سے کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ خود اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو سخت حاجت ہی کیوں نہ ہو۔ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا وہی کامیاب (بامراد) ہے۔''

انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا: ان دونوں گروہوں میں سے نہ ہونے کا اقرار تم نے خود کر لیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (الحشر: ١٠)

''اور ان کے لیے جو ان کے بعد آئیں گے جو کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور ایمان والوں کے لیے ہمارے دل میں کینہ نہ ڈال اے ہمارے پروردگار! بے شک تو شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔''

پھر فرمانے لگے میری محفل سے نکل جاؤ اللہ تمہیں برباد کرے۔ [1]

آپ عام لوگوں کے ساتھ بھی بہت ادب و احترام سے پیش آتے تھے اور کسی کے ساتھ بھی اونچی آواز سے بات نہ کرتے تھے۔ جب وہ اپنی سواری پہ جا رہے ہوتے تھے تو یہ بھی نہ کہتے تھے کہ رستہ دو، وہ کہا کرتے تھے رستہ سب کا مشترکہ ہے مجھے حق نہیں کہ کسی کو کہوں کہ ایک طرف ہو جاؤ۔ [2]

---

[1] فضائل الصحابة: ٤٦؛ حلیه: ٣/ ١٣٧؛ كشف الغمة للأربلی طبع تبریز ایران: ٢/ ٧٨۔

[2] سیر اعلام النبلاء: ٤/ ٣٩٨۔

ان کے امتیازات میں سے یہ بھی ہے کہ ان کا اپنے چچازاد بھائی حسن بن حسن سے جھگڑا ہوگیا حسن بن حسن علیہم السلام کی زبان پر جو آیا وہ غصہ میں کہتے چلے گئے مگر زین العابدین علیہ السلام رات کو ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے معذرت کی حالانکہ انہوں نے ان کو برا بھلا بھی نہیں کہا تھا۔ حسن بن حسن رحمہ اللہ نے ان کو ڈانٹ دیا تو یہ رونے لگے حتی کہ ان کے رونے پر مرثیہ کہا گیا۔

وہ اس قدر مؤدب تھے کہ ایک آدمی نے ان پر جھوٹ باندھا تو انہوں نے فرمایا: اگر تو ہم ایسے ہیں جیسے تو کہہ رہا ہے تو پھر ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجیے اور اگر ہم ایسے نہیں تو اللہ تعالیٰ اللہ آپ کو معاف فرمائے۔ یہ آدمی آگے بڑھا اور ان کے سر پر بوسہ دیا اور فرمایا: میں قربان جاؤں آپ ایسے نہیں ہیں جیسے میں نے کہا۔ مجھے معاف کر دیجیے انہوں نے فرمایا: اللہ آپ کو معاف فرمائے اس آدمی نے کہا: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کن لوگوں میں انبیاء پیدا کرنے ہیں۔ [1]

وہ اپنے اخلاق کی وجہ سے لوگوں کے ہاں انتہائی اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور ان کا مرتبہ ان کے ہاں بلند تھا۔ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے آیا۔ یہ اس کا دورِ حکومت شروع ہونے سے چند دن پہلے کا واقعہ ہے۔ جب وہ حجر اسود کا استلام کرنے لگا تو وہاں لوگوں کی بھیڑ تھی لیکن جب علی بن حسین تشریف لائے تو لوگ دور ہٹ گئے حتی کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف شروع کر دیا۔ ہشام بن عبدالملک غصہ میں آ کر کہنے لگا یہ کون ہے میں اسے نہیں جانتا؟ اس کے پہلو میں فرزدق شاعر موجود تھا جس نے کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

۱: یہ وہ ہے جسے وادی بطحاء پہچانتی ہے۔ بیت اللہ، حرم اور حل (حدود حرم سے باہر کا علاقہ) دونوں جانتے ہیں۔

۲: جب قریش ان کو دیکھتے ہیں تو کہنے والا پکار اٹھتا ہے۔ ان پر مکارم اخلاق کی

[1] صفة الصفوة: ١/ ٣٥٥۔

انتہاء ہے۔

۳: یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر ہیں اگر تمہیں معلوم نہیں اور ان کے نانا خاتم الانبیاء علیہ السلام ہیں۔

۴: اگر تو متقین کو شمار کرے تو یہ ان کے امام ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ روئے زمین پر اس وقت سب سے افضل ہیں تو کہا جا سکتا ہے۔

۵: یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بہترین کے لخت جگر ہیں۔ یہ متقی، پاکدامن اور صاحب کردار اور جانے پہنچانے ہیں۔

۶: ان پر عزت وکرم کی انتہاء ہے۔ ایسی عزت جس کے حصول میں عرب وعجم ناکام ہیں۔

۷: یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی محبت دین اور ان سے بغض کفر ہے یہ ذریعہ نجات اور پکا راستہ ہے۔

۸: تیری بات ان کی شان میں کمی کا باعث نہیں کیونکہ انہیں تمام عرب اور تمام عجم جانتے ہیں۔

علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے لیے اہل سنت کے تعریفانہ کلمات

شعیب بن أبی حمزہ زہری سے نقل کرتے ہیں "علی بن حسن علیہ السلام اہل بیت کے افضل ترین افراد میں سے تھے اور سب سے بہترین اطاعت گزار تھے۔

معمر زہری سے بیان کرتے ہیں: میں نے اہل بیت میں علی بن حسین رحمہ اللہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

ابن وہب امام مالک سے روایت کرتے ہیں: علی بن حسین کی طرح اہل بیت میں کوئی اور نہ تھا ان کو ابن الأمۃ کہا جاتا ہے۔

الاصمعی کہتے ہیں: حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہ تھا اور علی بن حسین کے ہاں اُمّ عبداللہ بنت حسن سے اولاد تھی جو کہ ان کی چچازاد بہن ہیں۔

سعید بن عامر جویریہ بنت اسماء سے روایت کرتے ہیں کہ علی بن حسین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے ہاں سے ایک درہم بھی نہیں کھایا ہے۔

یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں مدینہ میں کچھ گھرانے خوشحال زندگی گزار رہے تھے مگر ان کو یہ علم نہ تھا کہ ان کی ضروریات کہاں سے اور کون پوری کر رہا ہے؟ جب علی بن حسین رحمہ اللہ فوت ہوئے تو ان کی امداد بھی بند ہوگئی۔

ان کے متعلق یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: میں نے جتنے ہاشمی افراد دیکھے وہ سب سے افضل تھے۔ [1]

عبداللہ بن اُبی سالم کہتے ہیں کہ علی بن حسین جب چلا کرتے تو ان کے ہاتھ رانوں سے آگے نہ نکلتے تھے۔ وہ ہاتھوں کو زیادہ ہلا کر نہ چلتے تھے۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کانپنے لگتے تھے۔ [2]

انہوں نے اپنے والد گرامی حسین بن علی علیہ السلام اور ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا، اپنے چچا حسن بن علی رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عباس ابوہریرہ، ابورافع، مسور بن مخرمہ، زینب بنت ابی سلمۃ، مروان بن حکم، عبداللہ بن ابی رافع، سعید بن میسّب سعید بن مرجانہ، ذکوان (عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام) عمرو بن عثمان عفان سے بھی انہوں نے روایات نقل کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں ان کی اولاد: ابوجعفر محمد الباقر، زید المقتول، عمر اور عبداللہ شامل ہیں ان کے علاوہ ان سے روایت کرنے والوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ زہری، عمرو بن دینار، حکم بن عتیبہ، زید بن اسلم، یحییٰ بن سعید، ابوزناد علی بن جدعان، مسلم

---

[1] یہ تمام اقوال تہذیب الکمال میں ہیں: ۲۰/ ۳۸۷۔

[2] الطبقات: ٥/ ٦١٦۔

البطین، حبیب بن ابی ثابت، عاصم بن عبداللہ، عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان، ان کے والد عمر قعقاع بن حکیم، ابوالاسود یتیم عروۃ، ہشام بن عروۃ، ابوزبیر مکی ابوحازم الأعرج، عبداللہ بن مسلم، محمد بن فرات، منھال بن عمرو، ان کے علاوہ ابوسلمہ اور طاؤس نے بھی ان سے روایات بیان کی ہیں جو کہ ان کے طبقہ کے ہیں۔

زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام ۹۴ یا ۹۵ھ میں فوت ہوئے ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی جبکہ ان کی عمر ۵۸ سال تھی۔

ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کے نام یہ ہیں: محمد الباقر، عبداللہ، حسن، حسین، زید، عمر، حسین اصغر، عبدالرحمان، سلیمان، علی اور محمد اصغر، خدیجہ، ام کلثوم، فاطمہ اور عُلَیّہ۔

اے کتاب پڑھنے والے محترم قاری! غور کرو زین العابدین علیہ السلام نے کس محبت سے اپنے بچے کا نام امیر المومنین عمر وفاروق رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا جبکہ گمراہ شیعہ اس نام سے نفرت کرتے ہیں اور سیدنا عمر وفاروق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں لا حول ولا قوۃ الاباللّٰہ۔

جب لوگ زین العابدین علیہ السلام کو غسل دے رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی کمر پر سیاہ نشان پڑ چکا ہے انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو ان کو بتایا گیا کہ وہ راتوں کو فقرائے مدینہ کے لیے اپنی کمر پر آٹے یا جو وغیرہ کا مٹکا اٹھا کر لے جاتے تھے اور فقراء میں تقسیم کرتے تھے اللہ تعالیٰ اس متقی امام پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

ان کے مناقب رات کے ستاروں کی مانند ہیں۔ جن سے ان کے دین اور اخلاق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

علی بن حسین علیہ السلام کے متعلق ابن سعد نے کہا: وہ ثقہ (بااعتماد) امن پسند، احادیث کے راوی، بہت بلند اور اعلیٰ مقام والے تھے۔ [1]

وہ واقعتاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نواسے تھے۔ اس میں کوئی تعجب والی بات نہیں شیخ الاسلام

---

[1] الطبقات: ۵/ ۲۲۲۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علی بن حسین رحمہ اللہ کبار تابعین میں سے تھے اور علمِ دین کے لحاظ سے ان کے امام اور سردار تھے۔ ❶

ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سید امام زین العابدین ہاشمی، قریشی علوی۔'' ❷

وہ مزید فرماتے ہیں کہ ان کی عظمت ومقام بلند ہے اور اللہ کی قسم! وہ اس کے حقدار بھی تھے۔ وہ اپنے شرف ومرتبہ، علم وفضل صلاحیت وکردار اور عقل ودانش کی بناء خلافت عظمیٰ کے لائق تھے۔

مزی فرماتے ہیں: سفیان بن عیینہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ کہ میں نے علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے بہتر کوئی قریشی نہیں دیکھا ہے۔ ایسی ہی بات علی بن حازم، زید بن اسلم، مالک اور یحییٰ بن سعید انصاری رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے۔ عجلی کہتے ہیں علی بن حسین مدنی بہت بڑے تابعی اور ثقہ تھے۔ زہری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: علی بن حسین علیہم السلام اہل بیت کے افضل ترین افراد میں سے ہیں اور سب سے بہترین اطاعت گزار ہیں۔ مروان بن حکم اور عبدالملک بن مروان ان کو انتہائی عزیز رکھتے تھے۔ ❸

ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ ثقہ، ثبت، عابد، فقیہ، فاصل اور مشہور ہیں۔ ❹

پنجم: محمد بن علی زین العابدین بن حسین علیہم السلام (محمد الباقر) اور ان کے بھائی زید بن زین العابدین علی علیہم السلام

ان کا نام ابوجعفر محمد بن علی بن شہید حسین بن امیر المؤمنین علی بن أبی طالب علیہم السلام ہے۔ ان کی کنیت ابوجعفر تھی۔ ان کا شمار کبار علمائے اسلام میں ہوتا ہے۔

آپ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں ۵٦ھ میں پیدا ہوئے یہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چار سال پہلے کی بات ہے۔

---

❶ منهاج السنة النبوية: ٤/ ٤٨۔
❷ سير اعلام النبلاء: ٤/ ٣٨٦۔
❸ تهذيب الكمال: ٢٠/ ٣٨٤۔
❹ تقريب التهذيب: ٤٠۔

ابوجعفر الباقر کہتے ہیں میرے دادا حسین رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو میری عمر چار سال تھی ان کی شہادت کی خبر سن کر میں نے کہا تھا ''ہم ان کے قاتل اوراس کے معاونین کے لیے یہی کہہ سکتے ہیں۔'' (حسبی الله ونعم الوکیل)۔ ❶

ان کو علم دین میں ماہر ہونے کی وجہ سے باقر کہا جاتا ہے ابوالحسن انصاری سے روایت ہے کہ میں نے زبیر بن بکار القاضی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ محمد بن علی بن حسین کو باقر العلم (علم میں مہارت رکھنے والا) کہہ رہے تھے۔

عمر الزاہد المطرز صاحب ثعلب کا کہنا ہے کہ ان کا نام الباقر اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے علم کے تمام عقدے کھول دیے تھے، انہوں نے علم کو سیکھا اس میں مہارت حاصل کی اور اس کو بیان کیا۔ ❷

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کا نام باقر علم میں مہارت حاصل کرنے، دلائل سے استنباط کرنے اور علمی عقدے حل کرنے کی وجہ سے ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے، اس سے ڈرنے والے اور انتہائی صابر تھے۔ وہ نبوت کی نسل میں سے تھے۔ ان کا حسب ونسب بلند ہے۔ وہ مصائب کو برداشت کرنے والے، کثرت سے رونے اور آنسو بہانے والے تھے۔ وہ لڑائی جھگڑا سے دور رہنے والے تھے۔ ❸

ابن حجر الہیثمی کہتے ہیں: ان کا دل صاف، علم وعمل بہترین، نفس پاک وصاف، پیدائش اعلی ہے ان کے اوقات اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزرتے تھے۔ اللہ کے نیک بندوں کے لیے ان میں بہت سی نشانیاں ہیں جن کو بیان کرنا مشکل ہے۔ سلوک ومعرفت میں ان کے بہترین اقوال موجود ہیں جو اس عجلت میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ❹

---

❶ وفيات الأعيان: ٤/ ١٧٤۔ ❷ ألقاب الصحابة والتابعين: ١/ ٤۔

❸ البداية والنهاية: ٣/ ٣٠٩۔

❹ الصواعق المحرقه على أهل الرفض: ٢/ ٥٨٥، ٥٨٦۔

وہ نجیب الطرفین تھے۔ ان کے والد گرامی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علی علیہم السلام ہیں۔

ان کے بھائی زید بن علی بن حسین بن علی بن اَبی طالب، ابوالحسن ہاشمی علوی مدنی ہیں اور عبداللہ، عمر، علی حسین بھی ہیں۔ یہ ان کا مبارک نسب ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔

ان کی بیویاں ام فروہ بنت قاسم اور ام حکیم بنت اَسید الثقفیۃ ہیں۔

ان کی اولاد: امام جعفر صادق، عبداللہ، ابراہیم، عبداللہ، علی زینب، ام سلمہ۔

ان کے اساتذہ میں کبار صحابہ بھی شامل ہیں۔ جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، ابوسعید الخذری، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اس کے علاوہ انہوں نے اپنے باپ زین العابدین، عبداللہ بن جعفر، سعید بن میسّب اور محمد بن حنفیہ سے روایات نقل کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں کے نام مندجہ ذیل ہیں۔

ان کے بیٹے جعفر الصادق، عطا بن ابی رباح، اَعرج، عمرو بن دینار، ابواسحاق سبیعی زہری یحییٰ بن اَبی کثیر، ربیعہ الرائی، لیث بن اَبی سلیم، ابن جریج، قرۃ بن خالد، حجاج بن اَرطاۃ اَعمش، مخول بن راشد، حرب بن سریج، قاسم بن فضل الحدانی، اوزاعی وغیرہ۔ ان سے ابوحنیفہ النعمان، محمد بن مسلم وغیرہ نے بھی علم حاصل کیا۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے ان سے تیس ہزار روایت سنی ہے۔ چند صحابہ جو دنیا میں باقی تھے، تابعین اور فقہا نے بھی ان سے روایات بیان کی ہیں۔

صحیحین میں ان سے بہت سی روایات منقول ہیں اور یہ دونوں کتابیں (بخاری ومسلم) اہل سنت کے ہاں بنیادی اور معتبر ہیں۔

ان کے متعلق ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب قریشی ہاشمی، ابوجعفر الباقر، ان کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علی ہیں وہ جلیل القدر تابعی

ہیں۔ ان کا مرتبہ بلند ہے وہ اس امت کے بہت بڑے عالم باعمل اور شرف وبزرگی اور سرداری کی علامت ہیں۔

جابر بن عبداللہ الانصاری ان کی بہت زیادہ عزت کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ ❶

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہم لوگوں کے بارے میں پوچھا یہاں تک کہ میری طرف متوجہ ہوئے اور میرے بارے میں بھی پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ ہوں تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا پھر میری قمیض کا سب سے اوپر والا بٹن کھولا پھر نیچے والا بٹن کھولا پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی میرے سینے کے درمیان میں رکھی جبکہ میں ان دنوں ایک نوجوان لڑکا تھا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! خوش آمدید جو چاہے تو مجھ سے پوچھ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے متعلق مجھے بتائیں پھر انہوں نے طویل حدیث بیان کی۔ ❷

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوجعفر محمد بن علی بہت بڑے علماء اور اہل دین میں شامل تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام الباقر اس لیے ہے کہ انہوں نے علم کے عقدے کھولے اور مہارت حاصل کی، کثرت سجود کی وجہ سے یہ نام نہیں رکھا گیا۔ ❸

امام مزی رحمہ اللہ نے فرمایا: عجلی کا کہنا ہے کہ وہ مدنی، ثقہ تابعی تھے اور ابن البرقی نے کہا وہ بہت بڑے فقیہ اور فاضل انسان تھے۔ ❹

امام ذہبی نے کہا: وہ سید، امام ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی علوی، فاطمی مدنی ہیں۔ وہ زین العابدین کے فرزند ہیں۔ وہ ایسے شخص ہیں جنہوں نے اپنی ذات میں علم وعمل،

---

❶ البداية و النهاية: ۹/ ۳۳۹۔
❷ صحيح مسلم: ۱۲۱۸۔
❸ منهاج السنة النبوية: ٤/ ٥٠۔
❹ تهذيب الكمال: ۲٦/ ۱۳۹، ۱٤٠۔

سرداری شرف، بزرگی اور خوداعتمادی جیسے اوصاف جمع کررکھے تھے۔ وہ خلافت کے حق دار تھے، وہ ان بارہ اماموں میں سے ایک ہیں جن کے ساتھ شیعہ امامیہ محبت کا دعوی کرتے ہیں وہ ان کے متعلق عصمت (معصوم ہونا) اور دین کی مکمل معرفت کا بھی دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ عصمت فقط فرشتوں اور انبیاء کے لیے ہے۔ نبی کریم ﷺ کے علاوہ ہر انسان صحیح بات بھی کرتا ہے اور اس سے غلطی بھی ہوجاتی ہے۔ اس کی بات لی بھی جاسکتی ہے اور چھوڑی بھی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی کوئی بھی بات چھوڑی نہیں جاسکتی کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی تائید بذریعہ وحی حاصل ہے۔

ابوجعفر علم کے عقدے کھولنے میں معروف ہیں انہوں نے علم کی حقیقت اور اصل کو جانا اور اس میدان شہرت حاصل کی۔ امام ابوجعفر ایک مجتہد، کتاب اللہ کو سمجھنے اور پڑھنے والے تھے، ان کی شان وقدرومنزلت بلند تھی۔ [1]

وہ مزید فرماتے ہیں: نسائی وغیرہ نے ان کو مدینہ کے فقہائے تابعین میں شمار کیا ہے اور حفاظ حدیث ان سے روایت لینے میں متفق ہیں۔ [2]

ابوجعفر محمد الباقر ۱۱۴ھ میں فوت ہوئے، اللہ تعالیٰ علم کے اس ماہر پر رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے شریعت میں وہ مقام حاصل کیا جو ان کے آباواجداد کو حاصل تھا۔ انہوں نے علم وعمل کا پرچم بلند کیا۔ اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کیونکہ وہ زین العابدین کے فرزند ہیں اور وہ امام شہید حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں جو کہ نوجونان جنت کے سردار ہیں، وہ حیدر کرار کے نورنظر ہیں جو فاطمہ رضی اللہ عنہا بتول رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیٹی کے شوہر ہیں۔

ان کے بھائی زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام

زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، ابوالحسین، ہاشمی، علوی، مدنی ان کے بھائیوں میں محمد الباقر، عبداللہ، عمر، علی اور حسین شامل ہیں۔

[1] سیر اعلام النبلاء: ٤/ ٤٠١، ٤٠٢۔ [2] حوالہ سابقہ: ٤/ ٤٠٣۔

زید بن علی نے اپنے والد گرامی زین العابدین، اپنے بھائی محمد الباقر، عروہ بن زبیر اَبان بن عثمان اور عبداللہ بن اَبی رافع سے روایات بیان کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں: ان کے بھتیجے جعفر بن محمد، شعبہ، فضیل بن مرزوق مطلب بن زیاد، سعید بن خیثم، ابن ابی زناد وغیرہ شامل ہیں۔

عیسیٰ بن یونس نے کہا بعض رافضی زید بن علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے برأت (لاتعلقی) کا اظہار کیجیے تب ہم آپ سے تعاون کریں گے انہوں نے فرمایا: نہیں میں تو انہیں خلیفہ برحق مانتا ہوں وہ کہنے لگے ہم آپ کو رفض (انکار) کریں گے۔ اسی لیے ان کو رافضہ کہا جاتا ہے یعنی انکار کرنے والے۔

زیدیہ نے زبانی کلامی ان سے اتفاق کیا مگر ان کی تلواریں ان کے خلاف تھیں۔ اسماعیل السدی نے ان سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں الرافضہ ہمارا گروہ تھا مگر انہوں نے ہم پر ہی تیر برسائے ہیں اور کہا جاتا ہے جب ہشام نے ان کو ڈانٹا اور جھٹلایا تو انہوں نے فرمایا: جس نے زندگی سے پیار کیا وہ ذلیل وخوار ہوا۔

وہ والی عراق یوسف بن عمر کے پاس وفد کی شکل میں آئے تو اس نے ان کا اکرام کیا پھر ان کو تحفے تحائف دے کر مدینہ رخصت کیا۔ کوفہ کے کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ واپس کوفہ چلیں ہم آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ یوسف کسی کام کا آدمی نہیں ہے۔ وہ ان کی باتوں میں آگئے اور ایک لشکر تیار کیا۔ یوسف کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا تو ان کو قتل کر دیا گیا اور چار دن تک ان کی نعش کو پھانسی پر پر لٹکایا گیا۔

عبداللہ بن ابی بکر العتکی جریر بن حازم سے روایت کرتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا وہ زید بن علی کی لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے فرما رہے تھے: تم نے میرے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ [1]

---

[1] تاريخ ابن عساكر: ١٩/ ٤٨٠۔

عبادالرواجنی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن القاسم نے خبر دی کہ میں جعفر الصادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے پاس کچھ رافضی موجود تھے۔ میں نے عرض کیا یہ آپ کے چچا زید بن علی سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص سے لاتعلق ہے جو ان سے لاتعلقی کا اظہار کرے۔ اللہ کی قسم! وہ ہم میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کو پڑھنے اور جاننے والے، ہم میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والے اور ہم میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے، جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو ہم میں ان جیسا کوئی نہ تھا۔

ہاشم بن برید زید بن علی سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ شاکرین کے امام تھے۔ پھر انہوں نے اس آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ (آل عمران: ١٤٤) ''عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔'' پھر فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے برأت (لاتعلقی) درحقیقت علی رضی اللہ عنہ سے برأت ہے۔ [1]

ان کی شہادت کا قصہ بیان کرتے ہوئے ابوالیقطان جویریہ بنت اسماء وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ زید بن علی وفد کی شکل میں مدینہ سے والی عراق یوسف بن عمر الثقفی کے پاس تشریف لائے اس نے ان کی عزت وتکریم کی پھر وہ مدینہ واپس ہوئے کچھ اہل کوفہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ آپ واپس تشریف لائیں یوسف کسی کام کا آدمی نہیں ہے ہم اس سے کوفہ چھین کر آپ کے سپرد کر دیں گے وہ ان کے ساتھ واپس لوٹے اور ایک لشکر تیار کیا مگر جب عراقی لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی تو زید بن علی قتل کر دیے گئے پھر ان کو پھانسی پر چار دن کے لیے لٹکایا گیا پھر اتار کر جلا دیا گیا انالله وإنا اليه راجعون۔ [2]

ان کی عمر چالیس سے چند ماہ زیادہ تھی۔ وہ ٢صفر ١٢٢ھ کو دنیا سے رخصت ہوئے یہ شہید زید بن علی علیہ السلام کی زندگی کے مختصر حالات تھے۔

---

[1] فضائل الصحابة لدار قطني: ٤٤، اصول السنة: ٢٤٦٩۔

[2] تاريخ دمشق: ١٩/ ٤٧٨؛ تهذيب الكمال: ١٠/ ٣٧۔ ٩٨۔

ششم: جعفر بن محمد الباقر بن زین العابدین علی علیہم السلام (جعفر الصادق)

ان کا نام ابوعبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے ان کی والدہ ام فروۃ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن اَبی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ اس امت کے صدیق اور یارغار ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی ہیں ان کی ماں کا نام اسماء بنت عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: وہ اسی لیے کہا کرتے تھے میں دو واسطوں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں وہ رافضیوں پر اس وقت انتہائی غضبناک ہوتے جب انہیں پتہ چلتا کہ وہ ان کے جدامجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اعراض برتتے ہیں یہ اعراض کسی بھی صورت میں ہو ظاہری ہو یا باطنی ہو۔ یہ ایسا ناطہ اور تعلق ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے مگر رافضی جاہل ہیں انہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور جہنم کی وادیوں میں جا گرے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور فرمادیا۔

اے قاری! کیا آپ نے غور کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت علیہم السلام کے درمیان کیسا مضبوط تعلق قائم ہے۔ اس امت کے افضل ترین شخص نے کس طرح اپنا ناطہ اہل بیت سے جوڑ رکھا ہے۔

جعفر الصادق کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور الصادق ان کا لقب ہے یعنی سچا اور یہ اس لیے ہے کہ ان سے کبھی کوئی جھوٹی بات سنی ہی نہیں گئی ہے۔

وہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اورانہوں نے بعض صحابہ کی زیارت بھی کی جن میں انس بن مالک اور سہل بن سعد شامل ہیں۔

جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے دس بچے تھے۔ ان میں سے ایک اسماعیل ہیں جن کی طرف اسماعیلی مذہب منسوب ہے۔ اسی طرح عبداللہ، ام فروۃ ہیں جن کی والدہ کا نام فاطمہ بنت حسین بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے، اس کے علاوہ موسیٰ اسحاق اور محمد ہیں جن کی

والدہ باندی ہیں اور ان کا نام حمیدہ ہے۔ اسی طرح عباس اور علی ہیں، اسماء و فاطمہ بھی جن کی مائیں مختلف ہیں۔

وہ حق گو تھے اور صاف بات کرنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے ان کی حق گوئی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ جب منصور نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا؟ درحقیقت اس وقت ایک مکھی خلیفہ کے چہرے پر بار بار آ کر بیٹھتی تھی جس سے وہ تنگ ہو رہا تھا تو انہوں نے فرمایا: ''اس لیے پیدا کیا ہے کہ جابر حکمرانوں کو ذلیل کرے۔''

وہ علم اور اہل علم کی بہت ہی قدر کرتے تھے اور اپنے مخالف کا بھی احترام کرتے تھے وہ اپنے مباحثوں اور علمی گفتگو میں دلائل پر اعتماد کرتے تھے وہ دلائل و براہین پر غور و فکر کرتے اور استنباط مسائل سے مدمقابل سے گفتگو فرماتے۔ وہ ایک علمی منہج رکھنے والے انسان تھے۔ پھر وہ مختلف لوگوں کے اقوال و آراء کا بھی تذکرہ فرماتے پھر اپنی رائے کو دلائل سے ترجیح دیتے۔

وہ تفکر، تدبر اور استنباط کی دعوت دیتے اور عقل کو غور فکر کی عادت ڈالنے کا مشورہ دیتے ایک دن ان کو ایک آدمی نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط﴾ (غافر: ٦٠) مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعائیں) قبول کروں گا'' پھر کیا وجہ ہے کہ ہم دعائیں تو کرتے ہیں مگر وہ ان کو قبول نہیں کرتا؟ انہوں نے جواب دیا کیونکہ تو اسے پکار رہا ہے جس کی معرفت تو نے حاصل ہی نہیں کی ہے۔

وہ انتہائی متقی، پاکدامن اور صاحب علم تھے۔ وہ اہل علم کے درمیان خاص طور پر اور عوام الناس میں عام طور پر مشہور تھے بہت بڑے بڑے علماء اور ائمہ ان کے تلامذہ میں شامل ہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک۔

ان کی فقاہت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ انہوں نے فتوی دیا کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک سال سے زیادہ خوراک جمع کرے جبکہ امت میں خوراک کے حاجت مند، مساکین موجود ہوں اور لوگوں کو کپڑا علاج وغیرہ کی ضرورت ہو۔

ان کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ اگر چور حالت اضطرار (سخت مجبوری، موت کا خوف) میں چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے کیونکہ چوری اس کی عادت نہیں ہے۔ اور یہ کہ اگر چور اس لیے چوری کرے کہ اس کی مزدوری اور محنت کا معاوضہ اسے نہیں دیا گیا تھا اور اس کے اہل وعیال فاقہ کشی کر رہے تھے تو پھر بھی ہاتھ نہ کاٹنا افضل ہے۔

جعفر بن محمد نے اپنے باپ ابوجعفر، محمد الباقر، عبداللہ بن اَبی رافع عروۃ بن زبیر، عطاء بن اَبی رباح، (ان کی سند سے مسلم میں روایت ہے) اور اپنے جدامجد قاسم بن محمد بن اَبی بکر صدیق نافع العمری، محمد بن منکدر، زہری، مسلم بن اَبی مریم اور ان کے علاوہ بہت سے اہل علم سے روایات نقل کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

ان کے فرزند موسیٰ الکاظم، یحیٰ بن سعید انصاری، یزید بن عبداللہ بن ہاد، ابوحنیفہ نعمان، ابان بن تغلب، ابن جریج، معاویہ بن عمار الدھنی، ابن اسحاق، سفیان ثوری، شعبہ مالک اسماعیل بن جعفر، وہب بن خالد، حاتم بن اسماعیل، سلیمان بن بلال، سفیان بن عیینہ، حسن بن صالح حسن بن عیاش، زہیر بن محمد، حفص بن غیاث، زید بن حسن انماطی، سعید بن سفیان اسلمی، عبداللہ بن میمون، عثمان بن فرقد، محمد بن ثابت النبانی، عبدالعزیز بن عمران الزہری، عبدالعزیز الدراوردی، سلم الزنجی، عبدالوہاب الثقفی، محمد بن میمون الزعضرانی، یحیٰ القطان اور ابوعاصم النبیل وغیرہ۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے کئی روایات نقل کی ہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے اگرچہ اپنی صحیح میں ان کی کوئی روایت نقل نہیں کی مگر اپنی دیگر کتب میں ان کی روایات کو ذکر کیا ہے۔

امام جعفر الصادق کے بعض اقوال جو ان کی وسعت علمی، ادب اور احترام صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلیل ہیں

زبیر بن معاویہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے جعفر بن محمد سے پوچھا کہ میرا ایک

پڑوسی ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیرے پڑوسی سے برأت کا اظہار کرے میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قرابت داری کا فائدہ پہنچائے۔ میں نے اس کی شکایت کی ہے اور میں نے اپنے ماموں عبدالرحمان بن قاسم کے لیے وصیت بھی کی۔ [1]

ابن عیینہ فرماتے ہیں بہت سے لوگوں نے ہمیں جعفر بن محمد علیہ السلام سے بیان کیا اگرچہ میں نے ان سے نہیں سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگ آل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم شمار کرتے تھے۔ ابن ابی عمر العدنی وغیرہ نے بھی جعفر بن محمد سے اپنے باپ کے واسطہ سے ایسا ہی قول بیان کیا ہے۔ [2]

محمد بن فضیل سالم بن ابی حفصہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر اور ان کے فرزند جعفر سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: اے سالم! ان کو خلیفہ برحق سمجھو اور ان کے دشمنوں سے لاتعلقی کا اظہار کرو وہ دونوں میرے ہدایت یافتہ امام ہیں۔ پھر جعفر کہنے لگے اے سالم! کیا کوئی آدمی اپنے جدامجد کو گالی دے سکتا ہے؟ ابوبکر میرے جدامجد ہیں۔ مجھے اس وقت تک بروز قیامت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہو سکتی جب تک میں ان دونوں سے دلی دوستی نہ رکھوں اور ان کے دشمنوں سے لاتعلقی کا اظہار نہ کروں۔ [3]

حفص بن غیاث کہتے ہیں: میں نے جعفر بن محمد کو یہ کہتے ہوئے سنا میں علی رضی اللہ عنہ کی سفارش کی امید اسی وقت ہی رکھ سکتا ہوں جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سفارش کی اسی طرح ہی رکھوں کیونکہ وہ دو لحاظ سے میرے جدامجد ہیں۔ [4]

---

1. التاریخ الکبیر: ۳۲۱٦؛ الکامل: ۲/ ۳۵۸؛ فضائل الصحابہ لدارقطنی: ۳٤۔
2. تاریخ دمشق: ۳۰/ ۳۳۹؛ فضائل الصحابہ لدارقطنی: ٦۸۔ ٦۹، الکامل: ۲/ ۳۵۹۔
3. السنۃ: ۱۳۰۳؛ الإعتقاد للبیهقی: ٤۵۸؛ فضائل الصحابة لإبن حنبل: ۳۰۔
4. ابن عساکر: ٤٤/ ٤۵٤؛ فضائل الصحابة دراقطنی: ۳۰۔

عبدالجبار بن عباس حمدانی سے روایت ہے کہ جعفر بن محمد علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ مدینہ سے اپنے وطن واپسی کی تیاری کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم ان شاء اللہ اپنے شہر کے نیک لوگ ہو۔ میری طرف سے اپنے شہر والوں کو پیغام دینا کہ جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں معصوم امام ہوں اور میری اطاعت فرض ہے تو میں اس سے بری الذمہ ہوں اور جو یہ دعویٰ کرے کہ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے برأت کا اظہار کرتا ہوں میں اس سے بھی بری الذمہ ہوں۔ ❶

حنان بن سدیر سے روایت ہے کہ میں نے جعفر بن محمد سے سنا ہے جب ان سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: تم مجھ سے ان دو حضرات کے بارے میں پوچھ رہے ہو جو جنت کا پھل کھا بھی چکے ہیں۔ ❷

عمرو بن قیس الملائی سے روایت ہے کہ جعفر بن محمد کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہے جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے لاتعلق ہے۔ ❸

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ قول جعفر صادق علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ اپنے قول میں سچے اور پکے ہیں وہ کسی کے لیے منافقت سے کام نہیں لے رہے۔'' ❹

یہ بات امام موصوف سے ثابت ہے مگر رافضہ ایسی قوم ہے جو کوئی بات سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ ان شیعہ کے کان تو ہیں مگر سننے کی طاقت نہیں، آنکھیں تو ہیں مگر دیکھنے سے قاصر اور دل و دماغ تو ہے مگر سوچنے کی صلاحیت نہیں۔

---

❶ فضائل الصحابه للدارقطنی : ٦٥ .

❷ حوالہ سابقہ: ۵۷۔

❸ فضائل الصحابه لابن حنبل ١٤٣ ـ اصول السنة : ٢٣٩٣ .

❹ سير اعلام النبلاء : ٦/ ٢٦٠ .

امام جعفر الصادق علیہ السلام کے متعلق اہل سنت کے اقوال

اگرچہ یہ اقوال بہت زیادہ ہیں مگر ان میں سے چند یہ ہیں:

جب امام مالک بن انس ان سے روایت کرتے تو فرماتے کہ مجھے عین ثقہ نے بیان کیا اور فرماتے: ''دنیا میں اس وقت جعفر الصادق سے بہتر کوئی انسان کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ان سے بہتر کا خیال کسی کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے جو علم و عمل، فضیلت و مقام، عبادت و ریاضت اور پاکدامنی میں ان سے بہتر ہو۔''

ایک دفعہ ابوحنیفہ امام جعفر صادق سے ملے تو جعفر الصادق نے پوچھا: ''آپ کا کیا فتویٰ ہے اس کے متعلق جو حالت احرام میں ہرن کے رباعی دانت توڑ دے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر مجھے علم نہیں۔ انہوں نے فرمایا: کیا آپ کو علم نہیں کہ ہرن کے تو رباعی دانت ہوتے ہی نہیں۔'' [1]

ابن حبان نے ان کی تعریف میں کہا: وہ اہل بیت میں علم و فضل اور فقاہت کے لحاظ سے سردار ہیں۔ [2]

ابونعیم نے ان کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے لکھا: امام ناطق، سردار، ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق، انہوں نے عبادت اور اطاعت کی مثال قائم کی انہوں نے زہد اور تقوی کو ترجیح دی وہ حکومت و ریاست اور اس کے جھگڑوں سے دور رہے، امام مسلم نے ان کی احادیث کو حجت مانتے ہوئے ان سے اپنی صحیح میں احادیث نقل کی ہیں۔ [3]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جعفر الصادق منتخب اور ممتاز اہل علم اور اہل دین میں سے ہیں۔ عمرو بن ابومقدام کا کہنا ہے: میں جب بھی جعفر بن محمد کو دیکھتا ہوں تو مجھے اندازہ

---

[1] حوالہ سابقہ: ٦/ ٢٥٧۔

[2] الثقات لإبن حبان: ٦/ ١٣١۔

[3] حلیۃالأولیاء: ٣/ ١٩٢، ١٩٩۔

ہوتا کہ وہ واقعتاً خاندان نبوت کے چشم و چراغ ہیں۔ ❶

انہوں نے ان کا وصف بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا: وہ اس امت کے علماء کے شیخ ہیں امام ذہبی فرماتے ہیں: امام الصادق، بنی ہاشم کے شیخ ''ابوعبداللہ قریشی، ہاشمی، علوی نبوی، مدنی، کبار عالم'' پھر انہوں نے ان کے والد گرامی کے متعلق فرمایا: وہ دونوں مدینہ کے جلیل القدر اور کبار علماء میں سے تھے۔ اور جو کوئی ان کے جدامجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازیبا الفاظ کہتا تو جعفر الصادق اس پر غضبناک ہوجاتے۔ ❷

انہوں نے ان کے حالات زندگی میں یہ بھی فرمایا: ابن شہید، ابوعبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول آپ کے نواسے حسین بن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب عبدمناف بن شیبہ، الامام، الصادق، بنی ہاشم کے شیخ، ابوعبداللہ قریشی ہاشمی، علوی مدنی جو کہ مدینہ کے بڑے علماء میں سے ایک تھے۔ ❸

وہ مزید فرماتے ہیں: امام شافعی اور یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ نے ان کو ثقہ (بااعتماد) شمار کیا ہے اور فرمایا: ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا ہے ابوحاتم نے کہا: ان کا مثل ملنا شکل ہے۔ ❹

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی ابوعبداللہ المعروف الصادق، وہ صدوق فقیہ امام ہیں جو ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔

امام بخاری نے الأدب المفرد میں ان سے روایات نقل کی ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں اور ان کے علاوہ ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی ان سے روایات بیان کی ہیں۔ ❺

---

❶ منهاج السنة النبويه: ٤/ ٥٢، ٥٣۔

❷ فضل اهل البيت وحقوقهم: ٣٥۔ سير اعلام النبلاء: ٦/ ٢٥٥۔ ٢٥٦۔

❸ حوالہ سابقہ۔

❹ تذكرة الحفاظ: ١/ ١٥٠۔

❺ تقريب التهذيب: ١٤١۔

ان کے متعلق علامہ ابوزہرہ نے فرمایا: وہ پاکدامن، متقی، نبوت کی پاک نسل اور محمدی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کا جوہر اخلاص اور طلب حقیقت ان کا مقصد ہے وہ حصول علم اور عبادت میں دن رات مشغول رہے۔ ان کے تقوی نے ان کی تنگدستی کو چھپائے رکھا تا کہ ان کا نفس ریاکاری سے دور ہے۔ وہ اللہ کے متعلق کسی ملامت کرنے والے کی ملالت کا قطعا خوف نہ رکھتے تھے۔ ان کی شخصیت رعب دارتھی حتی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جبکہ وہ ابوجعفر المنصور کے شاہی دربار میں آئے اور اس کے پاس جعفر الصادق تشریف فرما تھے کہ میرے اوپر جس قدر جعفر الصادق کا رعب طاری ہوا۔ اس قدر خلیفہ ابوجعفر المنصور کا نہ ہوا۔

وہ مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے جبکہ بعض مورخین کے مطابق ان کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔

مدائنی، شباب العصفری اور دیگر کئی مؤرخین کے نزیک وہ ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔

ہفتم: موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد الباقر علیہم السلام (موسیٰ کاظم)

امام موسیٰ بن امام جعفر الصادق بن امام محمد الباقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن امیر المؤمنین امام علی بن اَبی طالب علیہم السلام وہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل میں سے ہیں جو آپ کی صاحبزدی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں ان کا لقب الکاظم ہے کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔

ان کے متعلق ابوحاتم الرازی نے کہا: وہ ثقہ، صدوق اور ائمہ المسلمین میں سے ایک امام ہیں۔ [1]

ان کی عبادت وریاضت کے متعلق یوں منقول ہے کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد ذکر و اذکار کرتے اور رات گئے تک مشغول رہتے۔ پھر وہ رات کو اٹھتے اور صبح کی نماز تک نوافل پڑھتے۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے حتی کہ سورج چڑھ آتا۔ چاشت کی

[1] الجرح والتعديل: ٤/ ١٣٩۔

نماز پڑھنے کے بعد سوجاتے اور زوال سے پہلے بیدار ہوتے۔ظہر کی نماز پڑھتے اورعصر تک مسجد میں ہی ذکرواذکار میں مشغول رہتے عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ذکراذکار کرتے رہتے حتی کہ مغرب کی نماز ادا کرتے پھرنوافل میں مشغول رہتے حتی کہ عشاء کا وقت ہوجاتا ان کی یہی عادت رہی حتی کہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے ان کا لقب کاظم تھا کیونکہ وہ ہراس شخص سے بھلائی کرتے جوان کے ساتھ براسلوک کرتا۔ ❶

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: موسیٰ کاظم کثرت عبادت اور اجتہاد کی بناء پر عبدصالح (نیک آدمی) کہلاتے تھے روایت کیا گیا ہے کہ وہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں رات کے پہلے حصے میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیا۔ ان سے یہ الفاظ سنے گئے جبکہ وہ سجدہ کی حالت میں تھے۔ میرے گناہ بہت بڑے ہیں مگر تو مہربانی کرتے ہوئے مجھے معاف فرما: اے اہل تقوی اور اے اہل مغفرت درگزر فرما وہ ساری رات سجدہ میں یہی الفاظ دہراتے رہے۔ وہ فیاض آدمی تھے۔ آپ کو پتہ چلا کہ فلاں آدمی آپ کو برا بھلا کہتا ہے انہوں نے اس کی طرف ایک تھیلی بھیجی جس میں ایک ہزار دینار تھے وہ ۲۰۰، ۳۰۰، ۴۰۰، دراہم تھیلوں میں ڈالتے اور مدینہ میں تقسیم کردیتے۔ ❷

شیخ الإسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: موسیٰ بن جعفر کے عبادت گزار ہونے کی گواہی لوگ دیتے تھے۔ ❸

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: امام قدوہ (نمونہ) سید، صاحب عزت ووقار اعلی حسب ونسب والا آل جعفر الصادق موسیٰ فیاض اور حکیم تھے۔ وہ متقی اور پرہیزگاروں میں شامل ہیں۔ وہ سخی ہیں اور مہربان تھے ان کو پتہ چلا کہ فلاں آدمی ان کو برا بھلا کہتا ہے۔ توانہوں نے اس کی

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ٦/ ٢٧٤؛ تاریخ اسلام: ٢/ ١٥٥۔

❷ تاریخ بغداد: ١٣/ ٢٧، وفیات الأعیان: ٥/ ٣٠٨۔

❸ منهاج السنة النبویه: ٤/ ٥٧۔

طرف ایک ہزار دینار سے بھری تھیلی بھیج دی، وہ ۲۰۰، ۳۰۰، ۴۰۰ دراہم تھیلوں میں ڈال کر مدینہ کے محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔ جس کے پاس تھیلی پہنچتی وہ ضروریات زندگی کے حصول کی کوشش کرنے سے بے نیاز ہو جاتا۔ بغداد میں ان کی قبر معروف ہے وہ ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے ان کی عمر ۵۵ھ سال تھی۔ ان سے مروی احادیث بہت ہی کم ہیں۔ ❶

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: وہ ابوالحسن، ہاشمی ہیں ان کو الکاظم کہا جاتا تھا۔ وہ ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے وہ کثرت سے عبادت کرنے والے بلند اخلاق انسان تھے جب ان کو پتہ چلتا کہ فلاں شخص ان کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو وہ اس کے لیے سونا اور تحائف بھیجتے۔ ❷

ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں: انہوں نے اپنے والد جعفر الصادق سے علم وعمل ومعرفت ورثہ میں حاصل کی۔ کمال وفضل بھی ان کو ورثہ میں ملا ان کا نام کاظم کثرت سے درگزر کرنے اور برے سلوک کے بالمقابل اخلاق سے پیش آنے کی بناء پر ہے۔ وہ اہل عراق کے ہاں معروف تھے وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عبادت گزار اور سخی تھے۔ ❸

ابن جوزی فرماتے ہیں: ان کو عبد صالح (نیک انسان) کہہ کر پکارا جاتا تھا کیونکہ وہ کثرت سے قیام اللیل کرتے اور وہ اس قدر بردبار اور کریم تھے کہ جب ان کو پتہ چلتا کہ فلاں آدمی ان کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو وہ اس کی طرف مال بھیج دیتے۔ ❹

ابن صباغ المالکی ان کی تعریف میں قلم کو حرکت دیتے ہیں کہ موسیٰ کاظم کے مناقب وفضائل ظاہر ہیں۔ ان کے مناقب اور صفات واضح ہیں لوگ گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے شرف وبزرگی میں مثال قائم کر دی، انہوں نے امتیازی اوصاف اپنائے اور ان میں خوب نام کمایا، ان کے لیے سیادت وسرداری کے مواقع موجود تھے مگر انہوں نے ان کو پاؤں تلے روند

---

❶ میزان الإعتدال: ٤/ ٢٠١، ٢٠٢۔

❷ البداية والنهاية: ١٠/ ١٨٣۔

❸ الصواعق المحرقه: ٢/ ٥٩٠۔ ❹ صفة الصفوة: ٢/ ١٨٤۔

ڈالا، بزرگی اختیار کی اور اپنے آپ کو روشن چراغ بنایا۔ [1]

وہ مزید فرماتے ہیں: موسیٰ کاظم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عبادت گزار، فیاض سخی اور سب سے معزز تھے۔ وہ فقرائے مکہ کا خیال رکھتے تھے، وہ ان کے ہاں دراہم دینار اور خرچہ رات کے وقت بھیجا کرتے تھے۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ یہ سب کچھ کہاں سے آرہا ہے جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو لوگوں کو علم ہوا، وہ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے موت کے وقت راحت اور حساب کے وقت معافی کا سوال کرتا ہوں موسیٰ الکاظم نے اپنے والد گرامی جعفر الصادق، عبداللہ بن دینار اور عبدالملک بن قدامہ **الجمحی** سے روایات بیان کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں: ابراہیم بن موسیٰ ابن جعفر، اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر حسین بن موسیٰ بن جعفر، ان کے بھائی علی بن جعفر، ان کے بھائی محمد بن جعفر ان کے بیٹے علی بن موسیٰ بن جعفر ابوالحسن الرضی، صالح بن یزید اور محمد بن صدقہ العنبری شامل ہیں۔

خطیب بغدادی نے کہا: مہدی نے ان کو بغداد بھیجا پھر واپس بلا لیا پھر دوبارہ بھیجا وہ رشید کے زمانہ میں بغداد میں رہے۔ پھر انہوں نے ان کو رشید کی صحبت میں بھیجا رشید نے ان کو اپنے پاس روک لیا یہ ۱۷۹ھ کا واقعہ ہے حتیٰ کہ وہ اسی کے پاس فوت ہوئے۔ [2]

ہشتم: علی بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق علیہم السلام (علی رضا)

امام علی بن امام موسیٰ الکاظم بن امام جعفر الصادق بن امام محمد الباقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن امیر المؤمنین امام علی بن ابی طالب علیہم السلام وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہیں۔ شیعہ امامیہ کے آٹھویں امام ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحسن جبکہ لقب الرضا ہے۔

---

[1] الفصول المهمة: ۲۱۷۔

[2] تاریخ بغدادی: ۱۳/ ۲۷۔

وہ ۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۸ھ کو رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ میں پیدا ہوئے یہ ان کے دادا کی وفات کا سال ہے۔ وہ مدینہ میں ہی پروان چڑھے۔ ان کی والدہ باندی ہیں جن کا نام نوبیہ ہے جو سکینہ کے نام سے مشہور تھیں بعض نے کہا اس کا نام اُرویٰ تھا بعض نے کہا اس کا نام سمان تھا۔ بعض کے نزدیک نجمہ ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ اہل بیت کے سردار اور ان کے ذہین ترین افراد میں سے تھے۔ وہ ہاشمیوں کے قابل عزت اور انتہائی بہترین افراد میں شامل تھے۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں: علم ودین میں ان کا ایک مقام تھا۔ وہ مسجد رسول اللہ ﷺ میں فتویٰ دیا کرتے تھے اس وقت ان کی عمر بیس سال سے کچھ زیادہ تھی امیرالمومنین مأمون نے ان کو خراسان آنے کی دعوت دی اور ان کو اپنا ولی عہد مقرر کیا مگر موت نے ان کو مہلت نہ دی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے انہوں نے خراسان اور دیگر کئی شہروں میں حدیث کا درس دیا۔

شیخ الاِسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: علی بن موسیٰ کے اوصاف معروف ہیں۔ اہل معرفت ان سے خوب واقف اور وہ ان کی مدح اسی طرح کرتے ہیں جس کے وہ لائق ہیں۔ ❶

حافظ ذہبی کا کہنا ہے علی بن موسیٰ الرضا کبار اہل بیت میں سے ایک ہیں وہ ابوالحسن بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی علوی، حسینی ہیں۔ وہ اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کے سردار اور ان کے جلیل القدر فرد تھے۔ خلیفہ مأمون ان کی بہت عزت کرتا اور ان کا حکم تسلیم کرتا تھا حتیٰ کہ اس نے ان کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ اس نے تمام اطراف حکم نامہ جاری کر دیا کہ اس کے بعد وہ ولی عہد ہیں۔ رافضہ نے علی بن موسیٰ اور ان کے آباواجداد پر جھوٹ باندھا اور ان پر تہمتیں لگائی ہیں۔ جن سے وہ بری ہیں اور وہ ایسی باتوں سے قطعاً لاتعلق ہیں۔ ❷

❶ منهاج السنة النبوية: ٤/ ٦٠.　❷ تاريخ اسلام: ١٤/ ٢٧٠۔

وہ مزید فرماتے ہیں: علی بن موسیٰ الرضا کی شان ومقام بلند ہے۔ وہ علم اور بیان میں ماہر تھے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں بستے تھے۔ مامون نے ان کو ان کے قدرومنزلت اورعزت کی بناء پر ولی عہد بنایا تھا۔ [1]

وہ مزید فرماتے ہیں: وہ علم، دین اور سرداری میں ایک خاص مقام کے حامل تھے امام مالک رحمہ اللہ کے زمانہ میں انہوں نے جوانی میں ہی فتوی دینا شروع کر دیا تھا علی رضا کا مقام بلند تھا۔ وہ خلافت کے حق دار تھے لیکن رافضہ نے ان کے متعلق جھوٹی باتیں مشہور کی ہیں، ان کے متعلق غلو سے کام لیا اور ان کو ان کے مرتبے سے بڑھایا ہے انہوں نے ان کے متعلق عصمت (معصوم ہونا) کا دعویٰ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ایک حد مقرر کی ہے۔

وہ ان جھوٹی باتوں سے لاتعلق ہیں۔ ان میں سے ایک مثال ملاحظہ ہو وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے آباء سے مرفوعا بیان کرتے ہیں۔ ہفتہ کا دن ہمارے لیے اتوار کا دن ہمارے شیعہ کے لیے ہے، سوموار بنی امیہ کے لیے اور منگل ان کے ماننے والوں کے لیے بدھ بنی عباس کے لیے اور جمعرات ان کے ماننے والوں کے لیے اور جمعہ سب لوگوں کے لیے ہے۔ [2]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن اَبی طالب قریشی، ہاشمی، علوی، ان کا لقب رضا تھا۔ مأمون نے ان کے حق میں خلافت سے

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۱۳/ ۱۲۱۔

[2] سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۳۸۷، ۳۸۸؛ ابن تیمیہ منہاج السنۃ: ۴/ ۶۰؛ میں فرماتے ہیں: ابوصلت ہروی اوراس جیسے لوگ ایسے جھوٹ نقل کرتے ہیں جن سے عام سچے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے تو اہل بیت تو لازمی طور پر ان سے بری الذمہ ہیں۔

میں کہتا ہوں ابوصلت ہروی نیک آدمی تھا مگر شیعہ رافضی تھا۔ حماد بن زید اور علی رضا سے اس نے احادیث بیان کی عقیل نے کہا وہ رافضی خبیث ہے۔ نسائی نے کہا ثقہ نہیں دارقطنی نے کہا رافضی خبیث ہے جھوٹی احادیث گھڑ لیتا تھا۔ (میزان الإعتدال: ۲/ ٦١٦)

دستبرداری کا اعلان کرنا چاہا مگر انہوں نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا تو اس نے ان کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ ❶

مؤرخ صفدی کہتے ہیں: وہ اثنی عشریوں کے ایک امام ہیں۔ وہ اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کے سردار تھے۔ مأمون ان کی ہر بات تسلیم کرتا تھا اور ان سے بہت عقیدت رکھتا تھا حتی کہ اس نے ان کو ولی عہد مقرر کر دیا تمام شہروں میں تحریر بھی بھیج دی مأمون نے اپنی بیٹی ام حبیب سے ۲۰۲ھ میں ان کی شادی کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مأمون نے ایک دفعہ خلافت سے دستبرداری کا ارادہ کیا تا کہ وہ علی بن موسیٰ کو خلیفہ بنا دے مگر پھر ولی عہد بنانے کا اعلان کیا اور اس نے عباسی کالا رنگ ختم کرایا اور لوگوں کو دوسرے رنگ کے کپڑے پہنائے۔ اس نے ان کا نام دینار اور درہم پر کنداں کیا، خلیفہ نے ایک دن ان کو دس لاکھ دینے کا حکم دیا۔ ❷

ابن حجر المکی کہتے ہیں: موسیٰ بن جعفر جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کے بچوں کی تعداد ۳۷ تھی ان میں علی رضا بھی ہیں جو بقیہ تمام بچوں سے ممتاز تھے، ان کا مقام بلند ہے۔ مامون نے ایک بیٹی کا نکاح ان سے کیا اور انہیں اپنی مملکت اور امور خلافت میں شریک کیا اس نے ۲۰۱ھ میں علی رضا کے ولی عہد ہونے کا حکمنامہ جاری کیا اور اس پر بہت سے لوگوں کو گواہ بنایا مگر وہ فوت ہو گئے۔ مامون نے ان کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا۔ ❸

ان کے متعلق ابونواس نے کچھ شعر کہے۔

۱: مجھے کہا گیا تو لوگوں کے لیے تعریفی کلمات اور اشعار کہنے میں ید طولی رکھتا ہے۔

۲: آپ کے پاس مدحت سرائی کی کوئی فوجیں ہیں اور آپ الفاظ کے موتی پرونے کے ماہر ہیں۔

---

❶ البداية والنهاية: ۲۷۳۔

❷ الوافي بالوفيات للصفدي: ۲۲/ ۱۵٤، ۱۵۵۔

❸ الصواعق المحرقة: ۲/ ۵۳۹۔

۳: پھر تو نے ابن موسیٰ کی تعریف کیوں نہیں کی اور ان کی عبادات حسنہ کا تذکرہ کیوں نہ کیا؟
۴: میں نے کہا: میں اس امام کی کما حقہ تعریف کر ہی نہیں سکتا کہ جبرائیل جس کے والد گرامی کا خادم ہے۔ [1]

حافظ ذہبی آخری شعر پر تعلیق لکھتے ہوئے کہتے ہیں: یہ بات کہنا صحیح نہیں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے والد گرامی کے خادم ہیں۔ اس کی دلیل ضروری ہے جبکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ جبرائیل علیہ السلام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم ہیں۔ [2]

علی رضا نے اپنے والد گرامی موسیٰ کاظم سے اور اپنے چچاؤں اسماعیل، عبداللہ اسحاق اور علی سے حدیث سنی جو کہ جعفر الصادق کی اولاد ہیں۔ اس کے علاوہ عبدالرحمٰن بن أبی الموالی قریشی اور اہل حجاز کے علماء سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

ان سے روایت کرنے والوں کے نام مندجہ ذیل ہیں: ان کے بیٹے، ابوجعفر محمد، عبدالسلام بن صالح ابوالصلت الہروی خلیفہ مأمون العباسی، احمد بن عامر بن سلیمان الطائی عبداللہ بن عباس القزوینی، ابوعبداللہ محمد بن امام احمد بن حنبل معلیٰ بن منصور الرازی، آدم بن أبی أیاس العسقلانی، محمد بن رافع التستری خالد بن احمد الزھلی، نصر بن علی الجہمی، ابوأحمد داود بن سلیمان بن یوسف بن عبداللہ الغازی، ابوعثمان المازنی، دارم بن قبیصہ وغیرہ۔

ابراہیم بن عباس کا کہنا ہے علی الرضا سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا، ان کے وقت میں ان سے بڑھ کر میں نے کوئی صاحب علم نہیں دیکھا مأمون ہر کام کے متعلق ان سے پوچھ کر ان کا امتحان لیا کرتا تھا مگر وہ ہر بات کا جواب تسلی بخش دیا کرتے تھے، وہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے اور کثرت سے صدقہ کیا کرتے تھے وہ

---

[1] الوافی بالوفیات: ۲۲/ ۱۵۵؛ تاریخ اسلام: ۱٤/ ۲۷۱۔
[2] سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۳۸۹۔

اندھیری راتوں میں کثرت سے اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ❶

ان کے حسن اعتقاد اور وسیع علم کی ایک دلیل ان کا یہ قول ہے۔ جس نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے۔

المبرد سے روایت ہے کہ علی بن موسیٰ الرضا سے پوچھا گیا کیا اللہ تعالیٰ بندوں کو ایسے امور کا پابند بناتا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے تو انہوں نے فرمایا: وہ عدل کرنے والا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا بندے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ جو چاہیں کریں تو انہوں نے فرمایا وہ ایسا کرنے سے عاجز ہیں۔ ❷

وہ بہترین شاعر بھی تھے جیسا کہ ان کے شعر یوں ہیں:

۱: ہم میں سے ہر ایک امیدیں لگائے بیٹھا ہے۔ یہ خواہشات اور امیدیں بہت بڑی بڑی مصیبتیں ہیں۔

۲: تجھے جھوٹی خواہشات کہیں دھوکہ میں نہ ڈال دیں، تو محنت اور عمل کو اپنانے کی کوشش کر اور بے کار چیز کو چھوڑ دے۔

۳: دنیا ایک سائے کی طرح ختم ہو جانے والی ہے جس میں سوار کچھ دیر کے لیے رکتا ہے اور پھر چل پڑتا ہے۔ ❸

علی رضا دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کے پسماندگان میں پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی جن کے نام یہ ہیں۔ محمد، حسین، جعفر ابراہم حسن اور عائشہ۔ ❹

وہ بروز ہفتہ، صفر ۲۰۳ھ کو طوس شہر میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۴۹ سال تھی بعض مؤرخین کے مطابق ان کی موت کثرت سے انگور کھانے اور بعض کے نزدیک ان کو زہر

---

❶ نور الأبصار: ۳۱۲۔

❷ سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۳۸۹؛ الوافی بالوفیات: ۲۲/ ۱٥٤۔

❸ البدایة والنهایة: ۱۰/ ۲۷۳۔ ❹ سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۳۸۳۔

دیے جانے سے ہوئی۔ مأمون نے ان کی وفات پر گہرے کا دکھ کا اظہار کیا اور ان کو اپنے والد رشید کی قبر کے پاس دفن کیا۔ ❶

نہم: محمد بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم علیہم السلام (محمد الجواد)

محمد بن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن أمیر المومنین علی بن ابی طالب علیہم السلام وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل میں سے ہیں، شیعہ ان کو اپنا نواں امام مانتے ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحسن ہے، جبکہ ان کی کنیت ابوجعفر بھی ہے اور ان کا لقب الجواد ہے وہ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ بنی ہاشم کے کبار افراد میں شمار ہوتے ہیں وہ جود وسخا، قیادت اور نیکی میں مشہور ہیں۔ کثرتِ خیرات کی بناء پر ان کا نام الجواد مشہور ہو گیا۔ ❷

صفدی کہتے ہیں وہ کئی القاب سے مشہور ہوئے جن میں الجواد، النافع (قناعت پسند) المرتضی وغیرہ، وہ اہل بیت نبوت کے معروف اور کبار افراد میں شامل ہیں مامون نے ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔ وہ ہر سال مدینہ منورہ دس لاکھ درہم سے بھی زیادہ بھیجا کرتا تھا۔ ❸

غور کیجیے جب محمد بن علی الرضا (محمد الجواد) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا جس کی بناء پر شیعہ اولاد علی رضی اللہ عنہ کی عصمت (معصوم ہونا) کا دعویٰ کرتے ہیں یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع بیان تو کی جاتی ہے مگر اسے حفاظ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن بالفرض اسے صحیح اور ثابت مان بھی لیا جائے تو پھر دیکھنا چاہیے کہ امام موصوف اس کی کیا تشریح فرما رہے ہیں۔ وہ اپنے آباء واجداد کے بارے میں غلو (حد سے بڑھنا) سے بچنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ جعفر بن محمد بن مزید سے روایت ہے کہ میں بغداد میں تھا کہ مجھے محمد بن مندہ بن

---

❶ وفيات الأعيان: ٣/ ٢٦٩؛ الوافي بالوفيات: ٢٢/ ١٥٤۔

❷ منهاج السنة: البنوية: ٤/ ٦٧۔

❸ الوافي بالوفيات: ٤/ ٧٩؛ تاريخ بغداد: ٤/ ٨٨۔

مھر بزد نے کہا: کیا میں آپ کو محمد بن علی الرضا کے پاس نہ لے چلوں، میں نے کہا ہاں، وہ فرماتے ہیں: وہ مجھے لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم سلام کرنے کے بعد بیٹھ گئے۔

محمد بن مندہ نے پوچھا کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو جہنم کی آگ سے آزاد فرما دیا۔ [1]

انہوں نے فرمایا: یہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص ہے۔ [2]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی ہیں ہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو خوشخبری سنائی ہے بلکہ وہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ ان کی غلطیاں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی ہیں مگر انبیاء کے علاوہ کسی کے لیے معصوم ہونے کا دعویٰ کرنا ناممکن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے سوائے انبیاء کے وہ معصوم ہیں کیونکہ وہ جو کچھ لوگوں کو بتاتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وہی ہوتا ہے۔ [3]

وہ مأمون کی وفات کے بعد جوانی کے عالم میں بغداد میں ۲۲۰ میں فوت ہوئے وہ معتصم کے پاس آئے تو اس نے ان کا بہت ہی اکرام کیا۔ ان کے قبر ان کے دادا موسیٰ کے پاس ہے وہ جود وسخاوت میں مشہور ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کا لقب الجواد (سخی) ہے وہ شیعہ امامیہ کے ایک امام ہیں۔ ان کی ولادت ۱۹۵ھ ہے۔ جب وہ فوت ہوگئے تو ان کی بیوی کو معتصم کے محل میں ٹھہرایا گیا اور شاہی خاندان کی عورتوں میں شامل کیا گیا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ۱۲۰ھ میں ہی ابو جعفر محمد الجواد بن علی رضا کی وفات ہوئی۔ وہ حسینی ہیں اور شیعہ امامیہ ان کو اپنا امام اور معصوم تصور کرتے ہیں۔ ان کی عمر ۲۵ سال تھی مامون نے اپنی بیٹی کی شادی ان سے کی تھی اور ان کو مدینہ میں رہائش دی۔ مأمون ان کی

---

[1] مستدرك الحاكم: ٤٧٢٦؛ مسندبزار: ١٨٢٩؛ یہ حدیث ضعیف ہے حافظ ابن حجر، حافظ ذہبی اور البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

[2] تاريخ بغداد: ٤/ ٨٨؛ تاريخ اصبهان: ١/ ٢٩٢؛ وفيات الأعيان: ٤/ ١٧٥۔

[3] مسند احمد: ١٣٠٤٩؛ مستدرك حاكم: ٧٦١٧؛ یہ حدیث صحیح ہے صحیح ابن ماجہ۔

طرف ہر سال لاکھوں درہم بھیجا کرتا تھا۔ وہ بغداد میں فوت ہوئے اور اپنے دادا موسیٰ کے پاس دفن ہوئے۔ ❶

خطیب بغدادی کہتے ہیں: جعفر المتوکل علی اللہ انہیں مدینہ سے بغداد لے آیا وہ بغداد میں ہی رہے حتیٰ کہ فوت ہوگئے۔ ان کو جب دفن کیا گیا تو اس وقت المعتز باللہ کی حکومت تھی۔ ان کے متعلق شیعہ امامیہ کا دعویٰ ہے کہ وہ ان کے امام اور معصوم ہیں ان کو ابوالحسن عسکری کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ❷

ابن جوزی نے ان کی سخاوت کا ایک قصہ یوں بیان کیا ہے: ایک علوی نے ان سے عرض کیا میں فلاں لونڈی کو انتہائی پسند کرتا ہوں اور اس سے محبت کرتا ہوں مگر میرے پاس اس کو خریدنے کے لیے رقم نہیں ہے۔ انہوں نے اس لونڈی کو خفیہ طور پر خرید لیا۔ وہ کہتا ہے: جب مجھے اس کے فروخت ہو جانے کا علم ہوا تو میری پریشانی اور بڑھ گئی۔ میں ان کی خدمت میں آیا اور بتایا کہ لونڈی تو فروخت ہوگئی انہوں نے پوچھا: کس نے خریدا؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں انہوں نے فرمایا: کیا تو اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں تھوڑی دیر کے بعد ہم ان کے ساتھ ایک محل کی طرف گئے جہاں ان کی کچھ جائیداد کھجوروں اور باغ کی صورت میں تھی۔ وہاں ان کے لیے دسترخوان پر کھانا چن دیا گیا تھا جب ہم اس جگہ پہنچے تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم اندر داخل ہو گئے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اندر جانے سے روک دیا۔ وہ پھر مجھ سے پوچھنے لگے کیا وہ لونڈی فروخت ہوگئی اور تجھے علم نہیں کہ اسے کس نے خریدا؟ میں نے روتے ہوئے عرض کیا جی ہاں پھر ہم ایک گھر کے سامنے تھے جس کے دروازے پر پردہ تھا۔ اس میں ایک لونڈی بیٹھی تھی میں جلدی سے باہر آ گیا انہوں نے فرمایا: تجھے اللہ کی قسم ہے اس گھر میں چلے جاؤ میں اندر چلا گیا تو کیا دیکھا کہ یہ وہی لونڈی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو اس کو پہلے سے جانتا ہے میں نے کہا جی ہاں

---

❶ العبر فی خبر من غبر: ۱/ ۳۰۰۔ ❷ تاریخ بغداد: ۱۳/ ۵۱۸۔

فرمایا: یہ لونڈی، یہ کھانا، یہ گھر یہ باغ یہ غلہ اور اناج سب تیرا ہے۔ جاؤ اس کے ساتھ زندگی بسر کرو اور عیش وعشرت سے رہو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف گئے اور ان سے کہا ہمارا کھانا اب کسی اور کا ہو چکا ہے، ہمارے لیے اور کھانا بناؤ پھر انہوں نے وہاں کے کاشتکار کو بلایا اور اسے اس کے غلہ کی قیمت ادا کر دی۔ ❶

دہم: علی بن محمد الجواد بن علی الرضا علیہ السلام (علی الهادی)

ان کا نام امام علی بن امام محمد الجواد، بن امام علی الرضا بن امام موسیٰ الکاظم بن امام جعفر الصادق بن امام محمد الباقر، بن امام علی زین العابدین بن امام حسین شہید بن أمیر المؤمنین امام علی بن أبي طالب علیہ السلام وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہیں۔ وہ شیعہ امامیہ کے امام ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور ان کا لقب الهادی ہے۔

ان کی ولادت بروز اتوار ۱۳ رجب ۲۱۳ یا ۲۱۴ھ ہے۔ ❷

ان کی اولاد میں حسن عسکری، علی، حسین، محمد، جعفر اور عُلیۃ ہیں۔

امام ذہبی نے فرمایا: ابوالحسن علی بن الجواد محمد بن الرضی علی بن الکاظم موسیٰ بن الصادق جعفر العلوی الحسین المعرف الهادی، وہ سابرا میں ۴۰ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ وہ فقیہ امام اور عبادت گزار تھے۔ متوکل نے آپ سے فتوی بھی طلب کیا اور آپ کی خدمت میں ۴۰۰ دینار بھیجے۔ وہ ان بارہ ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے متعلق شیعہ عصمت (معصوم ہونا) کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ مزید فرماتے ہیں: السید، الشریف، ابوالحسن العلوی الحسینی، الفقیہ۔ ❸

ان کی فقاہت کا ایک قصہ کچھ یوں نقل کیا جاتا ہے حسین بن یحییٰ سے روایت ہے کہ متوکل بیمار ہو گیا اس نے نذر مانی کہ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو کثیر تعداد میں دینار صدقہ

---

❶ المنتظم: فی تاریخ الملوك والأمم: ۱۱/ ٦٢، ٦٣۔

❷ الوافی بالوفیات ۲۲/ ٤٩۔

❸ العبر فی خبر من غبر: ۱/ ٣٦٤۔ تاریخ اسلام للذهبی: ۱۹/ ۲۱۸۔

کروں گا۔ جب وہ صحت مند ہو گیا تو اس نے فقہاء کو اکٹھا کیا اور پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے فقہاء نے اختلاف کیا تو اس نے ابوالحسن عسکری کی طرف پیغام بھیجا کہ میں کتنے دینار صدقہ کروں، انہوں نے جواب دیا ۸۳ دینار صدقہ کر دو۔ فقہاء نے تعجب کیا کہ یہ فتوی انہوں نے کیسے دیا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے جواباً پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ﴾ (التوبہ: ۲۵) ''اللہ نے کثیر مواقع پر تمہاری مدد فرمائی۔'' اور کہا ہمارے تمام افراد نے روایت کی ہے کہ غزوات اور سرایا کی کل تعداد ۸۳ ہے۔ ❶

امام ہادی مقام سر میں بروز سوار ۲۵ یا ۲۶ جمادی الثانی ۲۵۴ھ میں فوت ہوئے بعض نے کہا: ماہ رجب میں فوت ہوئے۔ بعض کے نزدیک ۲۵۵ میں فوت ہوئے۔ ❷

گیارہ: حسن بن علی الہادی بن محمد الجواد علیہم السلام (حسن عسکری)

ان کا نام امام حسن بن امام علی الہادی بن امام محمد الجواد بن امام علی الرضا بن امام موسیٰ الکاظم بن امام جعفر الصادق امام محمد الباقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین الشہید بن أمیر المؤمنین امام علی بن أبي طالب علیہم السلام وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ شیعہ امامیہ کے ہاں گیارہویں امام ہیں۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے اور ان کا لقب عسکری ہے جو کہ العسکر شہر کی طرف نسبت ہے یہ بغداد کے قریب ہے وہ اپنی عمر کا اکثر حصہ اس شہر میں رہے شیعہ امامیہ کے ہاں وہ منتظر امام کے والد گرامی ہیں جو غار میں ہے ان کا لقب عسکری ہے ان کے والد گرامی کو اسی نسبت سے پکارا جاتا ہے یعنی ابوالحسن عسکری، حسن عسکری بروز جمعرات؛ ۲۳۱ھ کو پیدا ہوئے بعض کے نزدیک ۶ ربیع الاول جبکہ بعض کے نزدیک سال کے آخری مہینوں میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ باندی ہیں۔ وہ جمعہ کے روز ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو مقام بسر میں فوت ہوئے۔ بعض کے نزدیک جمادی الاولی میں فوت

❶ تاریخ اسلام: ۱۹/ ۲۱۸۔

❷ الوافی بالوفیات: ۲۲/ ٤۸؛ تاریخ اسلام للذهبی: ۱۹/ ۲۱۹۔

ہوئے ان کی عمر ۲۹ سال تھی وہ اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ❶

حسن بن علی الہادی بن محمد الجواد الحسینی، ہاشمی، ابومحمد شیعہ امامیہ کے ہاں گیارہویں امام ہیں اور وہ مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد گرامی (الہادی) کے ساتھ عراق کے ایک شہر سامراء میں منتقل ہوگئے اس شہر کا نام (شہر العسکر) معروف تھا۔ وہ اپنے والد گرامی کی طرح عسکری کہلائے ان کا لقب بھی مذکورہ شہر کی طرف نسبت کی وجہ سے ہے ان کے والد گرامی کی وفات کے بعد امامت کے لیے ان کی بیعت کی گئی وہ اپنے سلف صالحین آباء واجداد کے منہج پر تھے۔ وہ متقی پرہیزگار عبادت گزار اور نیک انسان تھے وہ سامراء میں ہی فوت ہوئے۔

الفصول المہمۃ کے مؤلف کہتے ہیں جب وہ فوت ہوئے تو مقام سر (سامراء) کا علاقہ کانپ اٹھا، ایک چیخ سنی گئی بازار اور دکانیں بند ہوگئیں بنوہاشم لشکروں کے امیر، قضاۃ، اُصحاب دیوان اور عام لوگوں نے سب کام کاج چھوڑ کر ان کے جنازے میں شرکت کی وہ اپنے والد گرامی کے پاس دفن ہوئے۔ ❷

بارہ: محمد بن حسن العسکری بن علی الہادی علیہم السلام (المھدی المنتظر شیعہ کے مطابق)

ان کا نام: امام محمد بن امام حسن العسکری بن امام علی الہادی بن امام محمد الجواد بن امام علی الرضا بن امام موسیٰ الکاظم بن امام جعفر الصادق بن امام محمد الباقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین الشہید بن امیر المؤمنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل میں سے ہیں۔ وہ شیعہ امامیہ کے نزدیک بارہویں امام ہیں۔ان کی کنیت ابوالقاسم ہے ان کا لقب المہدی المنتظر ہے وہ شیعہ کے بقول کسی غار میں روپوش ہیں۔

شیعہ کے ہاں مہدی منتظر کے نام سے مشہور امام ۲۵۸ھ پیدا ہوئے بعض کے نزدیک ان کی پیدائش ۲۵۶ھ میں ہوئی وہ اپنے باپ کی وفات کے فقط دوسال بعد فوت ہوگئے۔ وہ

❶ تاریخ بغداد: ۸/ ۳۵۳؛ وفیات الأعیان: ۲/ ۹٤؛ تاریخ الإسلام: ۱۹/ ۷۹۔

❷ وفیات الأعیان: ۱/ ۱۳۵؛ الأعلام للزرکلی: ۲/ ۲۰۰۔

کیسے فوت ہوئے کسی کو کوئی علم نہیں ہے وہ بچپن میں گم ہو گئے اسی لیے شیعہ کہتے ہیں وہ ایک غار میں چھپ گئے اور وہ وہ ان کو مہدی منتظر کے نام سے پکارتے ہیں۔ ❶

ابن خلکان ان کے متعلق فرماتے ہیں: ابوالقاسم محمد بن حسن عسکری بن علی الہادی بن محمد الجواد، امامیہ شیعہ کے عقائد کے مطابق ان کے بارہویں امام ہیں جو ان کے ہاں حجت کے نام سے مشہور ہیں شیعہ ان کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ منتظر، قائم اور مہدی ہیں وہ ان کے خروج کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ آخر زمانہ میں ظہور پذیر ہوں گے اور غار سے باہر نکل آئیں گے ان کی ولادت ماہ شعبان ۲۵۵ھ میں ہوئی اور جب ان کے والد گرامی فوت ہوئے تو ان کی عمر پانچ سال تھی۔ ان کی والدہ کا نام قمط ہے۔ بعض کے نزدیک نرجس ہے۔ شیعہ کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے باپ کے گھر میں ایک غار میں گھس گئے جبکہ ان کی والدہ ان کو دیکھ رہی تھیں وہ اپنی والدہ کی طرف دوبارہ نہیں آئے یہ ۲۶۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ ❷

میں بات کو طول نہیں دینا چاہتا میں ان کی سیرت کے متعلق امام ذہبی کی بات نقل کرنا چاہتا ہوں وہ اہل سنت کے امام ہیں اور سوانح نگاری میں اہل سنت اور شیعہ دونوں کے ہاں معتبر ہیں۔ ان کے کلام پر غور کریں جو انہوں نے انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں تحریر کیا ہے۔ انہوں نے اثنی عشریہ (شیعہ امامیہ) کے ہر امام کے متعلق یہی انداز اپنایا ہے وہ فرماتے ہیں:

الشریف: ابوالقاسم محمد بن حسن، العسکری بن علی الہادی بن محمد الجواد بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین بن علی بن حسین الشہید بن امام علی بن ابی طالب العوی الحسین۔

وہ اثنی عشریہ (شیعہ امامیہ) کے سب سے آخری امام ہیں وہ ان کے متعلق عصمت کا

---

❶ الوافی بالوفیات: ۱۲/ ۷۰۔

❷ وفیات الأعیان: ٤/ ۱۷٦۔

دعویٰ کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کو معصوم کہنا صحیح نہیں ہے۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں وہ حجت ہیں وہ صاحب زمان اور صاحب غار ہیں اور وہ سامراء میں ہیں وہ زندہ ہیں اور ان کو موت نہیں آئی آخر کار ان کا ظہور ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے یہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔

ہمیں تعجب ہے کہ وہ ۴۷۰ سال سے ان کے انتظار میں ہیں اگر تجھے کوئی غائب شخص کے سپرد کرے تو یہ بھی انصاف کی بات نہیں چہ جائیکہ وہ ایک ناممکن کے سپرد کرے۔ انصاف مطلوب اور عزیز ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس جہالت اور اتباعِ خواہشات پہ اس کی پناہ چاہتے ہیں۔

امام ذہبی آٹھویں صدی ہجری کے کبار علماء میں سے ہیں وہ ۷۴۸ میں فوت ہوئے ان کے اور حسن عسکری کے درمیان تقریباً ۴۸۵ سال کی مدت ہے۔

ہمارے مولی امام علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گی ہے ہم ان سے شدید محبت رکھتے ہیں مگر ان کے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔علی رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین علیہم السلام رسول کریم ﷺ کے نواسے ہیں وہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں وہ ہر لحاظ سے خلافت کے اہل تھے۔

زین العابدین بھی بہت قدر ومنزلت والے ہیں اور باعمل علماء کے سردار ہیں وہ بھی خلافت وامامت کے قابل تھے۔ان کے ہم نوا ان سے زیادہ روایت کرنے والے ہیں۔

اسی طرح ان کے بیٹے ابوجعفر الباقر سید امام، فقیہ اور عالم ہیں، وہ بھی خلافت کے قابل تھے۔

اس طرح ان کے بیٹے جعفر الصادق بھی بڑی شان والے ہیں وہ ائمہ علم میں سے ایک ہیں وہ ابوجعفر المنصور سے کہیں زیادہ خلافت کے لائق تھے۔

ان کے بیٹے موسیٰ علیہ السلام شان والے تھے وہ جید عالم تھے اور ہارون سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے۔

ان کے بیٹے علی بن موسیٰ الرضا کی شان بھی بلند ہے وہ علم اور بیان والے ہیں لوگوں کے دلوں میں ان کی بہت ہی قدرومنزلت ہے مأمون نے ان کو ان کی جلالت کے پیش نظر ولی عہد مقرر کر دیا تھا وہ ۲۰۳ھ میں فوت ہوگئے۔

ان کے بیٹے محمد الجواد اپنی قوم کے سردار تھے علم وعمل اور فقہ میں کوئی ان کے برابر کا نہ تھا۔

ان کے فرزند ھادی بھی بہت جلیل القدر انسان تھے۔

البتہ محمد بن حسن کے متعلق ابن حزم رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی جبکہ جمہور رافضہ کا خیال ہے کہ ان کا ایک بیٹا تھا جسے انہوں نے چھپا دیا۔ [1]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے ہاں ایک بچے کی پیدائش ہوئی جو ان کی باندی کے بطن سے تھا جس کا نام نرجس یا سوسن تھا۔ اکثر کے ہاں اس کا نام صقیل ہے۔ اس نے اپنے آقا کی وفات کے بعد حمل کا دعویٰ کر دیا اس لیے اس کی میراث سات سال تک روک لی گئی اس لونڈی سے حسن بن علی کے بھائی جعفر بن علی نے جھگڑا کیا مگر ایک جماعت نے اس لونڈی کے لیے ہمدردی کا اظہار کیا اور خود ان کے لیے ایک جماعت نے ہمدردی اور تعلق ظاہر کیا۔ پھر اس کا حمل ضائع ہوگیا تو ان کی میراث ان کے بھائی جعفر بن علی نے حاصل کر لی۔

حسن کی موت ۲۶۰ھ میں ہوئی ۔۔۔حتی کہ انہوں نے فرمایا: صقیل باندی کے سبب رافضہ کا فتنہ بڑھ گیا حتی کہ معتضد نے اسے قید کر دیا یہ اس کے آقا کی وفات کے بیس (۲۰) سال بعد کا واقعہ ہے۔ اس نے اسے اپنے محل میں قید رکھا حتی کہ وہ مقتدر کے دور حکومت میں فوت ہوگئی۔

---

[1] الفصل فی الملل والأهوء والنحل: ٤/ ٧٧۔ ٧٨۔

میں کہتا ہوں ان کا دعویٰ ہے کہ محمد غار میں داخل ہوگئے اور ان کی ماں دیکھ رہی تھیں اور وہ واپس اپنی ماں کے پاس نہیں آئے اور یہ کہ اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔

ابن خلکان نے بھی کہا یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جب وہ غار میں داخل ہوئے تو ان کی عمر سترہ سال تھی یہ ۲۷۵ھ کا قصہ ہے۔ [1]

یہ بھی دعویٰ کہا گیا ہے کہ ۲۶۵ھ کا واقعہ ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ ہم اس پاگل پن سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اگر ہم یہ سب خرافات مان لیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کو کسی نے دیکھا ہے؟ اور ہم ان کی زندگی کے متعلق کس کی باتوں پر اعتماد کریں؟ کیا ان کی عصمت پر کسی نے کوئی نص اور دلیل ذکر کی ہے؟ اور کون ہے جسے ان کی ہر بات کا علم ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ اور ایسی ناممکن الوقوع باتوں پر یقین کرنے سے سے محفوظ رکھے جیسا کہ شیعہ امامیہ کا وطیرہ ہے۔

محمد بن جریر الطبری اور یحییٰ ابن صاعد کا بھی کہنا ہے کہ حسن عسکری کی کوئی اولاد نہ تھی یہ دونوں ثقہ (قابل اعتماد) ہیں۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ محمد بن حسن وہ ہیں جن کے متعلق رافضہ قائم، خلف اور حجت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ۲۵۸ یا ۲۵۶ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد فقط دو سال زندہ رہے۔ ان کی موت کس طرح واقع ہوئی اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔

شیعہ کا دعویٰ ہے کہ وہ ساڑھے چار سو سال سے غار میں ہی وہ صاحب زمان ہیں وہ زندہ ہیں سب پہلے اور آخری ان کو جانتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ آج تک ان کو کسی نے نہیں دیکھا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری عقلوں اور ہمارے دین کو سلامت رکھے۔ [2]

---

[1] وفيات الأعيان: ٤/ ١٧٦۔
[2] سیر اعلام النبلاء: ١٩/ ٧٩۔

خاتمہ

میں اس مختصر سی کتاب جس میں اہل بیت کے فضائل ومناقب اور ان کے مقام ومرتبہ کا بیان ہے کے آخر میں ہر قاری کو ایک وصیت کرنا چاہوں گا جو انتہائی جامع اور مانع ہے اور یہ وصیت ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ خصوصاً اس پرفتن دور میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کی بابت دریافت کرتے رہتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شر اور فتنوں کی بابت پوچھا کرتا تھا اس خیال سے کہ کہیں کسی شر وفتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں ایک روز میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں گرفتار اور شر میں مبتلا تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بھلائی یعنی اسلام سے سرفراز کیا، کیا اس بھلائی کے بعد بھی کوئی برائی پیش آنے والی ہے؟ فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی اس بدی وبرائی کے بعد بھلائی ہوگی؟ فرمایا: ہاں! لیکن اس میں کدورتیں (نفرت) ہوں گی۔ میں نے عرض کیا وہ کدورت کیا ہوگی؟ فرمایا کدورت سے مراد لوگ میرے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کریں گے اور لوگوں کو میری راہ کے خلاف راہ بتائیں گے تو ان میں دین بھی دیکھے گا اور دین کے خلاف امور بھی ہیں۔ عرض کیا گیا اس بھلائی کے بعد بھی برائی ہوگی؟ فرمایا: ہاں! کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہوں گے۔ وہ لوگوں کو اپنی طرف بلائیں گے جو ان کی بات مان لے گا وہ اس کو جہنم میں دھکیل دیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا حال مجھ سے بیان فرمایئے فرمایا: وہ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے میں نے عرض کیا اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ ﷺ مجھ کو کیا

حکم دیتے ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اور ان کے امام کی اطاعت کرو میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور امام بھی نہ ہو تو کیا کروں (فرمایا تو ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جا اگر چہ تجھے کسی درخت کی جڑ میں پناہ لینی پڑے یہاں تک کہ اس حالت میں تجھ کو موت آ جائے۔ ❶

عاصم الأحول سے روایت ہے کہ ابوالعالیہ نے کہا: اسلام کا علم حاصل کرو۔ جب تم اس کو سیکھ لو تو اس سے بے رغبتی کا اظہار نہ کرو۔ تمہارے اوپر صراط مستقیم پر چلنا لازم ہے یقیناً صراط مستقیم اسلام ہے اس صراط مستقیم سے دائیں بائیں مائل ہونے کی کوشش مت کرو تم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔ خواہش پرستی سے بچو جو لوگوں کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا کرنے کا سبب ہے۔ میں نے ان کی باتیں حسن علیہ السلام کو بتائیں تو فرمایا: انہوں نے سچ کہا اور نصیحت کی بات کی پھر میں نے یہ باتیں حفصہ بنت سیرین رحمہا اللہ کو سنائیں تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے یہ باتیں محمد (رحمہ اللہ) کو بتائی ہیں۔ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا: ان کو بھی بتاؤ۔ ❷

محمد بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کی علامت یہ کہ وہ اس راستہ پر چل پڑتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور ان کی اتباع کرنے والے ائمہ کرام اور علمائے حق کے راستے پر چلتا ہے جیسا کہ امام اوزاعی، سفیان ثوری، مالک بن انس، شافعی، احمد بن حنبل اور قاسم بن سلام وغیرہ اور وہ ہر اس مذہب سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے جو ان علماء کی مذمت بیان کرے۔ ❸

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ گمراہ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور وہ ہم

---

❶ بخاری: ٣٦٠٦؛ مسلم: ١٨٤٨۔

❷ مصنف عبدالرزاق: ٢٠٧٥٨؛ السننة للمروزی: ٥٦؛ الحلیة: ٢/ ٢١٨۔

❸ الشریعه للأجری: ١/ ٣٠٠۔

سے اور ان سب سے آلودگی کو دور کرے اور ہم سب کو دشمن کی سازشوں سے محفوظ فرمائے۔ وہ ہمیں ظاہر اور پوشیدہ تمام فتنوں سے بچائے اور وہ ہمیں مرتے دم تک اسلام پر ثابت قدم رکھے اور ہمیں قول و عمل میں اخلاص اور صحیح حق بات کی پیروی نصیب فرمائے۔ وہ ہماری نیتوں اور ہماری اولادوں کو مخلص بنائے اور وہ میرے، میرے والدین میری اولاد اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ بے شک وہ دعاؤں کو سننے والا ہے۔

واللہ الموفق والمستعان وھو حسبنا ونعم الوکیل